سیرتِ پاک

(گیارہ سال سے چالیس سال تک)

شہناز کوثر

اختر کتاب گھر

نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ۔ لاہور

کتاب	سیرتِ پاک
	(گیارہ برس سے چالیس برس تک)
مصنفہ	شہناز کوثر
	(بنتِ راجا رشید محمود)
	ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور
پروف ریڈر	شمیم اختر۔ کوثر پروین
نگران طباعت	اظہر محمود
	ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور
	ایڈیٹر ہفت روزہ "اخبار عام" لاہور
کمپیوٹر کمپوزنگ	نعت کمپوزنگ سنٹر
	نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ۔ لاہور۔ (ہیلو: ۷۴۶۳۶۸۴)
کتابت	غلام رسول منظر رقم
اشاعت اول	یکم اگست ۱۹۹۳ء
تعداد	گیارہ سو
مطبع	بونس پرنٹرز، لاہور
قیمت	ایک سو ساٹھ روپے

ناشر

اختر محمود

اختر کتاب گھر

اظہر منزل۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ۔ لاہور۔ (کوڈ ۵۴۵۰۰)

فون: ۷۴۶۳۶۸۴

حضرت سعیدؓ بن زید (یکے از عشرہ مبشرہ)

کے والد

زید بن عمرو بن نفیل

کے نام

جو زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کی بچیوں کو زندہ گاڑے جانے سے بچاتے
اور انھیں پالتے تھے

جن کے بارے میں حضورِ اکرم صلی اللہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ
انھیں قیامت کو ایک امّت کی صورت میں اٹھایا جائے گا۔

فہرست

تیئس برس کے عمومی واقعات

۱۱ واں سال

شقِ صدر کا ذکر

"حضرت ابوہریرہؓ نے ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا چیز آپؐ نے سب سے پہلے دیکھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری عمر دس سال اور چند ماہ کی تھی اور میں ایک صحرا میں تھا۔ دو شخص آئے ان کے جیسے چہرے اور ان کا جیسا لباس میں نے کبھی نہ دیکھا۔ ان کے بدن سے جیسی خوشبو پھیلتی تھی، اس قسم کی خوشبو میں نے کبھی نہ سونگھی تھی۔ ایک نے دوسرے سے کہا، کیا یہ شخص وہی ہے۔ پھر دونوں نے آ کر میرے بازوؤں کو پکڑا مگر ان کی گرفت کا لمس میں نے محسوس نہ کیا۔ پھر انھوں نے مجھے لٹایا مگر میں نے لٹانے کا دباؤ محسوس نہ کیا، پھر ایک نے کہا کہ اس کی جگہ رافت و رحمت رکھ دو۔ اس نے چاندی جیسی ایک چیز اندر رکھ دی۔ پھر دونوں نے میرے پاؤں کے انگوٹھے کو جھٹکا دیا اور کہا کہ اٹھ کر دوڑو، میں اٹھ کر دوڑا۔ اس کے بعد میں اپنے دل میں چھوٹے پر ترس اور بڑے پر رحم محسوس کرنے لگا۔ یہ تھا آپؐ کا سب سے پہلا احساس، جسے بعد میں آپؐ نے امرِ نبوت کا پہلا شعور قرار دیا"۔ (۱) ہم "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن" میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ شقِ صدر کے موضوع پر ہمارا شرحِ صدر نہیں ہوتا۔

حواشی

۱۔ نقوش۔ جلد ۲۔ ص ۴۷۲ (رسول نمبر)

۱۲ واں سال

بُت پرستی سے نفرت کا کُھلا اظہار

ابوالجلال ندوی شقِ صدر کے واقعے کے بعد اور سفرِ شام سے پہلے کے دنوں کا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ بوانہ نام کے بُت کی پرستش کا دن آیا۔ قریش سال میں ایک دن' رات بھر اس بُت کے گرد بیٹھ کر جاگا کرتے تھے اور تبرک کے لیے اسے چھوتے اور قربانیاں گزارتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی عمر اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ آپؐ کو بھی اس مذہبی رسم میں شریک ہونا چاہیے تھا۔ عزیزوں نے آپؐ کو ساتھ لے جانا چاہا' آپؐ نے جانے سے انکار کر دیا۔ لوگ زبردستی آپؐ کو ساتھ لے گئے۔ بت کے قریب جانے ہی کو تھے کہ آپؐ پر بے ہوشی سی طاری ہو گئی۔ لوگ آپؐ کو اٹھا کر لے آئے۔ (۱)

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۷۲۔ مضمون فخرِ موجودات (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی) از ابوالجلال ندوی

۱۳ واں سال

حضرت ابوطالبؓ کے ہمراہ سفرِ شام

سیرت نگار کسی ایک بات پر متفق تو کہیں بھی نظر نہیں آتے۔ حضرت ابوطالبؓ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سفرِ شام کے متعلق بھی مختلف

روایات ملتی ہیں۔ طبری تیرہ سال لکھتے ہیں۔ ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ اہلِ سِیَر اور تاریخ نے کہا ہے کہ آپؐ اس وقت بارہ سال دو مہینے' دس دن کے تھے اور سیرتِ مغلطائی میں ہے کہ آپ بارہ سال ایک مہینے کے تھے۔ (۱)

۱۲ سال دو ماہ عمر بتانے والوں میں یُوسُف بن اسماعیل نبہانی' عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب اور مفتی محمد شفیع ہیں۔ (۲) حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی' عبدالرحمٰن ابنِ جوزی اور جمال حسینی (۳) ۱۲ سال دو ماہ دس دن کے قائل ہیں۔

بارہ سال اور کچھ ماہ یا کچھ دن سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا تیرھواں سال ہے۔

یاد رہے کہ بعض سیرت نگار بارہ سال (۴) گیارہ سال (۵) اور نو سال (۶) بھی عمر بتاتے ہیں۔

ابوالجلال ندوی کہتے ہیں کہ عمر شریف تیرہ یا چودہ سال کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اس قافلۂ تجارت کے ساتھ گئے جو حارث بن عبدالمطلب اور ابوطالب کی سربراہی میں شام کو جا رہا تھا۔ (۷)

حواشی

۱۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ ترجمہ المواہبُ اللدنیہ۔ جلد اول۔ ص ۱۹۲' ۱۹۳
۲۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۵۳ / مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۹ / سیرتِ خاتم الانبیاءؐ۔ ص ۲۴
۳۔ سیرت الرسولؐ۔ ص ۴۱ / النبی الاطہرؐ۔ ص ۵۳ / رسالتمآبؐ۔ ص ۳۶
۴۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۶ / محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۵۱
۵۔ عبدالصمد صارم۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۸
۶۔ مصطفیٰ غلایینی۔ سیرتُ المختارؐ۔ ص ۱۹ / اسلم جیراجپوری۔ نوادرات۔ ص ۱۰
۷۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۷۲

۱۴ واں سال

حربِ فجار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت

عبدالرحمٰن ابنِ جوزی لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے "چودھویں سال میں اس جنگ و جدال کا وقوع ہوا۔ جس کو فجارِ ثانی (۱) کہتے ہیں"۔

(۲) ڈاکٹر نور محمد غفاری یوں لکھتے ہیں کہ حربِ فجار قریش اور قیس کے درمیان ہوئی۔ پہلے قیس اور بعد میں قریش غالب آئے اور اختتام صلح پر ہوا۔ ابنِ ہشام کے مطابق اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک ۱۴ سال اور ابنِ اسحاق کی تحقیق کے مطابق ۲۰ سال تھی۔ (۳)

عبدالمصطفیٰ محمد اشرف کی بات معقول معلوم ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں کہ "جب حروبِ فجار کا آغاز ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر شریف چودہ برس کی تھی لیکن جس لڑائی میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) شرکت فرما ہوئے۔ اس لڑائی کے وقت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی عمر شریف بیس برس کی تھی۔ علامہ عینی نے بیس برس تحریر کی ہے اور علامہ عبدالرحمٰن سہیلی کی تحریر سے بھی بیس برس ہی معلوم ہوتی ہے۔ بعض اہلِ سِیَر نے چودہ برس لکھی ہے۔ چونکہ حربِ فجار کا سلسلہ کئی برس تک جاری رہا تو یہی قرینِ قیاس ہے کہ آغاز جنگ کے وقت چودہ برس کا سِن مبارک تھا اور آپؐ کی لڑائی میں شمولیت کے وقت یعنی جنگ کے اختتام پر آپؐ کی عمر شریف بیس برس تھی"۔ (۴)

حواشی

۱۔ عبدالرحمٰن ابنِ جوزی "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ اقدس میں رونما ہونے والے اہم واقعات و حوادث" کے عنوان کے تحت حربِ فجار کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ۱۴ویں برس کرتے ہیں مگر "رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حربِ فجار میں تشریف لے جانا" کی سرخی کے نیچے یوں لکھتے ہیں کہ حربِ فجار اول میں تین بار جنگ ہوئی اور حربِ ثانی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی شریک تھے۔ حرب فجارِ اول کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر دس سال اور ثانی کے وقت

ایک قول کے مطابق چودہ اور دوسرے کے مطابق بیس سال تھی۔ (الوفا۔ ص ۱۷۲، ۱۷۳)

۲۔ الوفا۔ ص ۱۳۲

۳۔ نبی کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۷۷، ۷۸ حاشیہ

۴۔ عبدالمصطفیٰ محمد اشرف۔ سیرتِ سیّدُ المرسلینؐ۔ جلد اول۔ ص ۴۹۳

۱۵ واں سال

سُوقِ عکاظ

عبدالرحمٰن ابنِ جوزی لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے "پندرھویں سال میں سوقِ عکاظ قائم ہوا"۔ (۱)

عرب کے تیرہ مقامات میں سے عکاظ ایامِ جاہلیت کا سب سے بڑا بازار تھا۔ یہاں قریش، ہوازن، بنو غطفان، خزاعہ، حارث ابن عبد مناۃ، عقیل اور مصطلق وغیرہ قبائل جمع ہوتے تھے۔ یہاں شعرا اپنے قصائد سناتے، خطبات تقریریں کرتے، حکام اپنے فیصلے صادر کرتے اور شیوخ معاہدات کی دفعات طے کرتے تھے۔ ذوالحج کا چاند دیکھ کر یہ میلا چھٹ جاتا اور سب لوگ ذوالمجاز کے بازار میں اٹھ جاتے۔ جہاں ۹ تاریخ تک جمے رہتے تھے۔ بعد ازاں لوگ حج کر کے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے اور پھر نئے سال سے نیا پھیرا شروع ہو جاتا۔ (۲)

حواشی

۱۔ الوفا۔ ص ۱۳۲

۲۔ حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۴۰

۱۶ واں سال

چچا زبیرؓ کے ہمراہ سفرِ یمن

شیخ محمد رضا، سید آلِ احمد رضوی (۱) اور ابوالجلال ندوی (۲) لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے چچا حضرت زبیر کے ہمراہ یمن کی طرف تجارت کی غرض سے سولہ سال کی عمر میں سفر کیا تھا۔ "روضۃ الاحباب" (۳) میں اس سفر کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک ۱۷ برس اور احمد بن زینی دحلان (۴) ۱۹ برس کی عمر بتاتے ہیں۔ عبدالرحمٰن ابنِ جوزی کے مطابق اس وقت آپؐ کی عمر ۳۰ یا اس سے ذرا متجاوز تھی۔ (۵)

حضرت عباسؓ کے ہمراہ سفرِ یمن

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہ سفر جو انہوں نے اپنے چچا حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ کے ہمراہ کیا تھا۔ اس کے بارے میں "روضۃ الاحباب" میں ہے کہ ایک روایت کے مطابق حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ نے اپنے بھائی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سرپرست حضرت ابوطالبؓ سے اس بات کی اجازت لی تھی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہمارے ساتھ (۶) یمن کی طرف بھیج دیں"۔ (۷) اس بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زبیر اور حضرت عباس دونوں کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یمن کی طرف سفرِ تجارت کی غرض سے کیے تھے۔

آپؐ کی پھوپھی امیمہ بنتِ عبدالمطلب کے ہاں بیٹے کی پیدائش

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنتِ عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ بحش کی پیدائش کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک ۲۱ برس تھی۔ کیونکہ جب وہ شوال ۳ھ میں غزوۂ احد میں شہید ہوئے تو ان کی عمر ۴۰ برس تھی۔ (۸)

حواشی

۱- محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۰ / آلِ احمد رضوی، سید۔ ہمارے پیارے نبیؐ۔ ص ۳۷

۲- نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۵۷۳۔ مضمون فخرِ موجودات (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی) از ابوالجلال ندوی

۳- رسالتمآبؐ۔ ص ۲۸

۴- سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۹۳

۵- الوفا۔ ص ۱۳۲

۶- یمن کے بارے میں امام ابوعبید لکھتے ہیں کہ یہ ملک عہدِ رسالت میں نو ہجری میں فتح ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو وہاں کا عامل مقرر فرمایا۔ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی انھیں اس عہدے پر برقرار رکھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کے پہلے سال کے اختتام پر انھوں نے اپنے علاقے سے جمع شدہ کل زکوٰۃ کا ایک تہائی حصہ مرکز حکومت کو مدینہ بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ حقوق و فرائض کے سلسلے میں بے حد محتاط حکمران تھے۔ آپؓ نے حضرت معاذؓ سے کہا: میں نے تمہیں مال جمع کرنے یا جزیہ وصول کرنے کے لیے وہاں نہیں بھیجا بلکہ تمہیں اِس بات پر مامور کیا ہے کہ وہاں کے متمول لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرکے وہاں کے فقرا پر لوٹا دو۔ حضرت معاذؓ نے عرض کی، میں نے جو کچھ آپ کے پاس بھیجا ہے، وہ مقامی ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرنے کے بعد بھیجا ہے۔ حضرت معاذؓ نے دوسرے سال یمن کی کل زکوٰۃ کا نصف حصہ بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے پھر وضاحت طلب کی، انھوں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسرے سال حضرت معاذؓ نے زکوٰۃ میں وصول ہونے والی تمام آمدنی مرکز کو بھجوا دی اور ساتھ ہی کہلوا بھیجا کہ "اب یہاں مجھے ایک بھی ایسا شخص نہیں ملتا جو اس زکوٰۃ کے مال کا محتاج ہو"۔ (ماہنامہ" فکر و نظر" اسلام آباد۔ جون ۱۹۷۸ (مضمون "اسلام میں معاشرتی بہبود" از محمدؐ یوسف گورایہ) ص ۴۳

۷- رسالتمآبؐ۔ ص ۲۸

۸- جرنیل صحابہؓ۔ ص ۳۷، ۴۲

۱۷ واں سال

عاداتِ کریمہ اور صادق و امین کا لقب

عبدالرؤف دانا پوری لکھتے ہیں کہ "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اخلاق و عادات لڑکپن ہی سے ایسے تھے کہ آپؐ تمام میں ممتاز تھے۔ اکثر اصحابِ سیَر کہتے ہیں کہ آپؐ قریش میں امین مشہور تھے"۔ (۱) "نبیٔ رحمت" میں لکھا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنی قوم میں شروع ہی سے سب سے زیادہ حمیدہ صفات و عالی ہمت، حسنِ اخلاق سے آراستہ، حیادار، راست گفتار، امانت دار اور بدکلامی اور فحش بیانی سے بہت دور سمجھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی قوم کے لوگ آپؐ کو "امین" کے نام سے یاد کرنے لگے۔ (۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بطورِ ثالث

"اصح السیَر" میں لکھا ہے کہ "گو زیادہ زیادہ عمر کے لوگ قریش میں موجود تھے جو سردارِ قبیلہ تھے مگر کئی اہم واقعات میں ان سرداروں نے باوجود کم سنی کے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو حَکم بنایا"۔ (۳) قریش کی محفلوں میں جس میں زیادہ تر لہو و لعب اور فسق و فجور تھا، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) شریک نہیں ہوتے تھے"۔ (۴)

حواشی

۱۔ اصح السیَر۔ ص ۱۲، ۱۳
۲۔ نبیٔ رحمت۔ ص ۱۰۸
۳۔ ثالثی عرب کا ایک ہمہ گیر ادارہ تھا۔ عرب اپنے ثالثوں پر فخر کرتے تھے۔ چند قبائل ثالثی کے لیے بہت مشہور ہیں۔ مختلف قبائل کے بعض اہم فریق ثالث ان قبیلوں کے ناموں کے سامنے درج کیے جاتے ہیں۔
تمیم = اکثم بن صیفی بن ریاح - حاجب بن زرارہ - الاقرع بن حابس
ابی عینیہ = ربیعہ بن فخاش - ضمرہ بن ضمرہ التمیمی

قریش = الافعی بن الحسین - عینیہ بن حصن - حرملہ بن الاشعر
حریم بن قتیبہ = بشیر بن عبداللہ - ابوسفیان بن حرب ابی جمل بن ہشام - انس بن مکرک - ہاشم بن عبد مناف - عبدالمطلب - ابوطالب - عاص بن وائل القرشی
کنانہ = ربیعہ بن حذر الاسدی - عمر بن الشراخ الکنانی - صفوان بن امیہ - سلمہ بن نوفل
قیس = عامر بن الزویب العدوانی - غیلان بن سلمہ
الیعقوبی نے مختلف قبائل کے ثالثوں کی لمبی فہرست دی ہے۔ چند خواتین کا بھی ذکر ہے جو ثالث مشہور تھیں۔ (نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۲۰۹)
۴۔ اصح السیر۔ ص ۱۳

۱۸ واں سال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور تجارت

اثر فانلی لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ۱۸ سال کی عمر میں تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ (۱) یہ بات غلط ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پہلا تاجرانہ سفر اپنے چچا حضرت ابوطالبؑ کے ساتھ ۱۲ برس کی عمر میں تھا اور اس کے بعد اپنے دوسرے چچا زبیرؓ اور حضرت عباسؓ کے ہمراہ ۱۶ برس کی عمر میں یمن کی طرف تھا۔ اس لیے اثر فانلی کی یہ بات درست نہیں ہے۔ بہرحال، اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ۱۸ برس کی عمر میں بھی تجارتی سفر کیے ہوں گے اور مقامی طور پر تجارت کے پیشے میں اپنی مہارت کا لوہا منوایا ہو گا۔

حواشی

۱۔ تاجدارِ حرمؐ۔ ص ۳۹

۱۹ واں سال

آپؐ کے چچا حضرت ابوطالبؓ کے ہاں بیٹے کی پیدائش

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک ۱۹ برس تھی، حضرت ابوطالبؓ کے ہاں حضرت جعفرِ طیار پیدا ہوئے۔ حضرت ابوطالبؓ کے چاروں بیٹوں میں دس دس سال کا فرق تھا۔ (۱) طالب بن ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے صرف ایک برس بڑے تھے۔ (۲) عقیل آپؐ سے ۹ برس چھوٹے اور جعفرؓ ۱۹ برس چھوٹے تھے۔

ہرمز بن کسریٰ کی ہلاکت

عبدالرحمٰن ابنِ جوزی کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انیسویں برس ہرمز بن کسریٰ ہلاک ہوا اور اس کا بیٹا پرویز سلطنتِ فارس پر قابض ہوا۔ (۳)

حواشی

۱۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ دوم۔ ص ۷۵ / شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۷

۲۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۔ ص ۲۰۵

۳۔ الوفا۔ ص ۱۳۲

۲۰ واں سال

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ سفر

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ شام کا

سفر کیا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک بیس سال اور حضرت ابوبکرؓ کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ (۱)

شقِ صدر

مُسندِ امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ مَیں بیس سال کی عمر میں صحرا میں تھا کہ میں نے اپنے سر کے اوپر مشتہر ہوتا ہوا کلام سنا۔ جبکہ ایک شخص نے کہا کیا یہ وہی ہیں۔ میں نے ان دونوں کی طرف دیکھا۔ نہ میں نے مخلوق میں اُن جیسا کسی کو دیکھا ہے اور نہ ہی ان جیسا لباس کسی کا دیکھا ہے۔ وہ دونوں چلتے ہوئے میری طرف آئے اور دونوں نے میرے بازو پکڑ لیے مگر دونوں میں سے کسی کو مَس کرتے ہوئے نہیں پایا۔ پھر انھوں نے میرے سینہ کو چیرا۔ ایک نے کہا کہ اس میں سے غل و حسد کو نکال دے۔ اور دوسرے نے لوتھڑے کی مانند کوئی چیز نکالی۔ ایک نے کہا راحت و رحمت ڈال دے تو اس نے چاندی جیسی چیز ڈال دی۔ پھر انگوٹھے سے میرے سینے کو ملا کر چلا گیا اور میں چھوٹے پر شفقت اور بڑوں پر رحم کرتا ہوں۔ احمد بن زینی دحلان یہ واقعہ درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "بعض نے کہا اس وقت آپؐ کی عمر مبارک دس سال درست ہے اور بعض روایات میں جو بیس سال بیان کی گئی ہے، یہ درست نہیں اور تیسری مرتبہ شقِ صدر کا واقعہ ابتدائے وحی کے وقت ہوا جبکہ چوتھی مرتبہ یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا"۔ (۲)

ہم شقِ صدر کو نہیں مانتے اور اس کی کے بارے میں تفصیلی بحث سیرتِ پاک کی پہلی جلد "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن" میں درج کر چکے ہیں۔

حلفُ الفضول

یہ ایک قرارداد تھی جو مظلوم کی مدد اور ظالم کے خلاف قائم کی گئی تھی۔ اس میں شریک سب افراد نے حلف اٹھایا تھا کہ ہم سب ایک ہاتھ بن جائیں گے اور یہ ہاتھ ظالم کے خلاف اس وقت تک اٹھا رہے گا جب تک مظلوم کو اس کا حق نہ مل جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ (۳) اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر بیس سال

تھی۔ (۴)

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۷۵ / ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرتُ المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۶ / سیرتِ محمدیہ ترجمہ المواہب اللدنیہ۔ اول۔ ص ۱۹۶

۲۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۸۳

۳۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۹، ۶۰

۴۔ الوفا۔ ص ۱۳۲

۲۱ واں سال

عاداتِ کریمہ

سرولیم میور اپنی کتاب "لائف آف محمدؐ" میں لکھتے ہیں کہ "مغرب کے تمام محققین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی جوانی کے زمانے میں بے حد سنجیدہ، کم سخن، نرم گفتار، خوش خلق، شریف الطبع اور صادق القول تھے"۔ (۱)

حواشی

۱۔ اثر فاضلی۔ تاجدارِ حرم۔ ص ۴۶

۲۲ واں سال

حضرت خزیمہؓ کے ہمراہ تجارتی سفر

باڈلے حضرت خُذیمہ کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی تجارتی سفروں کا ذکر کرتے ہیں۔ (۱) بلکہ ان کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے نکاح سے قبل یہ تمام سفر کیے گئے۔ اس لیے اس بات کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۲۲ویں برس میں کیا جا رہا ہے۔

حواشی

۱۔ باڈلے۔ الرسولؐ۔ ص ۸۸

۲۳ واں سال

تجارت کے سلسلے میں آپؐ کی شہرت

محمد میاں اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ "خدیجہؓ جب دوسری مرتبہ بیوہ ہو چکیں تو اپنی تجارت کو باقی رکھنے کے لیے انھیں کسی ایسے امانتدار شخص کی ضرورت تھی، جو کاروباری سلیقہ اور تجارتی تجربہ بھی رکھتا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اگرچہ تقریباً ۲۳ سال تھی مگر آپؐ کے اوصافِ حمیدہ کے چرچے شروع ہو گئے تھے۔ کاروباری سلیقہ کی بھی شہرت ہو چکی تھی اور تجارتی قافلہ کے ساتھ شام جا کر بیرونی تجارت کا بھی آپؐ کو تجربہ ہو چکا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی یہ شہرتیں سنیں پھر ذاتی طور پر بھی واقفیت حاصل کی تو اپنے وسیع کاروبار کے لیے آپؐ کو زیادہ سے زیادہ موزوں پایا۔ چنانچہ آپؓ نے جوانِ صالح حضرت محمد بن عبداللہ القرشی المکی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیشکش کی کہ وہ کاروبار کی ذمہ داری سنبھالیں"۔ (۱)

حواشی

۱۔ محمد میاں۔ محمد رسولؐ اللہ۔ ص ۳۸

۲۴ واں سال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ قوم پر عیاں

مولانا مودودی لکھتے ہیں: "۲۰ اور ۲۵ سال کی عمر کے درمیان حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے وہ جوہر ساری قوم پر عیاں ہوتے چلے گئے جو بچپن سے اب تک ایک محدود دائرہ میں معلوم و معروف تھے۔ آپؐ کی شرافت، دیانت و امانت، صداقت شعاری، حسنِ اخلاق، نیک نفسی، سنجیدگی و دانشمندی، ضبطِ نفس اور حلم و وقار، عالی حوصلگی اور سردارانہ شان، غرض ایک ایک خوبی نمایاں ہونے لگی۔ جس کی وجہ سے آپؐ کا غیر معمولی احترام اور اعتماد اور نفوذ و اثر لوگوں میں قائم ہوتا چلا گیا۔ یہی زمانہ تھا جب حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کے ساتھ تجارتی شرکت کا معاملہ کیا"۔ (۱)

حواشی

۱۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ دوم۔ ص ۱۱۱

۲۵ واں سال

بلاعنوان

"روضۃ الاحباب" میں لکھا ہے کہ نزولِ وحی سے پندرہ برس پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آواز سنی تھی مگر کسی کو پایا نہ تھا۔ (۱)

حضرت خدیجہؓ سے نکاح

حضرت خدیجہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نکاح دوشنبہ کے دن ہوا۔ (۲) سید معراج جامی اپنے مضمون میں اس بات کا اضافہ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۲۵ سال کی عمر میں ۱۹ جمادی الاول بروز پیر یعنی دوشنبہ کے دن حضرت خدیجہؓ سے نکاح ہوا۔ (۳)

آپؐ کی پھوپھی صفیہؓ کے ہاں بیٹے کی پیدائش

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک ۲۵ برس تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ کیونکہ معین الدین احمد ندوی حضرت زبیرؓ بن عوام کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ یہ ۶۴ برس کی عمر میں ۳۶ھ میں شہید ہوئے تھے۔ (۴)

حجرِ اسود کی تنصیب یا ایک بے احتیاطی

تمام اہلِ سیر حجرِ اسود کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ۳۵ برس کی عمر میں بتاتے ہیں مگر محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ حجرِ اسود کی تنصیب کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک ۲۵ یا ۳۵ برس تھی۔ (۵)

حواشی

۱۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۳۷

۲۔ ضیائے حرم (ماہنامہ) لاہور۔ میلاد النبیؐ نمبر۔ نومبر دسمبر ۱۹۸۹ء۔ ص ۳۳۵

۳۔ الوارث (ماہنامہ) کراچی۔ اپریل ۱۹۹۱ء۔ ص ۳۷ مضمون "اسلامی مہینوں کے فضائل" تحریر سید معراج جامی

۴۔ سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین حصہ اول۔ ص ۹۷

۵۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۱

۲۶ واں سال

عاداتِ کریمہ

"عرب کا چاند" میں لکھا ہے کہ "حضرت ابوطالبؓ نے آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے طویل ترین حصہ کے حالات دیکھے ہیں۔ آٹھ برس کی عمر میں آپؐ کے زیرِ کفالت آئے۔ پچیس برس کی عمر میں شادی ہونے کے بعد ان سے الگ رہنے لگے۔ لیکن اس زمانہ میں بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی زندگی آئینہ کی طرح ابوطالبؓ کے سامنے تھی۔ وہ آپؐ کے اخلاقِ پاکیزہ کی تعریف میں رطبُ اللسان تھے۔ ان کا قول ہے کہ آپؐ نے بچپن کے ایام میں بھی کبھی کوئی بات خلافِ واقعہ نہیں کہی۔ کسی مشرکانہ تقریب میں شرکت و شمولیت نہیں فرمائی۔ آپؐ کی زبانِ مبارک سے کسی نے کوئی خلافِ تہذیب کلمہ نہیں سنا۔ بُرے اخلاق والے لوگوں کی محبت آپؐ نے کبھی اختیار نہیں کی"۔ (۱)

حضرت اُمِّ ایمنؓ کی آزادی

حضرت اُمِ ایمنؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلب کی کنیز تھیں۔ یہ بچپن ہی سے ان کے پاس رہتی تھیں اور گھر کا کام کاج ان کے سپرد تھا۔ (۲) انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گودوں کھلایا تھا۔ (۳) جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شادی حضرت خدیجہؓ سے ہوئی تو آپؐ نے انھیں آزاد کر دیا۔ (۴)

آپؐ کے عزیز دوست ابوبکرؓ کے ہاں بیٹی کی پیدائش

ابنِ اثیر ابونعیم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپؐ کے عزیز دوست ابوبکر صدیقؓ کے ہاں ہجرت سے ستائیس سال پہلے بیٹی کی پیدائش ہوئی جن کا نام اسماء رکھا گیا۔ اسماء کی والدہ کا نام قیلہ یا قتیلہ بنتِ عبدالعزیٰ تھا۔ (۵)

نسب یہ ہے قیلہ یا قتیلہ بنتِ عبدالعزیٰ بن اسد بن جابر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔ (۶) ایک بار حضرت اسماء بنتِ ابوبکر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم، میری مُشرکہ ماں میری پیدائش سے بیزار تھی۔ کیا اب میں اس کی بھلائی کے لیے دعا کروں۔ آپؐ نے فرمایا،

ہاں۔ (۷) حضرت اسماء آپؐ کی رضامندی حاصل کرنے کوئی کام کرتیں مثلاً ایک بار ان کی ماں جو مسلمان نہ تھی، ان کے لیے تحفے لے کر ان سے ملنے آئی مگر اسماء نے نہ تحفے قبول کیے اور نہ اپنے گھر میں ٹھہرایا، جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اجازت طلب نہ کرلی۔ (۸)

حواشی

۱۔ سوامی لکشمن پرشاد۔ عرب کا چاند۔ ص ۸۶
۲۔ ارمان سرحدی۔ نامور خواتینِ اسلام۔ ص ۷۱
۳۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۲۴۳
۴۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۸۴۹
۵۔ ابنِ اثیر۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۵
۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۱۵۷
۷۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۶
۸۔ صحابیات۔ ص ۱۵۸، ۱۵۹

۲۷ واں سال

حضرت اُمِّ ایمنؓ کا نکاح

حضرت اُمِ ایمنؓ کو آزاد کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا نکاح حضرت عبید بن زید سے کر دیا۔ (۱) عبید بن زید حبشی تھے۔ یہ زمانہ جاہلیت میں مدینہ سے مکہ آکر مقیم ہو گئے تھے اور یہیں ان کا نکاح امِ ایمنؓ سے ہوا۔ ابنِ سعد اور ابنِ مندہ نے ان کا نسب نامہ اس طرح لکھا ہے۔ عبید بن زید بن عمرو بن بلال بن ابی الحرباء بن قیس بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج۔ (۲)

حضرت خدیجہؓ کا مال

سیرت کی تمام کتابوں میں یہ لکھا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالدار خدیجہؓ سے شادی کر کے اپنے تمام مالی مسائل کو حل کر لیا۔ اس کا تفصیلی جائزہ میں نے اپنی کتاب "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی زندگی" میں لیا ہے اور اس بات کی تغلیط کی ہے۔ محمد میاں صدیقی نے بھی ایسی ہی بات لکھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ "حضرت خدیجہؓ محض خانگی زندگی ہی میں رفیقۂ حیات نہیں رہیں بلکہ قومی اور ملی خدمات میں بھی داہنا ہاتھ بنی رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر تو ان کا ایک حبّہ بھی کبھی صرف نہیں ہوا۔ البتہ قومی اور ملی کاموں میں ان کی پوری دولت صَرف ہو گئی"۔ (۳)

حواشی

۱۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ۸۳۹
۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیاہ فام رفقا۔ ص ۵۱، ۵۲
۳۔ محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۹

۲۸ واں سال

حضرت قاسمؓ بن محمدؐ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش

زرقانی کے حوالے سے محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سب سے پہلے حضرت قاسمؓ پیدا ہوئے۔ یہ صرف دو برس زندہ رہے۔ انہی کی نسبت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کنیت ابوالقاسم رکھتے تھے۔ (۱) راجا محمد شریف حضرت قاسمؓ کی پیدائش کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک تقریباً" ۲۸ برس لکھتے ہیں۔ (۲) شاہ مصباح الدین شکیل بھی اپنے طور پر آپؐ کی عمر ۲۷ برس لکھتے ہیں۔ (۳) یہ آپؐ کے سب سے بڑے بیٹے

تھے۔ (۴) صحابۂ کرامؓ جب محبت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتے تو "ابوالقاسم" ہی کہتے۔ (۵)

حواشی

۱۔ محمد ادریس کاندھلوی۔ سیرۃ المصطفیٰؐ۔ جلد سوم۔ ص ۳۶۵
۲۔ حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۷۵
۳۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ص ۱۱۳
۴۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۴۰
۵۔ حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۷۵

۲۹ واں سال

حضرت ابوطالبؓ کے ہاں بیٹے کی پیدائش

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالبؓ مکہ کے ذی اثر بُزرگ تھے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ہی کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی تھی۔ انھوں نے جس طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس طرح پرورش و پرداخت کی اور کفار کے مقابلہ میں جس ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نُصرت و حمایت کا فرض انجام دیا ہے، اس کی وجہ سے تاریخِ اسلام میں ان کا نام احسان مندی سے لکھا جائے گا۔ (۱) وہ بچے جنھیں پیدا ہوتے ہی بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لایا گیا، ان میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں۔ (۲) سید خضر حسین چشتی سیالوی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ ۱۳ رجب المرجب بروز جمعۃ المبارک عام الفیل کے تیس سال بعد مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی ولادت پر جب حضرت علی پیدا ہوئے تو آپ نے انھیں اپنی گود میں لیا اور منہ میں زبان دی۔ اپنے چچا اور چچی محترمہ سے فرمایا، اس کا

کیا نام رکھا ہے۔ حضرت ابوطالبؓ نے کہا زید اور حضرت فاطمہ بنتِ اسد نے کہا اسد۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اس کا نام علی رکھیں جو عالی ہمتی کی خبر دے۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کی، خدا کی قسم مجھے غیب سے یہ آوازیں آتی تھیں کہ اس کا نام علی رکھو مگر میں نے اس کو چھپایا تھا۔ (۳)

حواشی

۱۔ سیر الصحابہ۔ معین الدین ندوی۔ جلد ا۔ ص ۲۴۸، ۲۴۹
۲۔ راجا رشید محمود۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بچے۔ ص ۲۸
۳۔ خلفائے راشدین۔ ص ۱۵۹

۳۰ واں سال

الامین کا لقب ملا

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تیس سال کی عمر میں قوم کی طرف سے "الامین" کا لقب ملا۔ (۱)

حضرت زینبؓ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش

علامہ قسطلانی (۲) ابنِ اثیر (۳) مودودی (۴) عبدالحق محدث دہلوی (۵) نیاز فتح پوری (۶) طالب ہاشمی (۷) مصباح الدین شکیل (۸) راجا محمد شریف (۹) اور حافظ افروغ حسن (۱۰) کے مطابق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی پیدائش کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک ۳۰ برس تھی۔ کیونکہ جب یہ جنگِ اجنادین ۱۳ھ میں شہید ہوئے تو ان کی عمر صرف ۳۵ برس تھی۔ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کی بڑی بیٹی تھیں۔ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں کہ "ابو عمر کا قول ہے کہ یہ سب صاحبزادیوں میں بڑی صاحبزادی

ہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور جو لوگ اختلاف کرتے ہیں، غلطی پر ہیں اور ان کا دعویٰ ناقابلِ التفات ہے۔ اگر اختلاف ہے تو اس امر میں کہ اولادِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں اولاً" حضرت زینبؓ پیدا ہوئیں یا حضرت قاسمؓ۔ علمائے نسب میں ایک گروہ کا قول ہے کہ اول حضرت قاسمؓ پیدا ہوئے، ان کے بعد حضرت زینبؓ"۔ (۱۱)

آپؐ کی پھوپھی ارویؓ کے ہاں بیٹے کی پیدائش

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی اروی بنتِ عبدالمطلب کے بیٹے طلیب بن عمیر کی پیدائش ہوئی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک ۳۰ برس تھی۔ کیونکہ جب یہ جنگِ اجنادین ۱۳ھ میں شہید ہوئے تو ان کی عمر صرف ۳۵ برس تھی۔ (۱۲) یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ایک بار انھیں معلوم ہوا کہ بدبخت ابواہاب بن عزیز دارمی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نعوذُ باللہ مارنے کا منصوبہ بنایا ہے تو طلیب اس کے پاس پہنچے اور اس کا سر قلم کر لائے۔ (۱۳) ابولہب طلیب بن عمیر کا ماموں تھا اور اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ اس نے ایک بار چند مسلمانوں کو قید کر لیا۔ جب طلیب کو اس کی اطلاع ملی تو اس حرکت پر اپنے ماموں کو خوب پیٹا۔ جب ان کی ماں اروی کو اس کی اطلاع ملی تو وہ بھی خوش ہوئیں۔ (۱۴)

ایک روایت

ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں کہ "تزویج خدیجہ بنتِ خویلد" کے عنوان کے تحت حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کی شادی پچیس یا تیس سال کا بیان ہے لیکن یعقوبی نے یہاں حضرت خدیجہؓ کی عمر کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ البتہ ان کی وفات کے بیان میں ان کا سن ۶۵ سال بتایا ہے جو عام روایت کے مطابق ہے۔ (۱۵)

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۳ مضمون رسالتؐ نامہ۔ دریا بہ جناب اندر از

ڈاکٹر غلام جیلانی برق
۲- سیرتِ محمدیہؐ- دوم- ص ۲۳۲
۳- ابنِ اثیر- اسد الغابہ- جلد ۱۰- ص ۱۳۶
۴- سیرتِ سرورِ عالمؐ- ص ۱۱۴ (جلد دوم)
۵- مدارج النبوت- دوم- ص ۷۷۹
۶- صحابیات- ص ۱۱۳
۷- تذکارِ صحابیات- ص ۱۱۶
۸- سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ- اول- ص ۱۱۴
۹- حیاتِ رسالتمآبؐ- ص ۷۶
۱۰- ازواجِ مطہرات- اول- ص ۱۳۶
۱۱- صحابیات- ص ۱۱۳
۱۲- سیر الصحابہ- جلد ۲- مہاجرین حصہ دوم- ص ۲۳۹
۱۳- تذکارِ صحابیات- ص ۳۳۵
۱۴- حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین- ص ۷۷
۱۵- نقوش- رسولؐ نمبر- جلد ۱- ص ۵۷۶ مضمون تاریخ یعقوبی: سیرتِ نبویؐ کا ایک قدیم ماخذ از ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی

۳۱ واں سال

زید بن حارثہ

"ابو نعیم، بیہقی زید بن حارثہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک تانبے کا بت تھا، اسے اساف یا نائلہ کہتے تھے۔ مشرکین جو طواف کرتے تو اس کو چھویا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ میں نے بھی آپؐ کے ساتھ طواف کیا۔ جس وقت میں اس بت کے قریب آیا تو میں نے اس بت کو چھوا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اس کو مت ہاتھ لگاؤ۔ زید بیان کرتے ہیں کہ پھر ہم نے آپؐ کے ساتھ طواف کیا۔ زید بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ پھر اس بُت کو ضرور چھوؤں گا تاکہ دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے چُھویا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم کو منع نہیں کیا تھا۔ زید بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو عزت عطا فرمائی اور آپؐ پر کتاب نازل فرمائی میں نے (پھر) بُت کو نہیں چھُوا تاآنکہ حق تعالیٰ نے آپؐ کو جس امر کے ساتھ بزرگی عطا فرمائی تھی۔ اس کے ساتھ بزرگی عطا فرمائی اور آپؐ نے اس امر کو نازل فرمایا"۔ (۱)

حواشی

۱- الخصائص الکبریٰ- اول- ص ۶۵

۳۲ واں سال

اسفارِ تجارت

عبدالقدوس ہاشمی کے مطابق حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد دس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود بازار میں جاتے اور تجارتی لین دین کرتے۔ اور ان دس برسوں میں کم از کم تین بار یمن، نفود یعنی نجد اور نجران کا سفر کیا۔ (۱) حضرت خدیجہؓ سے شادی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر ۲۵ سال تھی اور دس سال کا عرصہ ۳۵ سال تک جاتا ہے مگر یہاں اس ذکر کرنے سے مطلب یہ ہے کہ یقیناً" اس سال بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ضرور کوئی نہ کوئی تجارتی سفر کیا ہو گا۔

زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات

زمانہ جاہلیت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات ہوئی تھی۔ (۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت بھی عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ وحی اترنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات بلدح مقام کے قریب زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی۔ وہاں نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے بتوں کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت رکھا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے کھانے سے انکار کر دیا۔ زید بن عمرو نے کہا "میں بھی ان جانوروں کا گوشت نہیں کھاتا جن کو تم بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو۔ میں صرف وہی گوشت کھاتا ہوں جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے"۔ اور بتوں کے نام پر ذبح کرنے کی وجہ سے زید' قریش کی مذمت کرتے تھے۔ وہ اس کو ایک بڑا جرم سمجھتے تھے اور انکار کے لہجے میں کہتے تھے۔ تمہیں حیا نہیں آتی کہ جس بکری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا' اس کے پینے کو آسمان سے پانی اتارا اور زمین سے سبزی اگائی' پھر تم اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو۔ (۳)

حواشی

۱- فاران- سیرت نمبر- ۱۹۵۶- ص ۱۴۱' ۱۴۲
۲- سیرتِ ابنِ اسحاق- ص ۱۹۴
۳- مختصر سیرۃ الرسولؐ- ص ۸۳

۳۳ واں سال

حضرت رقیہ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش

اس سال آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کی پیدائش ہوئی۔ علامہ قسطلانی (۱) مصباح الدین شکیل (۲) حافظ افروغ حسن (۳) اور

راجا محمد شریف (۴) حضرت رقیہؓ کی پیدائش کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۳۳ برس بتاتے ہیں۔ بعثت کے وقت حضرت رقیہؓ کی عمر ۲۰ سال تھی اور یہ بہت حسین و جمیل تھیں۔ (۵) ان کا تفصیلی ذکر "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ سایہ بچے" کے باب میں آ رہا ہے۔

آپؐ کے چچا حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب کے ہاں بیٹے کی پیدائش

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت زبیرؓ کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ ان کا نام عبداللہ بن زبیرؓ رکھا گیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۳ برس تھی۔ یہ بات اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ ابنِ اثیر کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت عبداللہ بن زبیرؓ کی عمر تیس سال کے قریب تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو میرے چچا کے بیٹے اور میرے دوست فرمایا کرتے تھے۔ (۶)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں ہونے والی جنگِ اجنادین میں شہید ہوئے۔ یہ نہایت بہادری سے شہید ہوئے۔ (۷) ابنِ قتیبہ کے مطابق حضرت زبیرؓ کے بیٹوں میں سے کوئی نسل نہ چلی مگر حاشیہ میں ناشر صاحبزادہ حافظ حقانی میاں قادری لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب سے مخدوم شرف الدین یحیٰی منیری بہاری کا سلسلۂ نسب متصل ہوتا ہے۔ (۸)

روشنی کا ظاہر ہونا

بعثت سے سات سال پہلے ایک روشنی اور چمک سی نظر آنے لگی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس روشنی کے معلوم کرنے سے خوش ہوا کرتے تھے۔ اس چمک میں کوئی آواز یا صورت نہ ہوتی تھی۔ (۹)

حواشی

۱- سیرتِ محمدیہ ترجمہ المواہب اللدنیہ- دوم- ص ۲۳۴
۲- سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ- اول- ص ۱۱۷

۳ - ازواجِ مطہرات۔ اول۔ ۱۳۷
۴ - حیاتِ رسالتمابؐ۔ ص ۷۸
۵ - سیرتِ احمدِ مجتبیٰ۔ اول۔ ص ۱۱۷
۶ - اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۲۲۲
۷ - سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ دوم۔ ص ۸۸، ۸۹
۸ - کتابُ المعارف۔ ص ۱۰۲ حاشیہ
۹ - سلمان منصوری پوری۔ اول۔ ص ۴۶ / سرورِ عالمؐ کے سفر مبارک۔ ص ۵۱
حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۱۳۷، ۱۳۸ حاشیہ

۳۴ واں سال

حضرت اُمِ کُلثُومؓ بنتِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹی اُمِ کلثومؓ کی پیدائش کے وقت آپؐ کی عمر ۳۴ برس تھی۔ اس بات کا اندازہ یوں لگایا جاتا ہے کہ طالب ہاشمی (۱) اور راجا محمد شریف (۲) اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر ۳۴ برس بتاتے ہیں۔ حافظ افروغ حسن لکھتے ہیں کہ "سیدہ اُمِ کلثومؓ بعثت سے تقریباً پانچ سال پہلے کے میں پیدا ہوئیں"۔ (۳) ان کے علاوہ سیرت کی کتابوں میں آپؐ کی عمر کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ راجا محمد شریف تقریباً" ۳۴ سال کا ذکر کرتے ہیں۔ مزید لکھتے ہیں کہ "آپؓ کا سالِ ولادت کتب تاریخ و سیر میں مذکور نہیں لیکن تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ آپؓ حضرت رقیہؓ سے چھوٹی اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے بڑی تھیں۔ حضرت رقیہؓ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ۳۳ سال کی عمر میں پیدا ہوئیں اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ۳۵ سال (اسی باب میں فاطمہ کی پیدائش کے موقع پر تفصیل بیان کی جائے گی) کی عمر میں، تو لا محالہ ان دونوں کی پیدائش کے درمیان کا زمانہ ان کی ولادت کے لیے تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس لحاظ سے آپؓ چھ سال

قبلِ نبوت پیدا ہوئیں"۔ (۴)

ان کی کنیت اُمِ کلثومؓ اور بعض کے نزدیک ان کا نام آمنہ ہے۔ (۵) حضرت اُمِ کلثومؓ کا حضرت عثمانِ غنیؓ سے نکاح دوشنبہ کے دن ہوا۔ (۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی پرورش کی ذمہ داری سنبھالی

حضرت علیؓ کی عمر چار یا پانچ برس کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ (۷) "سیرۃ الرسولؐ من القرآن" میں لکھا ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کی پرورش کی ذمہ داری سنبھالی۔ حضرت علیؓ پانچ یا چھ برس کی عمر میں آپؐ کی سرپرستی میں آئے۔ (۸) آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی پرورش کی۔ (۹) حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؓ! تم دنیا اور آخرت کے سردار ہو۔ جو تم سے محبت کرے گا، وہ میرا محب ہو گا اور جو تمہارے ساتھ بغض رکھے گا وہ میرا دشمن ہو گا۔ (۱۰)

حواشی

۱ - تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۳۵
۲ - حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۸۰
۳ - ازواجِ مطہرات۔ اول۔ ۱۳۸
۴ - حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۸۰
۵ - رہبرِ کاملؐ۔ ص ۷۶
۶ - نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۴۳ / شہناز کوثر۔ حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۱۳۷
۷ - فضل اللہ بہاری عظیم آبادی، مولوی۔ سیرتِ اسد اللہ الغالب علیؓ بن ابی طالب۔ ص ۹
۸ - سیرۃ الرسولؐ من القرآن۔ ص ۹۳
۹ - راجا رشید محمود۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بچے۔ ص ۷۹
۱۰ - خلفائے رسولؐ۔ ص ۱۸۳

۳۵ واں سال

تعمیرِ کعبہ میں شرکت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک کے ۳۵ ویں برس قریش نے خانۂ کعبہ کے اس شگاف کو بند کرنا چاہا جو بارش کی وجہ سے سیلاب سے پڑ گیا تھا۔ اس لیے کعبہ کی از سرِنو تعمیر کی گئی۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی شریک تھے۔ (۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بطورِ ثالث

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پینتیس سال کی عمر کو پہنچے تو قریش نے کعبہ کی تعمیرِ نو کا فیصلہ کیا۔ (۲) حرم کی تعمیر کے دوران جب وہ ایک مقام پر پہنچے جہاں حجرِ اسود دیوار میں نصب کیا جاتا تھا تو قریش اس تقریب کی سعادت حاصل کرنے پر جھگڑ پڑے۔ بنو عبدالدار نے خون سے بھرے پیالہ پر عہد کیا جو کہ لاعقۃ الدم کہلاتا ہے اور اعلان کیا کہ اس تقریب کی بجا آوری ان کا استحقاق ہے۔ اس نازک مرحلہ پر ایک معمر ابوامیہ بن المغیرہ کی تجویز پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو متفقہ طور پر ان کا ثالث (۳) مقرر کر لیا گیا۔ انھوں نے ایک کپڑا طلب کیا۔ پتھر اس پر رکھا اور مختلف خاندانوں کے سرداروں سے اسے دیوار تک لے جانے کے لیے کہا۔ جب وہ اس جگہ پہنچ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اس طرح قریش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے پوری طرح مطمئن ہو گئے۔ (۴) اس طرح ہر قبیلہ اس ثواب یا سعادت میں شریک ہو گیا اور کسی کو ایک دوسرے پر فوقیت بھی حاصل نہ ہوئی جو باعث فساد ہو سکتی تھی۔ (۵)

غارِ حرا تک کے سفر شروع ہوئے

محمد کلیم ارائیں لکھتے ہیں کہ غارِ حرا کی جانب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سفر ۳۵ ویں سال سے شروع ہوئے۔ (۶)

حضرت فاطمہؓ بنتِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش

حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی ولادت اس وقت ہوئی جب کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ برس تھی۔ (۷) مصباح الدین شکیل بھی آپؐ کی عمر ۳۵ برس ہی بتاتے ہیں۔ (۸) اور دوسرے صفحہ پر لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر ۲۹ سال تھی لیکن اگر یہ آپؐ کی ۳۵ سال کی عمر میں پیدا ہوئی تھیں تو اس حساب سے آپؐ کے وصال کے وقت ان کی عمر ۲۸ سال ہونی چاہیے تھی۔

مودودی شرحِ مواہب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "حضرت فاطمہؓ کی ولادت اس وقت ہوئی جب آپؐ ۴۱ سال کے تھے"۔ (۹) محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں کہ ابنِ عبدالبر کے مطابق حضرت فاطمہؓ بعثت سے ایک سال پہلے اور ابنِ جوزی کے مطابق بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں جب خانۂ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ (۱۰)

"روضۃ الاحباب" میں لکھا ہے کہ "واقعۂ فیل سے ۳۵ سال بعد پیدا ہوئیں اور ایک روایت میں ہے کہ ۴۱ سال بعد پیدا ہوئیں"۔ (۱۱)

ان کی پیدائش ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکتالیسویں سال میں ہوئی۔ اہلِ سیر کہتے ہیں کہ یہ قول ابوبکر رازی کا ہے۔ اور یہ قول اس کے مخالف ہے جسے ابنِ اسحاق نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تمام اولاد اظہار نبوت سے قبل پیدا ہوئی ہے، بجز حضرت ابراہیمؓ کے۔ اس لیے کہ اس قول کے بموجب سیدہ فاطمہؓ کی ولادت بعد از نبوت ایک سال ہوتی ہے۔ ابنِ جوزی نے کہا کہ سیدہ فاطمہؓ کی ولادت، اظہارِ نبوت سے پانچ سال پہلے ہے۔ مشہور روایت یہی ہے۔ (۱۲)

زید بن عمرو بن نفیل کی وفات

زید بن عمرو بن نفیل کی وفات بعثت سے پہلے ان کی ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہ دینِ حق کی تلاش میں تھے۔ (۱۳)

تلاش میں یہ احبار و رہبان سے پوچھتے پوچھتے موصل اور پھر شام پہنچے۔ (۱۴) آخر بلقاء نامی علاقے میں انھیں ایک عیسائی راہب ملا۔ اس نے بتایا کہ تم ایسے دین کے متعلق پوچھ رہے ہو جس کا پتا دینے والا تمھیں کوئی نہیں ملے گا۔ لیکن ایک نبی مبعوث ہونے کا زمانہ قریب ہے اور وہ تمھارے ہی ملک میں ہو گا۔ وہ دینِ ابراہیم کو دنیا میں پھیلائیں گے۔ اس لیے تم اپنے علاقے میں پہنچ جاؤ کیونکہ اب ان کے مبعوث ہونے کا وقت قریب ہے۔ (۱۵)

زید یہ بات سن کر تیزی سے مکہ کی طرف چل پڑے مگر ابھی بنی لخم کی سرزمین پر پہنچے تھے (۱۶) کہ ان کے ایک دشمن نے انھیں قتل کر دیا۔ (۱۷)

ورقہ بن نوفل نے ان کی وفات پر آنسو بہائے اور مرثیہ لکھا۔ ترجمہ یہ ہے

○ اے بن عمرو! تو نے بہت اعلیٰ ہدایت پائی اور آگ کے شعلے مارنے والے گرم تنور سے بچ گیا۔ ایسے رب کو مان کر، جس کی مثل کوئی رب نہیں ہے اور ناکارہ بتوں کو ان کی بے بسی میں چھوڑ کر اور ایسے دین کو پا کر، جس کی تلاش میں تم عمر بھر سرگرداں رہے اور اپنے رب کی توحید سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ تم ایسے گھر میں پہنچ گئے ہو، جہاں ٹھہرنا باعث عزت ہے اور جس میں تم تعظیم و تکریم کے ساتھ بہرہ ور ہو۔ جس میں تم خلیل اللہ سے ملاقات کرتے ہو اور تم سرکش انسان بن کر آگ میں نہیں گرے ہو۔ کبھی انسان کو رب کی رحمت پا لیتی ہے، اگرچہ وہ زمین کے نیچے ستر گہرے کھڈوں میں جلائے عذاب ہو۔ (۱۸)

ایک بار زید بن عمرو کے بیٹے سعید بن زید نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم وہ جیسا بھی تھا اس سے آپؐ باخبر ہیں۔ اگر وہ آپؐ کا زمانہ پاتا تو آپؐ پر ایمان لے آتا۔ کیا ہم ان کے مغفرت کی دعا کریں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اس کے لیے مغفرت طلب کرو۔ اس لیے کہ وہ ایک امت کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔ (۱۹)

زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی شخص اپنی لڑکی کو مارنا چاہتا تو حضرت زید بن عمرو

بن نفیل اس سے کہتے کہ اسے مت قتل کرو، میں اس کا بار اٹھاؤں گا۔ اور اس بچی کو لے جاتے۔ جب وہ جوان ہو جاتی تو اس کے والدین سے کہتے کہ چاہو تو اسے لے جاؤ ورنہ میں خود ہی اس کے اخراجات پورے کروں گا۔ (۲۰)

حواشی

۱۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۴۵

۲۔ الوفا۔ ص ۱۳۲

۳۔ "حجرِ اسود کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے آپؐ کی فراست کے ساتھ عوام میں انتہائی ہردلعزیزی کا بھی پتا چلتا ہے"۔ (ماہنامہ ترجمان الحدیث۔ لاہور۔ مارچ ۱۹۸۲۔ مضمون "رسولِ اکرمؐ بحیثیت سماجی رہنما" از حافظ منظور احمد۔ ص ۱۸)

۴۔ ابنِ ہشام۔ اول۔ ص ۲۵ بحوالہ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۱۱

۵۔ مولوی (ماہنامہ) دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ صفر و ربیع الاول ۱۳۵۱ھ۔ ص ۵۷۔ مضمون "رسالت سے پہلے" از ڈاکٹر سعید احمد

۶۔ سرورِ عالمؐ کے سفرِ مبارک۔ ص ۵۰

۷۔ صحابیات۔ ص ۱۳۵

۸۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ص ۱۳۰

۹۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۴

۱۰۔ سیرۃ المصطفیٰؐ۔ جلد سوم۔ ص ۳۴۹

۱۱۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۷۷

۱۲۔ مدارج النبوت۔ دوم۔ ص ۷۸۷

۱۳۔ اصح السیر۔ ص ۱۴

۱۴۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۸۴

۱۵۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۸۸

۱۶۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۱۹

۱۷۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۸۴

۱۸ - مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۸۹
۱۹ - نقوش - رسولؐ نمبر - جلد ۱۱ - ص ۳۰۰
۲۰ - تذکارِ صحابیات - ص ۲۰۰

۳۶ واں سال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زبیرؓ کی وفات

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت زبیرؓ کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ شاہ مصباح الدین شکیل کے مطابق اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۲۱ یا ۲۲ سال (۱) سلام اللہ صدیقی کے مطابق کم از کم ۱۶ اور زیادہ سے زیادہ ۲۵ برس تھی (۲) سلمان منصور پوری ۳۴ برس بتاتے ہیں۔ (۳) اور ایسا ہی کتاب "سیرتِ طیبہ محمدؐ رسول اللہ" اور "ہادیٔ کونین" میں لکھا ہے۔ یعنی اس وقت آپؐ کی عمر ۳۴ برس تھی۔ (۴) عبدالرحمٰن ابنِ جوزی (۵) اور عبدالحق محدث دہلوی (۶) کے علاوہ تمام اہلِ سیر کا کہنا ہے کہ تعمیرِ کعبہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ برس تھی اور ابنِ ہشام نے تعمیرِ کعبہ کے وقت حضرت زبیرؓ کو شامل کیا ہے اور ان کے دس اشعار نقل کیے ہیں۔ جو انھوں نے تعمیرِ کعبہ کے موقع پر کہے تھے۔ (۷) اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۳۵ برس کی عمر تک بہرحال زندہ تھے مگر اعلانِ نبوت سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔

حواشی

۱ - سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ - اول - ص ۹۱
۲ - کتابُ المعارف - ص ۱۰۲ حاشیہ از سلام اللہ صدیقی
۳ - رحمۃ للعالمینؐ - جلد دوم - ص ۸۸
۴ - سیرتِ طیبہ محمدؐ رسول اللہؐ - ص ۳۶۷ / ہادیٔ کونینؐ - ص ۱۳۶
۵ - الوفا - ص ۱۸۵
۶ - مدارج النبوت - دوم - ص ۴۵
۷ - سیرتِ ابن ہشام - اول - ص ۲۲۰، ۲۲۱

۳۷ واں سال

غارِ حرا میں خلوت اور عبادت

غلام جیلانی برقؔ لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۷ برس تھی جب انھوں نے غارِ حرا میں خلوت اور عبادت و تفکر شروع کیا۔ (۱)

حضرت ابوذر جُندُب بن جنادہ غفاریؓ کی عبادت

پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں کہ جندب بن جنادہ جو ابوذر غفاریؓ کے نام سے مشہور ہیں اور اول ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ یہ بنی غفار کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ قدرتی طور پر کفر و شرک سے دل برداشتہ تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے تین سال پہلے وہ نماز پڑھتے تھے یعنی خدا کی عبادت کرتے تھے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جدھر چاہتے، منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور اپنی عقل و فہم کے مطابق خدا کی عبادت کرتے تھے۔ (۲)

حواشی

۱ - نقوش - رسولؐ نمبر - جلد ۲ - ص ۴۳
۲ - پیر محمد کرم شاہ الازہری - ضیاءُ النبیؐ - جلد دوم - ص ۲۴۳

۳۸ واں سال

باعثِ برکت

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ نزولِ وحی سے پہلے سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو امین کہنے لگے اور جب بھی کوئی اونٹ ذبح کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ (۱) علامہ سیوطی حجرِ اسود کے ذکر کے بعد اس بات کا ذکر کرتے ہیں۔

حاشیہ

۱۔ الخصائص الکبریٰ۔ اول۔ ۶۷

۳۹ واں سال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بطورِ حَکَم

"ہادیٔ اعظمؐ" میں لکھا ہے کہ آپؐ کو حَکَم بنایا جاتا تھا۔ (۱) علامہ سیوطی کے مطابق ابن سعد، ربیع بن خثیم سے بیان کرتے ہیں کہ اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فیصلہ کرانے کے لیے مقدمہ لایا جاتا تھا۔ (۲)

بعثت کی بشارتیں

"احمد نے یونس کی وساطت سے ابنِ اسحاق کی روایت نقل کی۔ ابنِ اسحاق نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ قریب آیا تو یہود کے علما، عیسائیوں کے راہب اور عرب کے کاہن آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بعثت کے بارے میں خبریں بیان کرتے تھے۔ یہودی اور عیسائی راہبوں کی معلومات کا ماخذ ان کے انبیا کی وہ کتابیں تھیں جن میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی صفات

اور آپؐ کے زمانۂ نبوت کے متعلق لکھا ہوا ان کے پاس موجود تھا اور جن کے متعلق ان کے انبیا نے ان سے عہد لیا تھا۔ عرب کے کاہن مرد اور کاہن عورتیں آپؐ کے متعلق بعض باتوں کا ذکر مسلسل کرتی رہتی تھیں لیکن اہلِ عرب ان باتوں کو کوئی وزن نہیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو مبعوث فرمایا اور کاہنوں کی مذکورہ باتوں نے واقعات کی شکل اختیار کر لی اور اس وقت لوگوں نے ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھا"۔ (۳)

حضرت فاطمہؓ بنتِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش

حافظ افروغ حسن لکھتے ہیں کہ "سیدۃ النساء فاطمہ الزہراؑ کے سالِ ولادت کے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔ لیکن اکثر مؤرخین کے نزدیک "الاستیعاب" کی یہ روایت قابلِ قبول ہے کہ آپؓ بعثت سے ایک سال قبل پیدا ہوئیں۔ آپؓ شروع ہی سے نہایت ذہین و فطین اور سنجیدہ تھیں"۔ (۴)

حواشی

۱۔ ہادیٔ اعظمؐ۔ ص ۲۷۵
۲۔ الخصائص الکبریٰ۔ اول۔ ص ۶۸
۳۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۰
۴۔ ازواجِ مطہرات۔ اول۔ ص ۳۹

۴۰ واں سال

حضرت خدیجہؓ کی فضیلت

حضرت خدیجہؓ کی بہت سی فضیلتیں ہیں۔ جس عظیم خاتون کے فضائل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیان کرتے ہوں، ان کے فضائل کوئی اور کیا بیان کر سکتا

ہے مگر سیرت پاک کے ان ۳۰ برسوں میں آخری ۱۵ برس حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہنے والی یہ واحد خاتون ہیں۔

اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے اسوۂ حسنہ سے خواتین کے لیے شوہر کی خدمت کرنے اور ہر مشکل وقت میں اس کا ساتھ دینے اور اس کو بہترین مشوروں سے نوازنے کا سبق ملتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ انتہائی امیر ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت خود کیا کرتی تھیں۔ (۱)

ان کی فضیلتیں بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔ خدا کی قسم! مجھے خدیجہؓ سے اچھی بیوی نہیں ملی۔ وہ ایمان لائی' جب سب لوگ کافر تھے۔ اس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ اور دیگر فضائل بیان فرمائے۔ (۲) جب ان کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سال کو "عام الحُزن" قرار فرمایا۔ (۳)

حواشی

۱۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۴۳
۲۔ سیرالصحابیات۔ ص ۳۲
۳۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۱۹۷

حربِ فجار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شرکت

عام طور پر کتابوں میں اس حربِ فِجار کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شرکت فرمائی لیکن یہ سلسلہ کئی برس سے جاری تھا اور بقولِ بعض ہر سال چند روز کے لیے یہ کام کر لیا جاتا تھا۔ (۱)

اس جنگ میں ایک طرف قریش اور بنو کنانہ' اور دوسری طرف بنو قیس' عیلان اور بنو ہوازن تھے۔ (۲)

حربِ فُجّار کیوں ہوئی

امام عبدالرحمٰن ابنِ جوزی نے ان تین جنگوں کی وجوہ پر روشنی ڈالی ہے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شرکت سے پہلے ہوئیں۔ وہ کہتے ہیں کہ فجارِ اول میں تین مرتبہ جنگ ہوئی۔

پہلی مرتبہ جو جنگ ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ بدر بن معشع غفاری لوگوں پر فخر و ناز ظاہر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں سب اہلِ عرب سے عزت و عظمت والا ہوں اور اپنا پاؤں دراز کر کے کہا کہ اگر کسی کو اتنا عزیز و عظیم ہونے کا دعوئ ہے تو وہ اسے تلوار سے کاٹ دے۔ بنی نصر بن معاویہ سے ایک آدمی اٹھا جس کو احمد بن مازن کہا جاتا تھا۔ اس نے تلوار کا وار کر کے گھٹنے سے الگ کر دیا۔ تب باہم دونو قبیلوں میں جنگ شروع ہو گئی۔

دوسری مرتبہ یہ سبب بنا کہ بنی عامر کی ایک عورت سُوقِ عکاظ میں بیٹھی تھی۔ چند نوجوان قریش بنی کنانہ سے اس کے پاس جمع ہو گئے اور اسے (بطورِ شرارت و استہزاء) چہرہ سے کپڑا ہٹانے کو کہا۔ اس نے انکار کیا تو ان میں سے ایک' عورت کے پیچھے بیٹھ گیا اور کانٹے کے ساتھ اس کے کرتے کا بخیہ پچھلی جانب سے ادھیڑ دیا۔ جب وہ اٹھی تو اس کی پیٹھ ننگی ہو گئی۔ یہ سب ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ منہ دکھلانے سے گریز کیا مگر پیٹھ دکھانے میں بڑی فیاضی سے کام لیا۔ اس نے غیرت و غصہ سے پکارا۔ یا آلِ عامر! وہ سب برادری کو اکٹھا کر کے ہتھیار لے کر پہنچ گئے اور بنی عامر کے ساتھ

لڑائی شروع کر دی اور کئی آدمی دونوں طرف سے قتل ہو گئے۔ حرب بن امیہ درمیان میں پڑے اور بنی عامر کو ان کی عورت کے ساتھ زیادتی کی معذرت وغیرہ کر کے راضی کیا۔

تیسرا موجب و باعث یہ ہوا کہ بنی جشم بن عامر میں سے ایک شخص کا بنی کنانہ کے ایک آدمی پر قرض تھا۔ اس نے ٹال مٹول سے کام لینا شروع کر دیا۔ ان کے درمیان جھگڑا اور تنازعہ پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ دونو قبیلے باہم جنگ و جدال پر اتر آئے۔ چنانچہ ابنِ جدعان نے اپنی طرف سے وہ قرضہ ادا کر کے اس جھگڑے کو ختم کیا اور جنگ کا معاملہ رفع دفع ہوا۔ ان مواقع پر رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثنا موجود نہیں تھے۔ (۳)

احمد زینی دحلان نے پہلی حربِ فجار میں، جس میں بدر بن معشر سے بات چلی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرکت کا ذکر کیا ہے جو درست نہیں۔ (۴)
عقد الفرید، اغانی اور جوہری کی صحاح میں ہے کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حصہ لیا، وہ چوتھی حربِ فجار تھی۔ اس میں ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ لکھتے ہیں کہ "الفجار کی چار لڑائیاں یکے بعد دیگرے ہوئیں۔ چوتھی فجار البراض کہلاتی تھی ... یہ جنگ سب سے شدید تھی اور بقولِ ابنِ ہشام اور ابنِ سعد، اس جنگ میں پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی بھی بیان کی جاتی ہے"۔ (۶)
پیر محمد کرم شاہ الازہری اس جنگ کا ذکر یوں شروع کرتے ہیں۔ "یہاں بطورِ مثال ایک جنگ کا ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے چچوں کے ساتھ اس میں شرکت فرمائی تھی"۔ (۷) اس کے بعد وہ پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ "براض کے اس قتل و غارت کی خبر قریش کو اس وقت ملی جب وہ عکاظ کی منڈی میں اپنے اپنے خیموں میں امن و سکون کے ساتھ کاروبار میں مشغول تھے۔....."
جب یہ خبر اس موقع پر پہنچی تو انھوں نے مشورہ کے لیے ایک خصوصی مجلسِ مشاورت کا اہتمام کیا۔ بنو قیس نے جب یہ سنا کہ براض نے ان کے سردار عروۃ الرحال کو قتل کر دیا ہے تو وہ ابوبراء بن مالک کی قیادت میں جنگ کے لیے تیار ہو کر

نکلے۔ اتنے میں قریش حدودِ حرم میں داخل ہو گئے تھے۔ بنو قیس نے بلند آواز سے اعلان کیا اے گروہِ قریش! ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کرتے ہیں کہ عروہ کا خون رائیگاں نہیں جانے دیں گے اور تم میں سے ایک بڑے سردار کو اس کے بدلے میں قتل کر کے رہیں گے اور آئندہ سال انہیں ایام میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہو گا۔ حرب بن امیہ، جو سردارِ قریش کا سالار تھا اس نے اپنے بیٹے ابوسفیان کو کہا کہ تم انہیں کہو کہ ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال اسی دن اسی مقام پر ہو گا۔

آئندہ سال قریش اپنے تمام خلفاءِ بنو کنانہ، احابیش اور بنو اسد کے ساتھ پوری طرح مسلح ہو کر بنو ہوازن کا مقابلہ کرنے کے لیے تاریخِ مقررہ پر میدان میں نکلے۔ عبداللہ بن جدعان نے سو تیر اندازوں کو پوری طرح مسلح کرنے کے اخراجات برداشت کئے تھے۔ بنی سلیم اور بنو ہوازن بھی اپنے حلیفوں کے لشکروں سمیت میدان میں آ کر ڈٹ گئے۔ قریش اور اس کے حلیف قبائل کا سپہ سالار حرب بن امیہ تھا اور ان کے میمنہ پر عبداللہ بن جدعان اور میسرہ پر کریز بن ربیعہ اور قلب میں حرب بن امیہ لشکر کی کمان کر رہا تھا۔ ہوازن کا سالار مسعود بن معتب الثقفی تھا۔ دونوں اٹھے اور اپنے مدِمقابل پر حملہ آور ہوئے۔ دن کے پہلے حصہ میں بنو کنانہ کا پلڑا بھاری رہا۔ لیکن دن کے آخری حصہ میں ہوازن نے جان کی بازی لگا دی۔ تیروں اور نیزوں کی بوچھاڑ میں صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ کر ڈٹے رہے یہاں تک کہ کنانہ کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ ان میں سے ایک سو بہادر موت کے گھاٹ اترے۔ قریش میں سے کوئی قابلِ ذکر شخص اس جنگ میں کام نہیں آیا چنانچہ یہ دن جس کو یومِ شمد کہا جاتا ہے۔ ہوازن کو کنانہ پر فتح نصیب ہوئی۔ شمد عکاظ کے قریب ایک گاؤں ہے جہاں یہ جنگ لڑی گئی۔ ایک سال گزرنے کے بعد پھر دونوں قبیلے کے قریب آمنے سامنے عبلاءِ عکاظ کے قریب ایک سفید چٹان کا نام ہے۔ دونوں لشکروں کے سالار وہی لوگ تھے جنھوں نے گزشتہ سال اپنی اپنی فوجوں کی قیادت کی تھی۔ اس دن بھی ہوازن کا پلڑا بھاری رہا۔ تیسرے سال پھر انہی دنوں میں "شرب" کے مقام پر جو ایک گاؤں ہے اور مکہ کے قریب ہے وہاں ان دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ دونوں لشکروں کے سالار وہی لوگ تھے۔ عبداللہ بن جدعان نے اس مرتبہ سو شتر سوار لڑا کے اس جنگ میں

پیش کیے۔ قریش اور کنانہ نے صبر و استقامت اور جرأت و شجاعت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ ھوازن کو عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ وہ جنگ ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پندرہ بیس سال کی عمر میں شرکت کی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، ترکش سے تیر نکال کر چچوں کو دیتے تھے۔

چوتھے سال نخلہ کے قریب حریرہ کے مقام پر دونوں قبیلوں کی مڈبھیڑ ہوئی اور آئندہ سال عکاظ کے میدان میں پھر جمع ہونے کا وعدہ کر کے دونوں قبیلے اپنے اپنے علاقہ میں واپس لوٹ آئے۔ (ضیاء النبیؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۶، ۱۱۷)

پیر محمد کرم شاہ نے یہ ساری معلومات "العقد الفرید" سے نقل کی ہیں (کتاب کا نام تین جگہ پر "العقد الفرید" اور صفحہ ۱۱۷ پر القصد الفرید لکھا ہے)۔ اس کے بعد ابنِ کثیر کے حوالے سے صلح کا واقعہ لکھا ہے (۸)

اس میں بہت سی تفصیلات آگئی ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ براض والا واقعہ "حربِ فجار" کے حوالے سے چوتھی اور آخری جنگ قرار دینے کے بعد اگلے سال حرب بن امیہ کی کمان میں جنگ کرائی ہے۔ ایک سال بعد پھر دونوں قبیلے عبلاء کے قریب آمنے سامنے ہوئے۔ تیسرے سال پھر "یثرب" کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ اس جنگ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شرکت کی۔ پھر چوتھے سال نخلہ کے قریب حریرہ کے مقام پر مڈبھیڑ دکھائی گئی ہے۔ ایسے میں بات سمجھ میں نہیں آتی کہ براض والی پہلی جنگ میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شریک دکھائے گئے ہیں۔ "شرب" کے مقام پر بھی شریک ہیں اور اس کے بعد بھی مڈ بھیڑ ہوتی ہے تو صورت کیا بنتی ہے؟

حربِ فجار کی وجہِ تسمیہ

ابنِ اسحاق کہتے ہیں، اس جنگ کا نام جنگِ فجار اس وجہ سے پڑا کہ اس میں ان دونوں قبیلوں کنانہ اور قیس عیلان نے اپنے درمیانی تعلقات میں بعض حرام کاموں کو بھی حلال قرار دے لیا تھا۔ (۹) سید اولادِ حیدر فوق بلگرامی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ جنگ ایامِ حرام میں واقع ہوئی۔ (۱۰) یہ لڑائی حرمت والے مہینوں میں قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان لڑی گئی۔ (۱۱) ہیکل بھی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ حرمت والے مہینوں کی پاسداری نظرانداز کرنے کے باعث یہ جنگ ہوئی۔ (۱۲) لیکن دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔ "قریش کے حریفوں کے فاجرانہ رویّہ کی وجہ سے اس لڑائی کا نام حرب الفجار پڑ گیا"۔ (۱۳)

پیر محمد کرم شاہ الازہری حربِ فجار کی وجہِ تسمیہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"اس جنگ کو حرب فجار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جنگ کے دونوں فریقوں نے ان مہینوں میں ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کی جن میں جنگ کرنا عہدِ جاہلیت میں بھی حرام سمجھا جاتا تھا۔ یہ شریعتِ ابراہیمی کا حکم تھا جس پر عرب معاشرہ میں اس وقت بھی سختی سے عمل کیا جاتا تھا۔ یہ حرمت والے مہینے یہ تھے۔ ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم۔ یہ تینوں مہینے ایک ساتھ تھے۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ جزیرۂ عرب کے اطراف و اکناف سے لوگ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے آئیں تو انہیں راستہ میں مکمل امن و امان میسر ہو۔ کسی اچانک حملہ یا کسی راہزن کا انہیں اندیشہ نہ ہو۔ اور جب یہ فریضہ ادا کرنے کے بعد اپنے وطن واپس جائیں تب بھی خیر و عافیت کے ساتھ واپس جا سکیں۔ چوتھا مہینہ رجب کا تھا۔ یہ ان کے نزدیک عمرہ ادا کرنے کے لئے مخصوص تھا۔ اس میں بھی قاصدِ حرم کو ضمانت دی گئی تھی کہ وہ آزادی اور اطمینان سے یہ سفر کرے۔ اس کی جان اور مال سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اسلام نے بھی ان تینوں مہینوں کی حرمت کو برقرار رکھا اور مسلمانوں پر بھی حرام قرار دیا کہ وہ ان میں جنگ کا آغاز کریں۔ اگر دشمن ان پر حملہ کر دے تو اپنے دفاع میں انہیں ہتھیار اٹھانے کی اجازت دی گئی"۔ (۱۴)

اس سلسلے میں ایک تکلیف دِہ بات یہ ہے کہ ہمارے کئی معزز و محترم سیرت نگار حضرات حربِ فجار کا ذکر کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہتکِ حرم کا الزام بھی لگا دیتے ہیں۔ "الوفا" میں ہے۔ "فجارِ ثانی کی جنگ حرم کے اندر ہوئی اور ہتکِ حرم کا ارتکاب ہوا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس جنگ میں موجود تھے"۔ (۱۵) اگرچہ دو صفحات کے بعد لکھا ہے کہ حلف الفضول فجارِ ثانی سے واپسی پر منعقد ہوئی اور فجارِ ثانی شوال میں ہوئی۔ (۱۶) اگرچہ خود عبدالرحمان ابنِ جوزی کا یہ

کہنا درست ہے کہ یہ جنگ جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شریک ہوئے' شوال میں ہوئی اور یہ بات تو طے ہے کہ یہ حرمت کے مہینوں میں نہیں ہوئی لیکن ابنِ جوزی نے اسے حرم کے اندر ہونے کی وجہ سے ہتکِ حرم کا ارتکاب قرار دیا اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شریک بتایا۔

صفی الرحمان مبارکپوری اسے حرم کے اندر بھی اور حرمت کے مہینے میں بھی قرار دیتے ہیں۔ "اسے حربِ فجار اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں حرم اور حرام مہینے دونوں کی حرمت چاک کی گئی۔ اس جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے تھے"۔ (۱۷)

صورتِ حال یہ ہے جیسا کہ جوہری نے صحاح میں لکھا ہے کہ قریش نے اس جنگ کو فجار کے نام سے اس لیے موسوم کیا کہ یہ ماہِ حرام میں ہوئی تھی اور ماہ حرام میں لڑنا چونکہ فجور ہے' اس بنا پر قریش نے کہا' **قد فجرنا** (ہم نے فجور کا ارتکاب کیا ہے)۔ (۱۸) لیکن جس چوتھی جنگ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرکت کی' وہ حرمت کے مہینوں یعنی ذی قعدہ' ذی الحجہ' محرم اور رجب میں نہیں' بلکہ شوال میں ہوئی تھی۔ محمد ابنِ سعد لکھتے ہیں۔ "ضحاک کے علاوہ دوسرے راوی نے مجھ سے روایت کی ہے کہ جنگ فجار شوال میں ہوئی تھی"۔ (۱۹) مولانا مودودی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ (۲۰)

اس سلسلے میں تفصیلی معلومات محمد ابراہیم سیالکوٹی دیتے ہیں۔ "حربِ فجار کئی سال تک جاری رہا۔ ایک دفعہ تو عبداللہ بن جدنان کی کوشش سے (جن کا ذکر انشاء اللہ حلفُ الفضول میں آئے گا) صلح ہو گئی۔ اور لڑائی کئی سال تک بند رہی۔ لیکن پھر ایک ناگوار بات سے بگڑ گئی اور چار سال تک جاری رہی۔ اس دوسری دفعہ کے سلسلہ میں جس سال کی لڑائی میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بھی شریک ہوئے' وہ ماہِ شوال میں ہوئی تھی (کاتب الواقدی صفحہ ۲۴) جو اشہرِ حرم سے پہلے پڑتا ہے۔ اس لیے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ مجھے یہ کہنا پسند نہیں کہ میں نے یہ نہ کیا ہوتا (جیسا کہ قاموس کے حوالہ سے اوپر مذکور ہو چکا ہے) لیکن چونکہ اس خونریز جنگ کی ابتدا ادب کے مہینے ذوالقعدہ میں ہوئی تھی اس لیے اس کا نام وہی

حربِ فجار رہا۔ ہرچند کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اس وقت بعدہٗ نبوت ممتاز نہیں ہوئے تھے لیکن پھر بھی چونکہ نبی قبل از نبوت بھی محفوظ ہوتا ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے آپ کو ماہ حرام کی حرمت لوٹنے والے سال میں شریک ہونے سے بچا لیا اور جس میں شریک کیا' وہ ادب کے مہینے میں واقع نہ ہوئی تھی بلکہ شوال میں ہوئی تھی"۔ (۲۱)

حربِ فجار کب تک جاری رہی

حربِ فجار مسلسل چار سال جاری رہی۔ پورے سال میں چند روز تک یہ شعلے بھڑکتے اور سال تمام کے بقیہ ایام میں مکہ کے رہنے والے تجارت اور سودی کاروبار میں لگے رہتے۔ ہیکل دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ "یہ لڑائی سال میں چند روز مگر مسلسل چار برس تک جاری رہنے کے بعد بادیہ نشین قبائل کے ان پیش کردہ شرائط پر ختم ہو گئی: فریقین کی برابر برابر تعداد میں سے زائد منہا کرنے کے بعد ان مقتولین کی دیت فریق قاتل کے ذمہ پڑے۔ شمار کرنے کے کے بعد ہوازن کے مقتول بیس کی تعداد میں زائد تھے۔ قریش نے جن کی دیت ادا کر دی مگر آج سے براض شقاوت و بدبختی میں ضربُ المثل بن گیا"۔ (۲۲)

حربِ فجار کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک کتنی تھی

علامہ عبدالرحمان ابن جوزی حربِ فجار کی دو جنگوں کے قائل ہیں۔ لکھتے ہیں کہ حربِ اول میں تین بار جنگ ہوئی اور حربِ ثانی وہ تھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی شامل تھے۔ لکھتے ہیں کہ حربِ اول کے وقت سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک دس برس تھی اور حربِ ثانی کے وقت ایک قول کے مطابق چودہ برس اور دوسرے کے مطابق بیس سال تھی۔ (۲۳) عبدالرؤف دانا پوری لکھتے ہیں۔ "حربِ فجار میں دو دفعہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) شریک ہوئے۔ ایک دفعہ عمر پندرہ سولہ برس کی تھی' دوسری دفعہ کچھ زیادہ"۔ (۲۴) احمد زینی دحلان چودہ سال عمر لکھتے ہیں۔ (۲۵) ابنِ سعد اور محمد ابراہیم سیالکوٹی بیس سال بتاتے ہیں۔ (۲۶)

اس سلسلے میں جو لطیفہ محمد حسین ہیکل نے گھڑا ہے' وہ خوب ہے۔ لکھتے ہیں۔

"اس موقعہ (موقع) پر آپؐ کا سنِ مبارک دس سال کا تھا یا بیس سال کا؟ اس میں دو رائے ہیں۔ تاریخ قطعیت کے ساتھ ایک رائے پر اعتماد کرنے سے ساکت ہے لیکن (پندرہ اور بیس برس) دونوں میں صورتِ تطبیق یہ ہو سکتی ہے کہ جب لڑائی شروع ہوئی تو آپ کا سنِ مبارک دس سال کا ہو چکا تھا اور جنگ کا آخری سال سنِ مبارک کا بیسواں سال تھا۔ یہ لڑائی چار سال تک مسلسل جاری رہی"۔ اور ان چار برسوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر شریف میں دس سال کا اضافہ ہو گیا۔ مگر یہ پہلا لطیفہ نہیں ہے، ہمارے محترم سیرت نگاروں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر قلم اٹھاتے ہوئے اتنی ہی احتیاطیں برتی ہیں کہ ایسی کئی صورتیں سامنے آجاتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حربِ فُجّار میں کیوں شریک ہوئے؟

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس معرکے میں اپنی شرکت کا خود ذکر فرمایا ہے کہ میں اس معرکہ میں اپنے اعمام (چچوں) کے ساتھ شریک تھا۔ اس معرکے میں آپؐ کی شرکت کا سببِ اول تو یہ تھا کہ قریش حق پر تھے اور ایک خون ناحق کے طالبِ قصاص۔ اس سبب سے ان کا یہ طرزِ عمل ہر منصب مزاج اور عدالت پسند شخص کے نزدیک پسندیدہ تھا اور مناسب۔ دوم یہ کہ اپنے قبیلے کی عظمت و اقتدار اور امرِ حق میں اپنے بزرگوں کی حمایت و نصرت بھی ضروری تھی۔ آپؐ کی یہ شرکت اپنے اعمام کی حمایت و نصرت تک محدود تھی۔ (۲۸)

اس جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شرکت کی حیثیت

محمد ابنِ سعد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیثِ پاک بیان کی ہے جس کا ترجمہ علامہ عبداللہ العمادی نے مختلف کیا ہے، مولانا مودودی نے مختلف۔ اول الذکر نے ترجمہ کیا۔ "میں اپنے چچاؤں کے ساتھ اس جنگ میں موجود تھا۔ میں نے اس میں شرکت کی تھی۔ تیر چلائے تھے اور میرے لیے باعثِ پریشانی نہیں"۔ (۲۹) ہیکل نے بھی اس حدیث کا یہی ترجمہ کیا ہے۔ (۳۰) مولانا مودودی لکھتے ہیں۔ "ابنِ سعد کا بیان ہے کہ بعد میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرمایا کرتے تھے کہ میں

اس میں اتنا حصہ نہ لیتا تو اچھا تھا"۔ (۳۱)

بعض حضرات لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تیر ترکشوں سے نکال کر چچوں کو دیتے تھے۔ (۳۲) اور خود جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ شبلی لکھتے ہیں۔ "چونکہ قریش اس جنگ میں برسرِ حق تھے اور خاندان کے ننگ و نام کا معاملہ تھا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شرکت فرمائی لیکن جیسا کہ ابنِ ہشام نے لکھا ہے، آپؐ نے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا"۔ (۳۳) فوق بگرامی بھی کہتے ہیں۔ "اس جنگ میں آنحضرت صلعم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا طرزِ عمل بالکل مدافعانہ ثابت ہوتا ہے، نہ مخاصمانہ۔ اور حقیقت میں جس طرح جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض اپنے اعمام کی نصرت و حمایت کی ضرورت سے اس لڑائی میں شریک ہوئے تھے، اسی طرح بنی ہاشم بھی قریش کی قرابت کے لحاظ سے شریک جنگ ہوئے تھے، ورنہ اصل مخاصمت بنی کنانہ اور بنی قیس کی تھی"۔ (۳۴)

شبلی اور فوق دونوں نے امام سہیلی کی عبارت نقل کی ہے کہ "آپؐ نے اس لڑائی میں جنگ نہیں کی، حالانکہ آپؐ لڑائی کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ اس کا باعث یہ تھا کہ یہ جنگ ایامِ حرام میں واقع ہوئی تھی۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ جانبین کفار تھے اور مسلمانوں کو خدا نے لڑائی کا حکم صرف اس لیے دیا ہے کہ خدا کا بول بالا ہو"۔ (۳۵)

محمد حسین ہیکل تطبیق کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ "آپؐ نے بھی اس لڑائی میں شرکت فرمائی؟ اس میں بھی دو علٰحدہ علٰحدہ رائے ہیں۔ اولاً" ہوازن کی طرف سے جو تیر ادھر آتے، آپؐ انھیں چُن چُن کر اپنے بزرگوں کے حوالے فرما دیتے تاکہ وہ ان (تیروں) کو ہوازن کے سینوں میں پیوست کرائیں۔ ثانیاً" آپؐ نے خود بھی ہوازن پر تیر برسائے۔ ان دونوں صورتوں میں وجہِ تطبیق یہ ہے کہ آپؐ ابتدائے جنگ میں عدمِ بلوغ کی وجہ سے لڑائی میں حصہ نہ لے سکے، صرف تیر جمع کر کے اپنے بزرگوں کو پیش کرتے رہے۔ مگر جنگ کے زمانہ میں جو چار سال تک مسلسل رہا، عمر پختہ ہو گئی۔ اب آکر خود بھی لڑائی میں حصہ لینے لگے"۔ (۳۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک ہیکل نے چار برس میں دس سال سے بیس سال تک بڑھا دی ہے، اس لیے ان کی تطبیق کا "جواز بن گیا ہے"۔ ورنہ

صورت یہ ہے کہ سیرتِ پاک کے تمام واقعات کے بارے میں دو دو، تین تین روایتیں موجود ہیں اور کسی ایک بات پر اتفاقِ رائے نظر نہیں آتا۔

اصل معاملہ یہ ہے کہ امام سہیلی نے بھی دوسرے کئی حضرات کی طرح اس جنگ کو جس میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے شرکت فرمائی، حرمت کے مہینے میں بتایا، اس لیے تیر نہ چلانے کی بات ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ جنگ شوال میں ہوئی تھی اس لیے حرمت کے مہینے کا معاملہ تو درست نہیں۔ البتہ یہ بات قرین قیاس ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (۳۷) اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تیر اپنے اعمام کو پکڑائے ہوں گے، خود شاید نہ چلائے ہوں۔

شرکائے حربِ فجار

ابنِ سعد نے حربِ فجار میں احابیش کے یہ قبائل شامل بتائے ہیں۔ الحارث بن عبدالمنات بن کنانہ، عضل، القارہ، دیش، المصطلق۔ ابنِ سعد کہتے ہیں، آیندہ سال کے لیے قبیلۂ قیس عیلان کے لوگوں نے جنگ کی تیاری کر لی۔ قبیلۂ قیس کے یہ لوگ شامل ہوئے۔ ابوبراء عامر بن مالک بن جعفر۔ سبیع بن ربیعہ بن معاویہ النصری۔ درید بن الصمہ۔ مسعود بن معتب الثقفی۔ ابوعروہ بن مسعود۔ عوف بن ابی حارثہ۔ عباس بن رعل السلمی۔ سردارانِ قریش میں یہ لوگ تھے۔ عبداللہ بن جدعان، ہشام بن مغیرہ، حرب بن امیہ، ابواحیحہ سعید بن عاص، عتبہ بن ربیعہ، عاص بن وائل، معمر بن حبیب الجمحی، عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبدِ مناف۔ (۳۸)

ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ نے قریش اور ان کے حلیف کنانہ کی فوج کے بارے میں لکھا ہے کہ بنو ہاشم کی قیادت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ کر رہے تھے۔ بنو عبدِ شمس اور ان کے حلیفوں کی عکرمہ بن ہاشم، بنو اسد بن عبدالعزیٰ کی خویلد بن اسد، بنو زہرہ کی مخرمہ بن نوفل، بنو تیم کی عبداللہ بن جدعان، بنو مخزوم کی ہاشم بن مغیرہ، بنو السہم کی العاص بن وائل، بنو جمح کی امیہ بن خلف، بنو عدی کی زید بن عمرو، بنو عامر بن لوی کی عمرو بن شمس، بنو فہر کی عبداللہ بن الجراح، بنو بکر کی بلعاء بن قیس اور احابیش کی الحلیس

الکنانی۔ (۳۹)

حواشی

۱۔ محمد حسین ہیکل۔ حیاتِ محمدؐ۔ اردو ترجمہ از ابویحییٰ امام خاں نوشہروی۔ ص ۱۳۰

۲ ۔ ماہنامہ "الوارث" کراچی۔ ضمیمہ رسولِ کریمؐ نمبر۔ ص ۱۹، ۲۰ / ابوالحسن علی ندوی۔ نبیؐ رحمتؐ۔ ص ۱۰۹ / سیرت الرسولؐ من القرآن۔ ص ۸۹ / عبدالمقتدر۔ سیرتِ طیبہ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۵۰، ۵۱ / حفظ الرحمان سیوہاروی۔ نور البصر فی سیرۃ خیر البشرؐ۔ ص ۴۴

۳ ۔ الوفا باحوالِ مصطفیٰؐ۔ ص ۱۷۲

۴ ۔ سیرتِ دحلانیہ۔ اردو ترجمہ از صائم چشتی۔ ص ۲۸۹

۵ ۔ مودودی، ابوالاعلیٰ۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۹، ۱۱۰

۶ ۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۴۰۵ مضمون "عہدِ نبویؐ میں عدلیہ اور انتظامیہ" از ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ۔ اردو ترجمہ از محمود عالم قریشی

۷ ۔ ضیاء النبیؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۳

۷ ۔ الف ۔ ضیاء النبی۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۶، ۱۱۷

۸ ۔ ضیاء النبی۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۵ تا ۱۱۸

۹ ۔ سیرت النبیؐ کامل مرتبہ ابنِ ہشام۔ اردو ترجمہ از عبدالجلیل صدیقی۔ ص ۲۱۰

۱۰ ۔ فوق بلگرامی، سید اولادِ حیدر۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۰

۱۱ ۔ فضل الرحمان، سید۔ ہادیٔ اعظمؐ۔ ص ۹۲

۱۲ ۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۹

۱۳ ۔ ایضاً۔ ص ۱۳۰

۱۴ ۔ ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۸، ۱۱۹

۱۵ ۔ الوفا۔ ص ۱۷۳

۱۶ ۔ الوفا۔ ص ۱۷۵

۱۷ ۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۹

۱۸ - سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۹۔ حاشیہ

۱۹ - طبقاتِ ابنِ سعد۔ حصہ اول۔ اخبارُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ص ۱۹۹

۲۰ - سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۹

۲۱ - ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرتُ المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۳۔ حاشیہ

۲۲ - حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۱، ۱۳۰

۲۳ - الوفا۔ ص ۱۷۲، ۱۷۳

۲۴ - عبدالروٴف دانا پوری۔ اصح السیر۔ ص ۱۳

۲۵ - سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۸۸

۲۶ - طبقاتِ ابنِ سعد۔ حصہ اول۔ اخبار النبیؐ۔ ص ۱۹۸ / ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرتُ المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۲

۲۷ - حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۰

۲۸ - فوق بلگرامی۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۰

۲۹ - طبقاتِ ابنِ سعد۔ حصہ اول۔ ص ۱۹۸

۳۰ - حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۰

۳۱ - سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۰

۳۲ - ضیاء النبی۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۷

۳۳ - شبلی نعمانی۔ سیرتُ النبیؐ۔ جلد اول۔ "حربِ فجار کی شرکت"

۳۴ - اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۰

۳۵ - شبلی۔ سیرت النبیؐ۔ جلد اول۔ "حربِ فجار کی شرکت" / اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۱

۳۶ - حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۳۰

۳۷ - (وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ)۔ الانبیاء۔ ۲۱ : ۱۰۷

۳۸ - طبقاتِ ابنِ سعد۔ حصہ اول۔ ص ۱۹۵ - ۱۹۷

۳۹ - ابنِ ہشام۔ المسعودی۔ بحوالہ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۲۰۶

حربِ فجار میں شریک افراد

درید بن الصمہ

حربِ فجار میں قریش کے مقابلے میں قبیلۂ قیس تھا۔ لڑنے کے لیے اس قبیلے کے ۶ سردار آئے۔ اور ہر سردار کی فوج اپنی اپنی جگہ مستقل و خود مختار تھی۔ ابنِ سعد سرداروں میں درید بن الصمہ کا نام بھی شامل کرتے ہیں۔ (۱) حضرت ربیعہ ابنِ رفیع سے روایت ہے کہ غزوۂ حنین کے دن جب مشرکوں کو شکست ہوئی تو اس وقت انھوں نے درید بن ضمہ کو دیکھا اور پکڑ لیا۔ اس کے اونٹ کو بٹھایا تو معلوم ہوا کہ وہ بہت بوڑھا ہے کہ اس کو نوعمر لوگ پہچان نہیں سکتے۔ درید نے ان سے پوچھا، تم کیا چاہتے ہو۔ ربیعہ نے کہا میں تجھے قتل کروں گا۔ درید نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ انھوں نے کہا میں ربیعہ بن رفیع سلمی ہوں اور اپنی تلوار سے درید کو مارا مگر یہ وار کاری نہ ہُوا۔ تو درید نے کہا کہ تیری ماں نے تجھے بہت بُرے ہتھیار دیئے۔ میری تلوار پیچھے سے نکال اور اس سے مجھے مار اور ہڈیوں سے اوپر اور دماغ سے نیچے مار کیونکہ میں لوگوں کو اسی طرح قتل کیا کرتا تھا۔ اور ہاں جب تم اپنی ماں کے پاس جاؤ تو اس سے یہ ضرور کہنا کہ میں نے درید بن ضمہ کو قتل کیا ہے کیونکہ خدا کی قسم بہت دن ایسے آئے ہیں کہ تیرے خاندان کی عورتیں اس بارے میں ممانعت کرتی تھیں۔ اس کے بعد حضرت ربیعہ نے اسے قتل کر دیا۔

قتل کرنے کے بعد ربیعہ اپنی ماں کے پاس گئے اور ان سے درید کے قتل کرنے کے بارے میں خبر دی تو اس نے کہا کہ درید نے تمہاری ماؤں کو تین مرتبہ آزاد کیا تھا۔ ابوعمر نے ان کی والدہ کا نام دغنہ کہا ہے اور لوگ انھیں لدغہ کہتے تھے۔

(۳)

حواشی

۱۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ جلد اول۔ ص ۱۹۸

۲۔ ان کا نام ربیعہ ابن رفیع تھا مگر یہ ابن الدغنہ کے نام سے مشہور تھے کیونکہ یہ ان کی والدہ کا نام تھا۔ ان کا نسب یہ ہے۔ ربیعہ ابن رفیع بن اہبان بن ثعلبہ بن نسیعہ بن ربیعہ بن یربوع بن سمال بن عوف بن امراء القیس بن بہثہ بن سلیم۔ یہ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے تھے اور اس کے بعد یہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بنی تمیم کے وفد کے ہمراہ آئے تھے۔ (اُسُد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۲۳۱)

۳۔ اسد الغابہ۔ جلد سوم۔ ص ۲۳۱، ۲۳۲

ابو براء عامر بن مالک بن جعفر (قیس)

حربِ فجار میں قبیلۂ قیس کی طرف سے جو سردار اپنی اپنی فوج کے ہمراہ آئے تھے، ان میں ابو براء عامر بن مالک بن جعفر بھی شامل ہے۔ ابنِ سعد کے مطابق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب کے اولی الامر یہی تھے۔ اور جھنڈا انھی کے ہاتھ میں تھا۔ قریش کے مقابلے میں قیس کی صفیں انھی نے برابر کی تھیں۔ (۱)

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ ابو براء جو کہ بنی قیس کا سردار تھا۔ اس نے اپنے قبیلے کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا اور طنز و مزاح کے طور پر طعن کر رہا تھا۔ نیزہ چلے گا یا تیر چلے گا۔ (۲) ۔

بنو قیس ابو براء عامر بن مالک کی قیادت میں جنگ کے لیے تیار ہو کر نکلے۔ اور بنو قیس نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ اے گروہِ قریش! ہم عُروہ کے خون کو رائیگاں نہیں ہونے دیں گے۔ اور تم میں سے ایک بڑے سردار کو اس کے بدلے میں قتل کر کے رہیں گے اور آئندہ سال انھی ایام میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہو گا۔ (۳)

حواشی

۱۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ اول۔ ص ۱۹۷

۲۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۸۹

۳۔ ضیاء النبیؐ۔ اول۔ ص ۱۲۱

ابو عروۃ بن مسعود (قیس)

ماہِ حرام میں لڑی جانے والی حربِ فجار میں قبیلۂ قیس کے سات سرداروں میں ابو عروۃ بن مسعود کا نام بھی ملتا ہے۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ اول۔ ص ۱۹۷

عباس بن رعل السلمی (قیس)

حربِ فجار میں قبیلۂ قیس کے عباس بن رعل السلمی کا نام بھی شامل ہے۔ یہ قیس کے سرداروں میں سے ایک ہیں۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ اول۔ ص ۱۹۷

بسبع بن ربیعہ (قیس)

بسبع بن ربیعہ بن معاویہ النصری کو ابنِ سعد قبیلۂ قیس کے ان سات سرداروں میں شامل کرتے ہیں جنھوں نے حربِ فجار میں قریش کے ساتھ جنگ کی تھی۔ (۱)

حاشیہ

۱- طبقاتِ ابن سعد- اول- ص ۱۹۷

مسعود بن معتب ثقفی (قیس)

ابن سعد قبیلہ قیس کے سرداروں میں مسعود بن معتب ثقفی کو بھی شمار کرتے ہیں۔ (۱) ہوازن کا سالار مسعود بن معتب تھا۔ (۲) ایک بار بدبخت ولید بن مغیرہ نے کہا "کیا مجھے اور ابو مسعود عمرو بن عمیر ثقفی کو چھوڑ کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر قرآن اتارا جاتا ہے حالانکہ ہم دونوں مکہ اور طائف کے بڑے آدمی ہیں۔ میں قریش کا سردار اور ان کا بڑا آدمی ہوں اور ابو مسعود ثقیف کا سردار ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ (ترجمہ) اور وہ کہتے ہیں' یہ قرآن دونوں شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا۔ کیا یہ لوگ تیرے رب کی رحمت کو آپس میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں"۔ (۳)

حواشی

۱- طبقاتِ ابن سعد- اول- ص ۱۹۷

۲- ضیاء النبیؐ- اول- ص ۴۹

۳- مختصر سیرۃ الرسولؐ- ص ۲۲۳' ۲۲۴

عوف بن ابی حارثہ المری (قیس)

عوف بن ابی حارثہ المری قبیلۂ قیس کی طرف سے حربِ فجار میں شریک ہوئے۔ یہ ان سات سرداروں میں سے تھے جو حربِ فجار میں لڑے۔ (۱)

حاشیہ

۱- طبقاتِ ابن سعد- اول- ص ۱۹۷

الحلیس الکنانی

حربِ فجار میں جب قریش اور ان کے حلیف کنانہ کی فوج ترتیب دی گئی تو احابیش کی فوج کی قیادت الحلیس الکنانی کے سپرد کی گئی۔ (۱) عرب کے حبشی قبیلوں میں بنو حارث' بنو مصطلق' بنو حیا بن سعد' ہوحون' بنو قارہ اور بنو قارظ شامل تھے۔ ان حبشی قبائل نے مسلمانوں کے خلاف قریش (۲) کو ہر قسم کی امداد دی۔ طبری کی روایت کے مطابق ابرہہ کے حملے کے خلاف حبشیوں نے اہلِ قریش کی ہر قسم کی امداد کی۔ اس کا حلف وہ پہلے ہی اٹھا چکے تھے۔ چوتھی جنگِ فجار میں بھی حبشیوں نے اہلِ مکہ کا ساتھ دیا۔ چوتھی حربِ فجار وہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شریک ہوئے تھے۔ (۳)

مسلمانوں کے خلاف پہلی بار احابیش نے شعبِ ابی طالب کی محصوری میں ابوجہل وغیرہ کا ساتھ دیا اور مسلح طور پر جنگِ اُحد میں کفارِ مکہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ البتہ جب صلح حُدیبیہ کے واقعے میں قریش نے سید الاحابیش طلیس بن علقمہ کو سفیر بنا کر بھیجا تو اس نے مسلمانوں کے قربانی کے جانور اور عمرہ کا ارادہ دیکھ کر الٹا قریش کو ڈانٹا کہ اگر مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روکا گیا تو احابیش مسلمانوں کی مدد کریں گے۔ یہی احابیش تھے جنھوں نے فتح مکہ کے وقت مکہ کی گلیوں میں حضرت خالدؓ بن ولید کے ساتھ جنگ کی تھی اور پھر جُوق در جُوق مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوتے گئے۔ (۴)

حواشی

۱- نقوش- رسولؐ نمبر- جلد ۱۱- ص ۶۰۶

۲- احابیش قریش کے حلیف کیسے بنے۔ اس کے بارے میں سید قاسم محمود لکھتے ہیں۔ "بنو حارث کا ایک شخص مکہ آیا تو اس نے ایک گھر سے پانی پینے کے لیے مانگا۔ یہ محلّہ بنو مخزوم کا تھا۔ گھر سے ایک عورت نکلی تو تاجر شرمندہ ہو کر بولا۔ "خود کیوں

آئیں، کسی بچے کو کیوں نہ بھیجا"۔ عورت نے جواب دیا کہ بنو بکر بن عبدِ مناف نے ہمیں اس قابل کہاں رکھا ہے کہ ہمارے مرد گھروں میں رہیں۔ وہ شخص اپنے قبیلہ میں واپس گیا تو انہیں ترغیب دی کہ قریش کی مدد کی جائے۔ عبدِ مناف بن قصی نے بنو ھون اور بنو حارث کو حلف کی دعوت دی، جسے انھوں نے قبول کر لیا۔ بعد ازاں دیگر قبائل بھی حلف میں شریک ہوئے۔ حمادادیہ کا بیان ہے کہ یہ حلف قصی کے زمانے میں اٹھایا گیا تھا"۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ ص ۱۰۷)

۳۔ اظہر محمود۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیاہ فام رفقاء۔ ص ۱۴، ۱۵

۴۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ ص ۱۰۷

حضرت ابوطالبؓ بن عبدالمطلب

احمد بن زین دحلان حربِ فجار میں حضرت ابوطالبؓ کی شرکت کا ذکر کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ جب ہوازن کو کنانہ کے ہاتھوں شکست ہوئی تو انھوں نے کہا۔ تو پروا نہ کر۔ (۱)

حربِ فجار میں "نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سترہ یا بیس سال کی عمر میں شرکت کی تھی۔ یعقوبی کا رُجحان اس روایت کو قبول کرنے کی طرف سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ جنگِ فجار ماہِ محترم رجب میں ہو رہی تھی جبکہ ازرُوئے قاعدۂ عرب جنگ نہیں ہونی چاہیے۔ اس لیے ابوطالبؓ نے شرکت سے انکار کیا تھا۔ اور ان کے انکار کی وجہ سے عبداللہ بن جدعان تیمی اور حرب بن امیہ اموی نے بھی انکار کر دیا تھا۔ مگر زبیر بن عبدالمطلب کو بجبر و اکراہ نکلنا اور شامل ہونا پڑا تھا۔ دوسری روایت کو اگرچہ یعقوبی نے بیان کیا ہے تاہم لفظ "قیل" سے شروع کر کے کہتا ہے کہ ابوطالب اور ان کے ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجار میں شریک ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کہ یعقوبی کا مقصد بڑا معصوم و نیک تھا اور وہ یہ کہ ابوطالب کو ماہِ حرام کی حرمت کی ہتک کے الزام سے بچا لے لیکن دوسرے تمام مؤرخین و سیرت نگارانِ رسولؐ کا اس پر اتفاق ہے کہ ابوطالب اپنے خاندان بنی ہاشم و بنی امیہ کے ساتھ انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی خاطر اس جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ اور ان کے انکار کی اور کوئی روایت کہیں نہیں ملتی ہے۔ (۲)

یاسین مظہر صدیقی حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ "تاریخ یعقوبی دوم۔ ص ۱۴، ۱۵۔ ابنِ اسحاق ص ۸۲ نے تین چار سطروں میں فجار کی جنگ کا ذکر کیا ہے لیکن اس میں آپؐ کی یا اس کے خاندان کی شرکت کا ذکر نہیں کیا ہے۔ بلاذری، انساب اول۔ ص ۱۰۰ - ۱۰۳ نے آپؐ کے اپنے چچاؤں کے ساتھ جنگ میں شرکت کا ذکر کیا ہے۔ بلاذری کے یہاں اس پر تو اختلاف ملتا ہے کہ آپؐ شریک تھے یا نہیں لیکن آپؐ کے چچاؤں کی شرکت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے"۔ (۳)

حواشی

۱۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۸۹

۲۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد۱۔ ص ۵۷۶۔ مضمون تاریخ یعقوبی: سیرتِ نبویؐ کا ایک اہم قدیم مآخذ از ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

۳۔ ایضاً"۔ ص ۵۹۲۔ حاشیہ

الخطاب بن مرداس

ابنِ خلدون الخطاب بن مرداس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ زمانۂ جاہلیت میں قریش الظواہر کے سردار تھے اور ان سے مرباع یعنی چوتھ وصول کیا کرتے تھے۔ مزید لکھتے ہیں کہ الخطاب فجار کی جنگ میں بھی شریک رہے۔ ان کے بیٹے ضرار کا شمار اسلام کے مشہور شہ سواروں اور شاعروں میں ہوتا ہے۔ (۱) ابنِ اثیر ضرار ابنِ مرداس کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ ان کے والد خطاب اپنے زمانے میں بنی فہر کے رئیس تھے اور انھوں نے اپنی قوم کے لیے ایک مسافر خانہ بھی بنایا تھا۔ (۲)

ان دونوں سیرت نگاروں کی بات سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ الخطاب بن مرداس نے اسلام کا زمانہ پایا یا نہیں۔ یعنی ان کے مسلمان ہونے کی کوئی خبر نہیں۔

البتہ ان کے بیٹے ضرار کے ذکر میں ابن اثیر لکھتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کے سردار کی حیثیت سے حربِ فجار میں شریک ہوئے تھے۔ (۳)

حواشی

۱۔ تاریخ ابنِ خلدون۔ حصہ اول۔ ص ۲۴۹
۲۔ اُسُد الغابہ۔ جلد پنجم۔ ص ۴۹
۳۔ ایضاً"

ضرار بن مرداس (بنی فہر)

حضرت ضرارؓ بن مرداس کا نسب یہ ہے۔ ضرار بن مرداس بن کثیر بن عمرو بن حبیب بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر بن مالک قریشی فہری۔ ضرارؓ بن مرداس حربِ فجار کے دن بنی محارب بن فہر کی طرف سے سردار تھے۔ ان کا شمار قریش کے شہسواروں' بہادروں اور شیریں کلام شاعروں میں ہوتا تھا۔ زبیر بن بکار کے مطابق قریش میں ان سے اور ابن زبعریٰ سے بہتر شاعر کوئی نہ تھا۔ یہ ان چار آدمیوں میں سے تھے جنھوں نے خندق کھودی تھی۔ یہ فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے تھے۔ حضرت ضرارؓ کے بارے میں ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے ایک بار حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مذاق میں کہا کہ قریش کے مقابلے میں ہم لوگ آپ سے زیادہ فائدے میں رہے کیونکہ آپ لوگوں نے کافروں کو قتل کیا اور وہ دوزخ میں گئے۔ اور ہم نے مسلمانوں کو قتل کیا اور وہ جنت میں گئے۔ اوس اور خزرج نے اس بات پر اختلاف کیا اور کہا کہ سب سے زیادہ اُحُد کے دن کس نے شجاعت دکھائی تھی۔ چونکہ ضرار بھی غزوۂ احد میں کافروں کی طرف سے شامل تھے اس لیے ان لوگوں کا خیال تھا کہ یہ بھی غزوۂ احد کے حالات سے واقف ہیں۔ اس لیے ان سے پوچھا۔ جواب میں حضرت ضرار نے کہا کہ "میں اوس اور خزرج کو نہیں جانتا مگر میں نے اُحُد کے دن گیارہ آدمیوں کا نکاح حوروں سے کرا دیا تھا"۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۵۰

اُمیّہ بن خلف

حربِ فجار میں قریش کے قبیلہ بنو جمح کی فوج کا سردار امیہ بن خلف تھا۔ (۱)

نام و نسب

امیہ بن خلف بنو جمح میں عمرو بن ہصیص بن کعب کے خاندان سے تھا۔ (۲)
امیہ کا نسب یہ ہے۔ امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح (۳)

اُمیّہ بن خلف کی مکروہ حرکات

شیخ عبداللہ لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مذاق کرنے والوں میں سرگرم رکن امیہ بن خلف بھی تھا۔ یہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتا تو آنکھ دبا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں یہ پوری سورۃ اتاری۔
وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ــ ابنِ ہشام کہتے ہیں کہ "ہُمزة" وہ ہے جو کسی کو علانیہ طور پر گالیاں دے اور آنکھ دبا کر اس کی طرف اشارے کرے۔ اس کی ہجو میں حضرت حسانؓ بن ثابت نے کہا ہے۔ "ہمزہ" کی جمع "ہمزات" ہے اور "لمزۃ" وہ ہے' جو چھپ چھپ کر لوگوں کی عیب جوئی کرے اور اذیت پہنچائے۔

○ "نفس کی کمینگی کی وجہ سے تیرے' آنکھوں آنکھوں میں اشارے' شعلہ کی طرح بھڑکنے والے اشعار سے اب ماند پڑ گئے ہیں"۔ (۴)

حضرت بلالؓ اور اُمیّہ بن خلف

حضرت بلالؓ بنی جمح کے غلاموں میں سے تھے۔ ان کے مالک کا نام امیہ بن

خلف تھا۔ (۵)

اظہر محمود اپنی کتاب "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقا" میں حضرت بلالؓ پر ہونے والے ظلم و ستم کا تفصیلی ذکر کرتے ہیں کہ جب حضرت بلالؓ نے اسلام قبول کیا تو ان کا مالک اُمیّہ بن خلف ان پر بہت ظلم کرتا تھا۔

مشہور صحابی حضرت عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا بلالؓ کو ایسی حالت میں دیکھا کہ امیہ نے ان کو ایسی سخت تپتی ہوئی زمین پر لٹا رکھا تھا کہ جس پر گوشت رکھ دیا جاتا تو وہ گل جاتا مگر وہ اس حالت میں بھی کہہ رہے تھے کہ میں لات و عزّیٰ سے انکار کرتا ہوں۔ امین نے دیکھا کہ اتنی سختیوں کے باوجود اس عاشق ذوالجلال کے ماتھے پر شکن نہیں پڑی تو اس کی آتش غضب بھڑک اٹھی اور اس نے اپنے دوسرے غلاموں اور بنو تمیم کے لونڈوں کو ہُشکار دیا کہ لات و ہبل کے اس باغی کو اتنی اذیتیں دو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے خدا کا نام لینا چھوڑ دے۔ وہ بدبخت امیہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سیدنا بلالؓ کو بُری طرح مارتے پیٹتے، دن کے وقت ان کے کپڑے اتروا کر لوہے کی زرہ پہناتے اور دھوپ میں ڈال دیتے۔ شام کو ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک کوٹھڑی میں پھینک دیتے اور رات کو انہیں تازیانے رسید کرتے رہتے لیکن سیدنا بلالؓ کی زبان سے "اَحد اَحد" کے سوا کچھ نہ نکلتا۔

علامہ ابن سعد کا بیان ہے کہ امیّہ سیدنا بلالؓ کے گلے میں رسی باندھ کر انہیں لونڈوں کے حوالے کر دیتا اور وہ انہیں مکے کی گھاٹیوں میں گھسیٹتے پھرتے۔ پھر جلتی ہوئی ریت پر لا کر اوندھے منہ لٹا دیتے اور ان پر پتھروں کا ڈھیر لگا دیتے لیکن حضرت بلالؓ اَحَد اَحَد ہی کہے جاتے۔

شاعرِ دربارِ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حضرت حسانؓ بن ثابت سے روایت ہے کہ میں زمانۂ جاہلیت میں حج یا عمرے کے لیے مکے گیا تو دیکھا کہ لڑکوں نے سیدنا بلال کو ایک رسی سے باندھ رکھا ہے اور ادھر ادھر گھسیٹ رہے ہیں لیکن وہ کہے جا رہے ہیں کہ میں لات و عزیٰ اور ہبل اور اساف اور نائلہ اور بوانہ سب کا انکار کرتا ہوں۔ (۶)

غزوۂ بواط کے بارے میں ابنِ ہشام لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قریش سے جنگ کے ارادے سے نکلے تھے۔ (۷) مصباح الدین شکیل کے مطابق اس غزوہ میں علم بردار حضرت سعد بن وقاص تھے۔ قریش کا یہ تجارتی کارواں ڈھائی ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا۔ اس قافلہ کی حفاظت کے لیے دو سو جنگجو سوار ساتھ تھے۔ قریش کے جاسوسوں کو مسلمانوں کی نقل و حرکت کا علم ہو گیا۔ اس قریشی قافلہ کا سالار امیہ بن خلف تھا۔ وہ مسلمانوں کے حملہ کے ڈر سے عام راستہ سے ہٹ کر تیزی سے آگے بڑھ گیا اور مسلمان جنگی دستے سے محفوظ نکل گیا۔ (۸)

بریگیڈیر گلزار احمد غزوۂ بواط کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ "یہ سفر بھی سفارتی مقاصد کے لیے کیا گیا تھا۔ اس غزوہ کے دوران بھی کسی قسم کے قافلہ کا کوئی ثبوت نہیں۔ اُمیّہ بن خلف کی اس علاقہ میں موجودگی اس غزوہ کو دفاعی مہموں میں شامل کرتی ہے۔ چند ہی روز قبل ابوجہل کے زیرِ کمان مکی لشکر ساحلی علاقہ میں آ چکا تھا اور لڑائی اس لیے نہ ہوئی کہ عمرا الجہنی نے فریقین کو لڑائی سے باز رکھا۔ اب امیّہ بن خلف اسی علاقہ میں گشت کر رہا تھا۔ مدنی لشکر کو میدان میں لانا ضرور تھا"۔ (۹)

غزوۂ بدر اور اُمیّہ بن خلف

کفار جب غزوۂ بدر کی تیاری کرنے لگے تو امیّہ نے جانے سے انکار کر دیا۔ اس کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ زمانۂ جاہلیت میں حضرت سعدؓ اور امیہ بن خلف آپس میں دوست تھے۔ جب امیّہ مدینہ آتا تو حضرت سعدؓ کے گھر ٹھہرتا اور جب سعدؓ مکہ جاتے تو امیہ کے گھر قیام کرتے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدینہ ہجرت کے بعد ایک بار حضرت سعدؓ عمرے کے ارادے سے مکہ گئے اور امیہ کے پاس ٹھہرے اور امیہ سے کہا کہ کوئی تنہائی کا وقت بتاؤ، جب میں خانۂ کعبہ کا طواف کر سکوں۔ امیہ بن خلف حضرت سعدؓ کو لے کر تقریباً" دوپہر کے وقت نکلا تو راستے میں ابوجہل سے ملاقات ہو گئی۔ جب ابوجہل کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت سعدؓ ہیں تو امیہ بن خلف سے کہنے لگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص مکہ میں اطمینان سے طواف کر رہا ہے اور تم ایسے بے دینوں کو پناہ بھی دیتے ہو اور ان کی اعانت و مدد بھی کرتے ہو۔

پھر حضرت سعدؓ سے بولا۔ خدا کی قسم! اگر تو اس وقت امیہ کے ساتھ نہ ہوتا تو بچ کر اپنے اہل و عیال کے پاس نہ جاتا۔ (۱۰) کیونکہ شام کی طرف تجارت کرنے والے مدینہ سے ہو کر گزرتے تھے۔ حضرت سعدؓ نے جواب میں ابوجہل سے کہا خدا کی قسم اگر تم نے مجھے طواف سے روکا تو میں مدینہ میں تیرا رستہ بند کر دوں گا' جو تیرے لیے زیادہ نقصان دہ ہو گا۔

امیّہ نے حضرت سعدؓ سے کہا' تم ابوجہل سے زیادہ باتیں نہ کرو کیونکہ یہ اس وادی کے رہنے والوں کا سردار ہے۔ حضرت سعدؓ نے امیّہ کو ڈانٹا اور کہا اے امیّہ! اس طرح کی گفتگو نہ کر۔ خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا ہے کہ تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احباب کے ہاتھوں قتل ہو گا۔ امیہ ڈر گیا۔ کہنے لگا "کیا میں مکہ میں مارا جاؤں گا"۔ حضرت سعدؓ نے کہا' مجھے یہ نہیں معلوم۔ اس بات سے امیّہ بن خلف بہت خوفزدہ ہوا۔ کہنے لگا "خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کبھی غلط نہیں کہتے"۔ پھر اس نے عہد کر لیا کہ وہ اب کبھی مکہ سے باہر نہیں نکلے گا۔ اسی وجہ سے جب ابوجہل نے بدر کی طرف لڑائی کی غرض سے چلنے کے لیے کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ امیہ نے عُذر ظاہر کیا کہ میں بوڑھا ہوں میرا جسم میرے قبضے میں نہیں۔ (۱۱) ابوجہل نے کہا "تو اس وادی کے لوگوں کا سردار ہے اور اگر تو نہیں جائے گا تو دوسرے لوگ بھی جانے سے انکار کریں گے"۔ ابوجہل نے اس قدر اصرار کیا اور اسے کہا کہ میں مکہ میں تمہارے لیے ایک تیز رفتار گھوڑا خریدوں گا تاکہ خطرے کے وقت تو باسانی واپس آ سکے۔ جب اس نے بیوی کے پاس جا کر سفر کی تیاری کے لیے کہا تو بیوی نے کہا' کیا تم سعدؓ کی بات بھول گئے ہو۔ امیّہ نے جواب دیا۔ نہیں میرا ارادہ صرف تھوڑی دور جانے کا ہے۔ مگر خوف کے باوجود بدر تک جا پہنچا۔ (۱۲)

اُمیّہ بن خلف کا انجام

غزوۂ بدر میں حضرت بلالؓ آٹا گوندھ رہے تھے۔ اچانک ان کی نظر امیّہ بن خلف پر پڑی۔ جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ جا رہے تھے۔ حضرت بلالؓ کو

اُمیّہ کی اسلام دشمنی یاد آ گئی اور یاد آیا کہ وہ کس کس طرح سے انھیں اسلام قبول کرنے پر سزائیں دیتا تھا۔ پس وہ پکارنے لگے "اے انصار اللہ و انصار الرسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) یہ امیّہ بن خلف مشرکین کا سرغنہ ہے۔ دیکھنا یہ بچ کے نہ جانے پائے۔ اگر آج امیہ بن خلف بچ گیا تو میری خیر نہیں"۔ حضرت بلالؓ کی چیخ و پکار سن کر انصار دوڑے اور آناً فاناً امیّہ کو جہنم واصل کر دیا۔ (۱۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا امیّہ بن خلف سے معاہدہ تھا کہ یہ اپنے اپنے شہر میں ایک دوسرے کو پناہ دیں گے۔ بدر کے دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے امیہ بن خلف کو پناہ دینی چاہی مگر حضرت بلالؓ کی چیخ و پکار سن کر انصار کے کچھ لوگ آ گئے۔ پہلے امیہ کے بیٹے کو قتل کیا اور پھر امیہ کی طرف بڑھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے اسے گھٹنوں کے بل لٹا لیا اور خود کو اس کے اوپر ڈال دیا مگر انصار نے ان کے بغل سے تلواریں بھونک کر امیہ کو قتل کر دیا۔ ایک زخم حضرت عبدالرحمٰن کے سینے پر بھی لگ گیا جس کا نشان مدتوں رہا۔ (۱۴)

ابنِ حجر نے شرح بخاری میں واقدی سے نقل کیا۔ ہے کہ امیہ بن خلف کو حضرت خبیبؓ بن بساف نے قتل کیا۔ (۱۵) ایک روایت ہے کہ امیہ بن خلف کو بنی مازن کے ایک انصاری نے قتل کیا۔ ابنِ ہشام کے نزدیک بعض کا بیان ہے کہ اسے معاذ بن عفرا' خارجہ بن زید اور خبیب بن اساف نے مل کر قتل کیا۔ (۱۶)

اُمیّہ بن خلف کی اولاد

علی بن امیّہ بن خلف: غزوۂ بدر (۱۷) میں امیہ کے بیٹے علی بن امیہ بن خلف کو حضرت عمارؓ بن یاسر نے قتل کیا تھا۔ (۱۸)

حضرت ربیعہ بن امیّہ بن خلف: ربیعہ بن امیہ بن خلف وہ ہیں جو عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کے دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اونٹنی کی گردن کے نیچے کھڑے ہو کر بلند آواز سے چلّائے تھے۔ یہ بلند آواز تھے۔ اس لیے انھیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم لوگوں سے چلّا کر کہو کہ اے لوگو! یہ مہینا کون سا ہے۔ چنانچہ انھوں نے چلّا کر لوگوں سے پوچھا۔ لوگوں نے جواب

دیا کہ ہاں جانتے ہیں یہ ماہِ حرام ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ربیعہ بن امیہ سے فرمایا اب چلا کر یہ کہو، پس اللہ نے تم پر تمہارے خون اور تمہارے مالِ قیامت تک اسی طرح حرام کر دیے ہیں جس طرح اس مہینے میں۔ (۱۹) امیہ بن خلف کا ایک بیٹا صفوان بھی ہے اس کا ذکر "تعمیرِ کعبہ میں شریک افراد" میں کیا جا رہا ہے۔

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۴۰۶
۲۔ تاریخِ ابنِ خلدون۔ حصہ اول۔ ص ۲۵۳
۳۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۸۲۱
۴۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۲۱۹
۵۔ ابنِ ہشام۔ سیرتُ النبیؐ کامل۔ جلد اول۔ ص ۹۳۷
۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقا۔ ص ۲۴، ۲۵
۷۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۴۹۱
۸۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۳
۹۔ بریگیڈیئر گلزار احمد۔ غزواتِ رسولؐ۔ ص ۳۲۵
۱۰۔ ہادیٔ اعظمؐ۔ ص ۴۸۸، ۴۸۹
۱۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقا۔ ص ۲۷
۱۲۔ سید فضل الرحمن۔ ہادیٔ اعظمؐ۔ ص ۴۸۰ امیہ بن خلف پھل فروش تھا (نبیؐ کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۵۱)
۱۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقا۔ ص ۲۸
۱۴۔ ہادیٔ اعظمؐ۔ ص ۵۰۱
۱۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقا۔ ص ۲۸
۱۶۔ ابنِ ہشام۔ سیرتُ النبیؐ کامل۔ جلد اول۔ ص ۸۲۶
۱۷۔ غزوۂ بدر کے قیدیوں میں امیّہ بن خلف کے آزاد کردہ دو افراد میں سے ایک کا نام نسطاس تھا اور ایک غلام ابورافع تھا۔ (سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۸۲۷) بدر کے قیدیوں میں الفاکہ بھی شامل تھا۔ اس کی آزادی کے بعد رباح بن المعترف نے اپنے نسب میں اس کے شامل ہونے کا دعویٰ کیا اور وہ اس بات کا مدعی تھا کہ وہ بنی شاخ بن محرب بن فہر کا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ الفاکہ جرول بن حزیم بن عوف بن عتب بن شاخ بن محارب بن فہر کا بیٹا تھا۔ (ابنِ ہشام۔ سیرت النبیؐ کامل۔ حصہ اول۔ ص ۸۲۶، ۸۲۷)
۱۸۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۸۲۱
۱۹۔ اُسُد الغابہ۔ جلد سوم۔ ص ۲۲۹، ۲۳۰

حرب بن اُمیّہ

حربِ فجار کے سرداروں میں حرب بن امیّہ بھی شامل ہے۔ (۱) حربِ فجار میں یہ قریش اور کنانہ کا قائد تھا۔ (۲) کیونکہ وہ اپنے سن و شرف کی وجہ سے قریش و کنانہ میں بڑا مرتبہ رکھتا تھا۔ (۳) حرب بن امیّہ ایسا آدمی تھا کہ قریش کا کوئی سردار یا کوئی بھی آدمی اس کے آگے سے نہیں گزر سکتا تھا۔ ایک بار قبیلہ تمیم کا ایک آدمی مکہ میں آیا اور حرب بن امیہ کے سامنے سے گزر گیا۔ بس حرب اس شخص کے پیچھے پڑ گیا اور اس کو مارنے لگا۔ اس شخص نے حضرت زبیرؓ کے پاس پناہ حاصل کی۔ حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب کی پناہ کے بعد حرب نے تمیمی کو تھپڑ مارنا چاہا تو حضرت زبیرؓ حرب کو تلوار مارنے لگے۔ وہ دوڑتا ہوا حضرت عبدالمطلب کے پاس پہنچا اور پناہ چاہی۔ اس طرح حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے بیٹوں سے حرب بن امیہ کو بچا لیا۔ (۴)

دورِ جاہلیت میں حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف، حضرت عبدالمطلبؓ کا مصاحب تھا۔ حضرت عبدالمطلب کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ اس یہودی نے تہامہ کے کسی بازار میں اس پر حملہ کر دیا۔ جب اس واقعے کا علم حضرت عبدالمطلب کو ہوا تو انھوں نے حرب بن امیہ کی مصاحبت ترک کر دی اور حرب کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اس نے ایک سو اونٹنی اس یہودی کے چچا

زاد بھائی کو نہ دلا دی۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے حرب بن امیہ کی مصاحبت ترک کر کے عبداللہ بن جُدعان کو اپنا مصاحب بنا لیا۔ (۵)

حواشی

۱۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ جلد اول۔ ص ۱۳۶
۲۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ اول۔ ص ۱۳۰
۳۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۸
۴۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۹۳ - ۹۶
۵۔ ایضاً۔ ص ۹۳

ابو اُحیحہ سعید بن العاص

ابو احیحہ سعید بن العاص حربِ فجار میں قریش کے سرداروں میں سے تھا۔ (۱) غزوۂ بدر میں ابو احیحہ سعید بن العاص کے دو بیٹے مارے گئے۔ عبیدہ بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس کو زبیرؓ بن عوام نے اور العاص بن سعید بن العاص بن امیہ کو حضرت علیؓ بن ابوطالب نے قتل کیا۔ (۲) سعید بن العاص کا صفیہ بنتِ عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے ایک بیٹا حکم پیدا ہوا۔ عبداللہؓ بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف مسلمان ہوئے اور ہجرت کر کے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے ان کا نام دریافت فرمایا۔ انھوں نے عرض کی حکم۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ نہیں تمہارا نام عبداللہ ہے۔ انھوں نے عرض کی' ہاں میں عبداللہ تو ہوں ہی۔ (۳) حضرت عبداللہ بن سعید جاہلیت میں لکھنا جانتے تھے۔ اس وجہ سے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ اہلِ مدینہ کو لکھنا سکھا دیں۔ یہ اچھے کاتب تھے۔ بدر میں شہید ہوئے۔ زبیر کہتے ہیں کہ غزوۂ موتہ میں اور ابو معشر کہتے ہیں کہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے اور یہی زیادہ مشہور ہے۔ (۴)

سعید بن العاص کی دوسری بیوی اُمِ خالد بن حباب ابن عبدِ یالیل بن ناشب بن غمرہ ہیں۔ ان سے حضرت خالد بن سعید بن عاص بن امیہ پیدا ہوئے۔ ان کی کنیت ابوسعید ہے۔ یہ قدیم الاسلام ہیں۔ بعض لوگوں کے مطابق یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد اسلام لائے۔ یہ تیسرے یا چوتھے مسلمان تھے۔ قبولِ اسلام سے پہلے انھوں نے ایک خواب دیکھا کہ یہ دوزخ کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ ان کا باپ سعید بن العاص انھیں دوزخ میں دھکیل رہا ہے اور حضرت خالدؓ بن سعید کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کمر سے پکڑا ہے اور ان کو آگ میں گرنے نہیں دیتے۔ حضرت خالدؓ بن سعید نے اس خواب کو سچ سمجھا اور اس کا ذکر حضرت ابوبکرؓ سے کیا تو انھوں نے کہا کہ "اللہ کو تمہارے ساتھ بھلائی منظور ہے۔ یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تم ان کی پیروی کرو۔ اسلام میں تم ایسی باتیں کرو گے کہ وہ تم کو دوزخ میں جانے سے بچا لیں گے اور تمہارا باپ دوزخ میں جائے گا"۔ یہ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچے اور اسلام قبول کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے۔ جب اس بات کی خبر ان کے باپ سعید بن العاص کو ہوئی تو اس نے اپنے کافر بیٹوں کو بھیجا کہ وہ خالد کو ڈھونڈھ کر لائیں۔ جب انھیں تلاش کر کے باپ کے پاس لے گئے۔ تو اس نے بیٹے کو خوب گالیاں دیں اور لاٹھی مار مار کر لاٹھی توڑی اور کہا کہ جہاں چاہے چلا جا۔ کیونکہ اب میں تمہیں کھانے کو نہ دوں گا۔ انھوں نے کہا کہ مجھے اللہ رزق دے گا۔ باپ نے گھر سے نکال دیا اور بیٹے بیٹیوں سے کہا کہ اب تم میں سے کوئی اس سے کلام نہ کرے۔ جو کلام کرے گا اس کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کروں گا جیسا خالدؓ کے ساتھ کیا ہے۔ یہ ام خالد کے باپ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں یمن کے صدقات وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں انھیں مذحج اور صنعا کے صدقات کے لیے مقرر کیا تھا۔ یہ اور ان کے دو بھائی عمر بن سعید اور ابان بن سعید حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال تک ان کاموں پر رہے جو آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے سپرد کیے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد تمام بھائی اپنے اپنے کاموں سے واپس آ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انھیں ان کے کاموں پر

جانے کے لیے کہا تو کہنے لگے ہم ابو اُحیحہ کے جتنے بیٹے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی طرف سے کام نہ کریں گے۔ اس وقت خالدؓ یمن میں، ابانؓ بحرین میں اور عمروؓ تما اور خیبر میں تھے۔ (۵)

صفیہ بنتِ مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے عمرو بن سعید بن العاص پیدا ہوئے۔ یہ اپنے بھائی خالد بن سعید کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عمرو بن سعید بن العاص پیدا ہوئے اور مسلمان ہوئے۔ دونوں ہجرتیں کیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ فتحِ مکہ، حنین، طائف اور تبوک میں شریک ہوئے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں خیبر کے میوہ جات کی تحصیل پر مقرر کیا تھا۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق کے عہد میں جنگِ اجنادین میں شہید ہوئے۔ (۶)

ابان بن سعید بن العاص کی ماں ہند بنتِ مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہیں اور بعض کے نزدیک یہ صفیہ بنتِ مغیرہ کے بیٹے ہیں۔ یہ حُدَیبیہ اور خیبر کے درمیان اسلام لائے۔ یہ اسلام لانے سے پہلے اسلام دشمن تھے۔ انھوں نے صلحِ حدیبیہ کے دن حضرت عثمانؓ کو مکہ میں امن دیا تھا۔ (۷)

ابو اُحیحہ سعید بن العاص مسلمانوں کے حق میں بہت سخت تھا اور مکہ میں بہت باعزت تھا۔ وہ بیمار ہوا تو کہنے لگے اگر اللہ مجھے اس مرض سے صحت دے تو پھر مکہ میں کوئی شخص بھی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے خدا کی پرستش نہ کرنے پائے گا۔ جب یہ بات اس کے بیٹے خالد بن سعید تک پہنچی تو انھوں نے کہا اے اللہ اسے صحت نہ دے۔ چنانچہ وہ اسی مرض سے مرگیا۔ (۸) ابو احیحہ ظریبہ کے مقام پر مرا تھا۔ (۹)

باپ کے مرنے کے بعد ابان بن سعید نے جو اس وقت ایمان نہ لائے تھے، اپنے مسلمان بہن بھائیوں کی ہجو میں کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ تھا کہ کاش مقام ظریبہ کا مردہ یعنی میرا باپ ان باتوں کو دیکھتا جو عمرو بن خالد دین میں افترا کر رہے ہیں۔ یہ ہمارے جگری دشمنوں کی مدد کرتے ہیں۔ یہ سن کر ان کے مسلمان بھائی عمرو بن سعید نے اشعار میں جواب دیا کہ جب اسے کوئی بات معلوم نہیں ہوتی اس کی

عقل وہاں تک رسائی نہیں کرتی مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نبی ہونا اس کی فہم میں نہیں آتا تو وہ اپنے مُردہ باپ کو پکارنے لگتا ہے۔ حالانکہ اسے زندہ رہبر یعنی محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کرنا چاہیے۔ (۱۰)

حواشی

۱۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ حصہ اول۔ ص ۱۹۶
۲۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ حصہ اول۔ ص ۸۱۷
۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۴۴
۴۔ اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۲۳۹
۵۔ اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۱۱۲ – ۱۱۳
۶۔ اسد الغابہ۔ جلد ۷۔ ص ۱۳۵، ۱۳۶
۷۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۔ ص ۴۵
۸۔ اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۱۱۳
۹۔ اسد الغابہ۔ جلد ۷۔ ص ۱۳۵
۱۰۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۔ ص ۴۵

اُحَیحہ بن سعید بن العاص

اُحَیحہ بن سعید بن العاص حربِ فجار میں مارا گیا۔ (۱) اس کا باپ اس کے نام پر ابو اُحیحہ مشہور تھا۔ حالانکہ اس کا نام سعید بن العاص تھا۔ اُحیحہ کے دو بھائی عبیدہ اور العاص غزوۂ بدر میں حالتِ کفر میں مارے گئے اور پانچ بھائی عبداللہؓ، خالدؓ، عمروؓ اور ابانؓ مسلمان ہوئے۔ ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ ان تمام بھائیوں میں سے صرف عاص ابن سعید کی اولاد ہے۔ (۲)

حواشی

۱۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۔ ص ۴۶

۲۔ اسد الغابہ۔ جلد ا۔ ص ۳۶، ۳۷

حضرت زبیرؓ بن عبد المطلبؓ

حضرت زبیرؓ بن عبد المطلبؓ حربِ فجار میں شریک تھے۔ یہ بنو ہشام کی قیادت کرتے ہوئے دشمنوں سے لڑے تھے۔ (ا) یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تجارت میں شریک بھی ہیں اور حِلفُ الفضول میں انھوں نے نمایاں کردار ادا کیا۔ اس لیے ان کا تفصیلی ذکر "حِلفُ الفضول" کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

حاشیہ

ا۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۴۰۶

عبداللہ بن جُدعان

عبداللہ بن جُدعان کا نام حربِ فجار میں شریک افراد میں آتا ہے۔ بنو تیم کی قیادت انھوں نے کی تھی۔ (ا) ان کا تفصیلی ذکر "حِلفُ الفضول" کے باب میں کیا جائے گا کیونکہ یہ معاہدہ ان کے گھر ہوا تھا۔

حاشیہ

ا۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۴۰۶

حضرت حمزہؓ بن عبد المطلبؓ

حضرت حمزہؓ بھی حربِ فجار میں شریک تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ کو ڈھال کے ذریعے تحفظ دیا تھا۔ جبکہ حضرت حمزہؓ دشمنوں پر تیر برسا رہے تھے۔ (ا)

حواشی

ا۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۵۴۰

عبداللہ بن الجراح

محمد یُوسُف گورایہ اپنے مضمون میں حربِ فجار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بنو فہر کی فوج کی قیادت عبداللہ بن الجراح کر رہے تھے۔ (ا)

حاشیہ

ا۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۴۰۶ مضمون "عہدِ نبویؐ میں عدلیہ اور انتظامیہ" از ڈاکٹر محمد یُوسُف گورایہ۔ مترجم۔ محمود عالم قریشی

بلع بن قیس

بلع بن قیس حربِ فجار میں شریک تھا اور بنو بکر کی فوج کی قیادت کر رہا تھا۔ (ا) اس سے زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔

حاشیہ

ا۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۴۰۶

عمرو بن شمس

حربِ فجار میں عمرو بن شمس قریش کی طرف سے لڑا۔ اس نے بنو عامر بن لوی کی فوج کی قیادت کی تھی۔ (ا)

حاشیہ

۱- نقوش- رسولؐ نمبر- جلد ۱۱- ص ۴۰۶

معمر بن حبیب الجمحی

یہ قریش کے ان سرداروں میں سے ہیں جنھوں نے حربِ فجار میں سردار کی حیثیت سے شرکت کی تھی۔ دوسرے سرداروں کی طرح حربِ فجار میں ان کی بھی الگ ٹولی تھی جس میں ان کے حمایتی شامل تھے اور اپنا جھنڈا جدا تھا۔ (۱) ان کے دیگر حالات نہیں ملتے۔

حاشیہ

۱- طبقاتِ ابنِ سعد- جلد اول- ص ۱۴۹

خویلد بن اسد

یہ حربِ فجار میں شریک تھے۔ یہ قریش کی طرف سے بنو اسد بن عبدالعزیٰ کی فوج کے سردار تھے۔ (۱) خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کی بیوی کا نام عدویہ تھا۔ خویلد اور عدویہ کا بیٹا نوفل بن خویلد قریش کے شیاطین میں سے تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے اسلام قبول کیا تو اس نے انھیں ایک رسی سے باندھ دیا تھا۔ اسی وجہ سے ان دونوں کو "قرینین" کا لقب ملا تھا۔ اسی نوفل بن خویلد کو غزوہ بدر میں حضرت علی بن ابوطالب نے قتل کیا تھا۔ (۲)

حواشی

۱- نقوش- رسولؐ نمبر- جلد ۱۱- ص ۴۰۶

۲- سیرتِ ابنِ ہشام- جلد اول- ص ۳۰۱

زید بن عمرو بن نفیل

حربِ فجار میں ان کی شرکت کا ذکر ملتا ہے۔ انھوں نے بنو عدی کی قیادت کی تھی۔ (۱) یہ تعمیرِ کعبہ میں بھی شریک تھے اس لیے ان کا تفصیلی ذکر وہاں کیا جائے گا۔

حاشیہ

۱- نقوش- رسولؐ نمبر- جلد ۱۱- ص ۴۰۶

عتبہ بن ربیعہ

عتبہ بن ربیعہ حربِ فجار میں شریک تھا۔ یہ ایک ٹولے کے سردار کی حیثیت سے حربِ فجار میں لڑا تھا۔ (۱) قاضی محمد شمس الدین نقشبندی لکھتے ہیں کہ حربِ فجار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک پندرہ برس کی تھی۔ جاہلیت کا زمانہ تھا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے خاندان بنو کنانہ کی ایک دوسرے قبیلے بنو قیس کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ بنو کنانہ کی طرف حضرت ابوسفیان کا والد حرب امیرِ لشکر تھا اور تمام بنو کنانہ بنو عبشم اور بنو ہاشم بشمول حضور علیہ السلام حرب بن امیہ عبشمی کی زیر کمان تھے۔ پھر اگلے سال اس تنازعہ کو ختم کرنے کے لیے سیدنا امیر معاویہؓ کے نانا عتبہ بن ربیعہ عبشمی نے اپنی ذمہ داری پر قبیلہ بنو قیس کے ساتھ صلح کی تو تمام بنو ہاشم نے بشمول حضور علیہ السلام اس صلح کو بھی منظور کیا"۔ (۲)

یہ عتبہ بن ربیعہ ابوسفیان بن حرب کا سسر تھا۔ اس کی بیٹی ہند بنتِ عتبہ بن ربیعہ تھی جو امیر معاویہؓ کی ماں تھی۔ اس نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا۔ ابنِ اثیر کے مطابق یہ عورت جری، مغرور، ذی رائے اور عقل مند تھی۔ یہ وہی بدقسمت خاتون ہے جس نے حضرت حمزہؓ کے قتل کے بعد ان کے کان اور ناک کاٹ لیے تھے اور ان کا پیٹ پھاڑ دیا تھا۔ ان کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔ (۳)

حواشی

۱- طبقاتِ ابنِ سعد- جلد اول- ص ۱۹۶

۲- "شمس الاسلامؒ" بھیرہ- جولائی ۱۹۷۸ء- ص ۳۰ مضمون امیر المومنین سیدنا حسنؓ۔

سیرت و کردار از قاضی محمد شمس الدین نقشبندی مجددی
۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۴۔ ص ۳۶۷

حضرت مخرمہؓ بن نوفل

حضرت مخرمہؓ بن نوفل حربِ فجار میں شریک تھے۔ یہ قریش کی طرف سے لڑے تھے اور انھوں نے بنو زہرہ کی قیادت کی تھی۔ (۱) انھوں نے طویل عمر پائی۔ یہ ۵۴ھ میں ایک سو پندرہ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ لوگ حصولِ نسب کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ انھوں نے حضرت عمرؓ کے لیے انساب کا دیوان مدون کیا تھا اور اس کام میں حضرت عقیل بن ابی طالب اور جبیر بن مطعم بھی ان کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ یہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے تھے۔ یہ بہت سن رسیدہ تھے اور ان لوگوں کی جنگوں اور خصوصاً قریش کی جنگوں کے بارے میں بہت معلومات رکھتے تھے۔ ابنِ اسحاق اس خاندان کا آزاد کردہ تھا۔ اس کی پرورش یہیں ہوئی تھی، اس لیے وہ اپنی کتاب میں اس خاندان کے افراد کی بکثرت روایت کرتا ہے۔ (۲)

ڈاکٹر حمید اللہ وسٹیفلڈ کی جرمن کتاب "موٴرخینِ عرب" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس نے ابنِ اسحاق سے پہلے ستائیس موٴرخین دریافت کیے ہیں۔ اس نے ناموں کو سالہائے وفات کے حساب سے مرتب کیا ہے۔ اور اس میں مخرمہ بن نوفلؓ کا ذکر تیسرے نمبر پر ہے۔ (۳)

حواشی

۱۔ نقوش۔ جلد ۱۱۔ ص ۴۰۶
۲۔ تہذیبُ الاسماء از نووی۔ ص ۵۴۳ بحوالہ نقوش۔ جلد ۱۱۔ ص ۳۶۹
۳۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۳۶۸ مضمون محاکمہ سیرتِ ابنِ اسحاق از ڈاکٹر حمید اللہ

عاص بن وائل

عاص بن وائل حربِ فجار میں شریک تھا۔ اس نے بنو سہم کی فوج کی قیادت کی تھی۔ بنو سہم قریش کی طرف سے، حربِ فجار میں شریک تھے۔ (۱) حِلفُ الفضول کی وجہ بھی یہی شخص تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ زبید کے ایک شخص سے جو مکہ میں آیا اور اس نے اپنا سامان تجارت عاص بن وائل کو دیا۔ عاص نے اس کا حق مار لیا۔ زبیدی نے سردارانِ قریش کے سامنے فریاد کی مگر انھوں نے عاص بن وائل کی حیثیت و وجاہت کی وجہ سے اس کا ساتھ نہ دیا۔ اس پر اس نے اہلِ مکہ سے فریاد کی۔ اس کی فریاد پر "حِلفُ الفضول" قائم ہوا اور حلف الفضول کے اراکینِ معاہدہ نے مظلوم کو اس کا حق دلایا۔ (۲)

اس کا نسب یہ تھا۔ عاص بن وائل بن ہاشم بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی۔ عاص بن وائل کو زمانہ جاہلیت میں بڑی شہرت اور عزت حاصل تھی۔ اس کا شمار عرب جاہلیت کے بڑے بڑے سرداروں اور اعیان و اشراف میں ہوتا تھا۔ (۳) اس کی بیوی سلمٰی بنتِ حرملہ تھی اور اس کا لقب نابغہ تھا۔ وہ ایک قحطانی قبیلہ قضاعہ کی شاخ بنو عذرا سے تعلق رکھتی تھی۔ ڈاکوؤں نے اس قبیلہ پر حملہ کیا اور سلمٰی بنتِ حرملہ کو قید کر لیا۔ اور سُوقِ عکاظ میں فاکہ بن مغیرہ کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ فاکہ سے اسے جدعان نے خرید لیا اور عاص بن وائل کو ہدیہ" دے دیا۔ عاص بن وائل سے سلمٰی کا ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عمرو ہے۔ عمروؓ بن عاص حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے چھ برس چھوٹے تھے۔ حضرت عمروؓ (۴) بن عاص صفر ۸ ہجری میں ایمان لائے۔ (۵)

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہٴ کرام سے عداوت اور دشمنی رکھنے والوں اور جھگڑے، فساد کرنے والوں میں عاص بن وائل بھی شامل تھا۔ (۶)

عروہ بن زبیر کے حوالے سے ابن ہشام لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قوم کے ہنسی اڑانے والوں میں بڑی بڑی ہستیاں پانچ تھیں۔ یہ تمام لوگ اپنی قوم کے بلند پایہ اور سن رسیدہ تھے۔ ان افراد میں عاص بن وائل بھی شامل تھا(۷)
صحیح بخاری میں خباب بن ارت سے روایت ہے کہ میں مکہ میں لوہار کا کام

کرتا تھا۔ میں نے عاص بن وائل کے لیے کچھ کام کیا اور اجرت لینے کے لیے اس کے پاس آیا تو وہ کہنے لگا کہ "جب تک تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ساتھ کفر نہیں کرو گے، میں تمھیں اُجرت نہیں دوں گا"۔ خبابؓ بن ارت نے کہا "میں ایسا نہیں کروں گا یہاں تک کہ تم مر کر دوبارہ زندہ ہو جاؤ"۔ عاص بن وائل کہنے لگا۔ جب میں مر کر دوبارہ زندہ ہوں گا تو میرے پاس مال بھی ہو گا اور اولاد بھی ہو گی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری (ترجمہ) "یعنی کیا آپؐ نے اس شخص کو دیکھا ہے، جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا ہے اور پھر کہتا ہے کہ مجھے مال اور اولاد ملے گی حالانکہ وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا"۔ (۸)

ابنِ ہشام حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہنسی اڑانے والوں کے انجام میں عاص کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ اپنے گدھے پر طائف کی طرف جانے کے ارادے سے نکلا تو اس کا گدھا اسے لے کر ایک خاردار درخت پر بیٹھ گیا۔ عاص کے پاؤں کے تلوے میں کانٹا چبھ گیا اور وہ کانٹا اس کی موت کا سبب بنا۔ (۹)

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۶۰۶

۲۔ نبیؐ رحمتؐ۔ ص ۱۱۲

۳۔ "شمس الاسلام بھیرہ۔ دسمبر ۱۹۸۲ء ص ۹۔ مضمون "فاتحِ مصر حضرت عمروؓ بن العاص" از الحاج محمد اسحاق قلبی۔

۴۔ شاہِ عمان جیفر اور اس کے بھائی عبد کے نام لکھا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خط لے جانے والے ایلچی حضرت عمر بن العاصؓ تھے۔ سریہ ذاتُ السلاسل (۸ ہجری) کے امیر کی حیثیت سے حضرت عمرؓ بن عاص کو منتخب فرمایا۔ (الرحیق المختوم۔ ص ۵۸۳، ۶۳۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عمروؓ بن عاص کو ۸ ہجری میں سواع نامی بُت ڈھانے کے لیے روانہ کیا۔ یہ مکہ سے تین میل کے فاصلے پر رہاط میں بنو ہذیل کا ایک بت تھا۔ جب حضرت عمروؓ بن عاص وہاں پہنچے تو مجاور نے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟

انھوں نے کہا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس بت کو ڈھانے کا حکم دیا ہے۔ اس مجاور نے کہا تم اس پر قادر نہیں ہو سکتے۔ قدرتاً" روک دیے جاؤ گے۔ حضرت عمروؓ بولے، افسوس! تم اب تک باطل پر ہو۔ کیا یہ بات سن یا دیکھ سکتا ہے۔ اس کے بعد بت کے پاس جا کر اسے توڑ ڈالا۔ اور مجاور سے کہا اب کہو کیسا رہا۔ اس نے فوراً" اسلام قبول کر لیا۔ (الرحیق المختوم۔ ص ۶۶۱)

۵۔ شمس الاسلام۔ دسمبر ۱۹۸۲۔ ص ۹، ۱۱، ۱۲

۶۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ جلد اول۔ ص ۲۹۹

۷۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۴۵۵

۸۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۲۲۰

۹۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۴۵۶

ہاشم بن المغیرہ

ہاشم بن المغیرہ نے بنو مخزوم کی فوج کی قیادت کی اور یہ قریش کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۶۰۶

عکرمہ بن ہاشم

حربِ فجار میں قریش کی طرف سے بنو عبدِ شمس اور ان کے حلیفوں کی قیادت عکرمہ بن ہاشم نے کی تھی۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۶۰۶

حضرت حکیمؓ بن حزام

حضرت حکیمؓ بن حزام کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے پہلے کے حالات و واقعات کا علم ہوتا ہے۔ انہوں نے حربِ فجار اور حِلفُ الفضول میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شرکت کا حال بیان کیا ہے۔ ابنِ سعد لکھتے ہیں کہ حضرت حکیم بن حزام کہتے ہیں' میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حربِ الفجار میں موجود تھے۔ (۱)

"الوفا" میں لکھا ہے' حضرت حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ حِلفُ الفضول حربِ فجارِ ثانی سے واپسی پر منعقد ہوا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر بیس سال تھی۔ (۲)

یہی بات حضرت عروہ بن زبیر بن عوام کے حوالے سے ابنِ سعد لکھتے ہیں مگر اس میں حربِ فجار کا ذکر ہے' حربِ فجار ثانی کا ذکر نہیں ہے۔ (۳)

آخری حربِ فجار میں دونوں قبیلے آمنے سامنے کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ جنگ شروع ہو جائے کہ اس موقع پر عتبہ بن ربیعہ نے مخالفین کے سامنے صلح کی پیشکش کی اور کہا کہ جتنے تمہارے افراد قتل ہوئے ہیں' ہم تمہیں ان کی دیت دیں گے اور دیت کی ادائیگی تک تم ہمارے بچے بطورِ رہن اپنے پاس رکھ سکتے ہو اور ان جنگوں میں ہمارے جتنے لوگ مارے گئے ہیں' ان کا خون ہم تمہیں معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ اس بات پر صلح ہو گئی اور قریش' بنی کنانہ نے اپنے چالیس آدمی بطورِ یرغمال ان کی طرف بھیج دیئے۔ ان چالیس افراد میں حکیمؓ بن حزام جیسی شخصیت بھی تھی۔ جب یہ چالیس آدمی بنی عامر بن صعصاع کے قبضہ میں بطورِ رہن گئے تو انہوں نے بھی اپنے مقتولین کی دیتوں کو معاف کر دیا۔ (۴)

حواشی

۱۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ جلد اول۔ ص ۱۹۸ مترجم علامہ عبداللہ العمادی / نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد اول۔ ص ۵۱۸ مضمون طبقاتِ ابنِ سعد از ڈاکٹر نثار احمد فاروقی
۲۔ الوفا۔ ص ۱۷۵
۳۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ جلد اول۔ ص ۱۹۹
۴۔ ضیاءُ النبی۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۸

حلف الفضول میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شرکت

یہ معاہدہ کیا تھا؟

"حِلفُ الفضول" کا معاہدہ مظلوموں کی امداد کے لیے کیا گیا' اس کے محرک حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ تھے اور سب لوگ عبداللہ بن جُدعان کے گھر میں جمع ہوئے اور بقولِ ابنِ سعد اللہ تعالیٰ کو بیچ میں ڈال کے ان لفظوں میں عہد کیا تھا کہ "جب تک دریا میں صدف کے بھگونے کی شان باقی ہے' ہم مظلوم کا ساتھ دیں گے تاآنکہ اس کا حق ادا کیا جائے اور معاش میں ہم (اس کی) خبرگیری اور مواسات (بھی) کریں گے"۔ (۱)

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ حلف الفضول میں شریک ہونے والوں نے جو حَلف لیا' وہ یہ ہے "خدا کی قسم! ہم سب مل کر ایک ہاتھ بن جائیں گے اور وہ ہاتھ مظلوم کے ساتھ رہ کر اس وقت تک ظالم کے خلاف اٹھا ہوا رہے گا جب تک کہ وہ (ظالم) اس (مظلوم) کو حق ادا نہ کر دے اور یہ اس وقت تک کہ سمندر گھونگھوں کو بھگوتا رہے اور حرا و ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ قائم رہیں اور ہماری معیشت میں مساوات قائم رہے گی"۔ (۲)

اس کی نوبت کیوں آئی؟

ڈاکٹر محمد یُوسُف گورایہ لکھتے ہیں۔ الفجار کی جنگوں کے علاوہ حجاج اور زائرینِ مکہ کے خلاف کچھ اور جرائم بھی کیے جاتے تھے۔ العاص بن وائل نے یمن کے ایک زائر کے ساتھ سودا طے کیا اور اس کا جائز حق ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ کوہ ابو قیس کی چوٹی پر چڑھ کر اس نے العاص کے جرم کے خلاف فریاد کی اور قریش سے مدد کی التجا کی۔ قریش کے معقول افراد پر اثر ہوا۔ انہوں نے اس قسم کے واقعات کی روک

تھام کے لیے موثر طریقے تجویز کرنے، مظلوم کی مدد کرنے اور ظالم کی حوصلہ شکنی کرنے کا فیصلہ کیا۔ الزبیر بن عبدالمطلب نے پہل کی اور دارالندوہ میں اجتماع ہوا۔ جس میں انھوں نے اتفاق کیا کہ ظالم کے خلاف مظلوم کی حفاظت کی جائے۔ اس کے بعد وہ عبداللہ بن جُدعان کے گھر کی طرف چل پڑے اور وہاں انھوں نے مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد کے لیے ایک وفاق قائم کیا اور ایک معاہدہ کے ذریعے اقرار کیا کہ وہ مکہ میں کسی شخص کو مظلوم نہ دیکھیں گے، خواہ وہ شہر کا رہنے والا ہو یا باہر سے وہاں آیا ہو بلکہ وہ اس کا ساتھ دیں گے اور اس کی مخالفت کریں گے جس نے اس پر ظلم کیا ہو، حتیٰ کہ اس کا ازالہ ہو جائے۔ (۳)

"حلفُ الفضول" دو دفعہ ہوا

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت مبارک کے بارے میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔ ولادتِ باسعادت ۱۲ تاریخ کو، ربیع الاول کے مہینے میں، پیر کے دن، حضرت عیسیٰؑ سے پانچ سو اکہتر برس بعد ہوئی۔ (۴)

یعنی ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ یہ تاثر دے رہے ہیں کہ حلف الفضول کا ادارہ یا وفاق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیس برس کی عمر مبارک کے وقت ہوا جب سب لوگ عبداللہ بن جُدعان کے گھر جمع ہوئے تھے۔ یہی بات "الرحیق المختوم" میں بھی کہی گئی ہے۔ "ذی قعدہ میں حلف الفضول پیش آئی . . . . یہ لوگ عبداللہ بن جدعان تیمی کے مکان پر جمع ہوئے کیونکہ وہ سن و شرف میں ممتاز تھا"۔ (۵)

ان کتابوں کے مطالعے سے قاری یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ عہد پہلی بار ہوا تھا جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ اس موقع پر جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اس میں شریک ہوئے، یہ نیا معاہدہ نہیں ہوا بلکہ یہ اس "حلف الفضول" کی تجدید تھی جو اس سے پہلے قائم ہو چکا تھا۔

شبلی نعمانی کہتے ہیں۔ "اس معاہدہ کو حلف الفضول اس لیے کہتے ہیں کہ اول اول اس معاہدہ کا خیال جن لوگوں کو آیا، ان کے نام میں فضیلت کا مادہ داخل تھا"۔ یعنی (۶) فضیل بن حرث، فضیل بن وادعہ اور مفضل (۷)۔ نور بخش توکلی لکھتے ہیں۔ "اس

معاہدہ کو حلف الفضول اس واسطے کہتے ہیں کہ یہ معاہدہ اس معاہدہ کے مشابہ تھا جو قدیم زمانہ میں جرہم کے وقت مکہ میں بدیں مضمون ہوا تھا کہ ہم ایک دوسرے کی حق رسانی کیا کریں گے اور قوی سے ضعیف کا اور مقیم سے مسافر کا حق لے کر دیا کریں گے"۔ (۸)

جن حضرات نے یہ تاثر دیا ہے کہ حلف الفضول حربِ فجار کے بعد ہوا، اور وہ اس سے پہلے کی بات نہیں کرتے، ان کا کیا کہنا۔ لیکن جنھوں نے اسے دوسرا معاہدہ قرار دیا ہے اور پہلا معاہدہ وہ کہا ہے جو اس کی وجہ تسمیہ ہے، انھوں نے بھی فضل الگ الگ لکھے ہیں۔ نیز شبلی نے "اول اول" کے الفاظ لکھ کر مدت کے تعین سے جان چھڑائی ہے اور نور بخش توکلی "قدیم زمانہ" کہہ کر نکل گئے ہیں۔ البتہ محمد ابراہیم سیالکوٹی کہتے ہیں کہ "یہ عہد دو دفعہ ہوا۔ پہلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے، جس میں جرہم اور قطورا کے قبیلے شامل تھے"۔ (۹)

پیر محمد کرم شاہ الازہری رقم طراز ہیں کہ "اس معاہدہ کو حلف الفضول کے نام سے موسوم کیا گیا کیونکہ عہدِ قدیم میں بنو جرہم نے بھی اس قسم کا ایک معاہدہ کیا تھا اور جن تین آدمیوں نے اس معاہدہ کی تحریک کی تھی اور اسے پروان چڑھایا تھا، ان تینوں کا نام فضل تھا۔ فضل بن فضالہ، فضل بن وداعہ، اور فضیل بن حارث۔ بعض نے اس کا نام بھی فضل ہی بتایا ہے۔ کیونکہ اس معاہدہ کے بھی وہی مقاصد تھے، اس لیے اس کو بھی حلف الفضول کے نام سے شہرت ملی۔ جب یہ معاہدہ طے پا گیا تو سب مل کر عاص کے گھر گئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس تاجر کا مال اس کو واپس کر دے۔ اب اسے مجال انکار نہ رہی اور اس نے مجبوراً اس کا مال اس کو واپس کر دیا"۔ (۱۰)

حِلفُ الفضول کی وجہِ تسمیہ

علامہ عبدالرحمٰن ابنِ جوزی نے اس کی کئی وجوہ بیان کی ہیں۔ ایک تو وہی ہے جو اوپر بیان کی جا چکی ہے کہ جرہم کے درمیان ظلم کے خلاف ہونے والے معاہدے کے محرک فضل نامی افراد تھے۔ "اوفا" میں زبیر ہی سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ قبیلہ جرہم میں چند ایسے حضرات تھے جو مظالم کو رد کرایا کرتے تھے اور

ان کے اسما تھے فضل، فضال و مفضل و فضیل۔ اس بنا پر اس حلف کو حلف الفضول تعبیر کیا گیا۔ ایک وجہ یہ لکھتے ہیں کہ قریش میں سے بعض لوگوں نے کہا، بخدا یہ ایک زاید حلف ہے، اس لیے اس کا نام حلف الفضول پڑ گیا۔ معروف بن خربوذ سے ایک روایت یہ نقل کی گئی ہے کہ بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب، اسد اور تیم نے اس امر پر عہد باندھا کہ پورے علاقے مکۂ مبارکہ اور حبش کے علاقوں میں جو مظلوم بھی ہمیں اپنی مدد کے لیے پکارے گا، ہم اس کی مدد کو پہنچیں گے اور جب تک اس کا حق نہ دلا دیں گے، واپس نہیں لوٹیں گے، یا اپنے لیے راہِ اعتذار ہموار کر لیں گے۔ مطیبون نے اور جملہ حلفا نے اس حلف کو ناپسند کرتے ہوئے اسے حلف الفضول کا نام دیا اور اس عہد کو قوم کے فضول کاموں سے (میں) شمار کرنے لگے۔ (۱۱)

حلف الفضول میں کون سے قبائل شامل تھے

جنگِ فجار سے لوگ واپس پھرے تو زبیرؓ بن عبدالمطلب نے حلف الفضول کی تجویز پیش کی۔ خاندانِ بنی ہاشم، زہرہ اور تیم جمع ہوئے۔ (۱۲) صفی الرحمان مبارکپوری بنی ہاشم، بنی مطلب، بنی اسد بن عبدالعزیٰ، بنی زہرہ بن کلاب اور بنی تیم بن مرہ کے نام گنواتے ہیں۔ (۱۳) ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ، بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب، بنو زہرہ، بنو تیم، بنو اسد اور بنو الحارث لکھتے ہیں۔ (۱۴) فوق بلگرامی کہتے ہیں۔ "جہاں تک تحقیق کیا گیا ہے، اس معاہدے میں سوائے مرقومہ بالا تین قبائل قریش کے (بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو تیم) کوئی دوسرا قبیلہ داخل نہیں تھا بلکہ قبائل دیگر ساکنانِ مکہ کی جگہ بیرونی قرب و جوار کے اکثر نفوس شامل تھے"۔ (۱۵)

حلف الفضول کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک

عام طور پر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک بیس برس لکھی جاتی ہے۔ "عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں، میں نے حکیمؓ بن حزام کو کہتے ہوئے سنا کہ قریش جب فجار سے واپس آ رہے تھے، اس وقت حلف الفضول کا واقعہ پیش آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں بیس برس کے تھے"۔ (۱۶) سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں۔ "حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیس سال کے تھے جب قریش کے چند قبائل نے معاہدہ کیا

جس کو حلف الفضول کہا جاتا ہے"۔ (۱۷)

ہمارے محترم سیرت نگار اگر کسی بات پر متفق نظر آئیں تو بات کیا ہے، اس لیے "الوفا" میں ہے۔ "محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں کہ یہ حلف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہونے سے پانچ سال قبل وقوع پذیر ہوا"۔ (۱۸) اس کا واضح مطلب یہ نکلتا ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر شریف ۳۵ برس کی تھی، جو کسی طرح درست نہیں۔

کیا یہ تجویز حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تھی؟

رومانیہ کے وزیرِ خارجہ کونستانس جیورجیو کی سیرت کی کتاب کا عربی ترجمہ حلب یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر التونجی نے "نظرۃ جدیدۃ فی سیرۃ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)" کے نام سے کیا۔ اس کا ذکر پیر محمد کرم شاہ الازہری نے کیا ہے۔ اس کے مطابق حلف الفضول کے منصوبے کی تجویز حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تھی۔ صفحہ ۴۱ پر ہے کہ "بعثت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حلف الفضول کے منصوبے کی تجویز بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس جدت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں کے کھوئے ہوئے حقوق واپس دلانے میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور اس تجویز کے ذریعے سارے قبیلے کو ہدف انتقام بنانے کے نظریے کا قلع قمع کر دیا"۔ (۱۹)

کیا حلف الفضول نوجوانوں کے مسلح دستے سے عبارت تھا؟

دوسری بات جیورجیو نے یہ کی ہے کہ "حلف الفضول عبارت ہے اس منظم دستے سے، جو مسلح نوجوانوں پر مشتمل تھا اور جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی مظلوم کا حق ضائع نہ ہو"۔ (۲۰)

پیر محمد کرم شاہ کی عادت یہ ہے کہ وہ کسی کتاب سے صفحوں کے صفحے نقل کرتے چلے جاتے ہیں لیکن اس کے بعض پیروں کے متعلق وضاحت نہیں کرتے کہ انھوں نے خود لکھے ہیں یا جس کتاب سے مواد انھوں نے لیا ہے، اسی کے اقتباسات سے کام لے رہے ہیں۔ اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ مندرجہ ذیل عبارت پیر صاحب

کی ہے یا جیور جیو کی کیونکہ واوین سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبارت جیور جیو کی ہے لیکن آخری فقرہ بتاتا ہے کہ یہ پیر صاحب نے لکھا ہے۔ لکھتے ہیں۔ "اس (حلف الفضول) میں صحیح قوت اور جان اس وقت پیدا ہوئی جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس میں سرگرم حصہ لیا اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ترغیب پر قریشی نوجوانوں کا ایک ایسا مسلح جتھہ تیار ہو گیا جو اس معاہدہ کے تحت کیے گئے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہر وقت سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے تیار رہتا تھا اور مکہ کے بڑے بڑے رئیسوں اور سرمایہ داروں کی مجال نہ تھی کہ ان کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں۔ اس لیے اس یورپین مؤرخ نے حلف الفضول کے نظریے کو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف منسوب کیا ہے"۔ (۲۱)

ثالثی کے ذریعے تنازعات کا فیصلہ

ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ نے حلف الفضول کے ذکر کے بعد لکھا ہے۔ "فریقین کے درمیان تنازعے طے کرنے کے جو طریقے اختیار کیے گئے، ان میں سب سے اہم ثالثی تھا۔ جب فریقین کے درمیان تنازعہ ہوتا تو وہ اسے طے کرنے کے لیے ایک تیسرے شخص یا چند اشخاص کے حوالے کر دیتے جو حکم (حَکَم) کہلاتے۔ ایک قدیم اور مقدس روایت کے تحت کسی معاملہ کو ثالثی میں دینے کی ابتدائی رضامندی میں یہ بات شامل تھی کہ حکم کا فیصلہ متعلقہ فریقین کے لیے قابل پابندی ہو گا اور اس کے خلاف کوئی نظرثانی یا اپیل کسی بھی خصوصی عدالت میں نہیں ہو سکے گی"۔ (۲۲)

اس مضمون سے تأثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ ثالثی کا یہ طریقہ حلف الفضول کے بعد جاری ہوا لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں، بلکہ ثالثی کا طریقہ بہت پہلے سے رائج تھا۔ الیعقوبی نے مختلف قبائل کے ثالثوں کی لمبی فہرست دی ہے۔ چند خواتین کا بھی ذکر ہے جو ثالث مشہور تھیں۔

حلف الفضول کے بجائے حلف الصلاح

غالباً قبائلی رقابت کی وجہ سے سعد ابن سہام "حلف الفضول" میں شامل نہ ہوئے مگر وہ اسی نوع کا کوئی انتظام کرنا چاہتے تھے۔ ان کے بنو زہرہ سے خوشگوار تعلقات تھے جو رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی والدۂ محترمہ کا قبیلہ تھا۔ چنانچہ ان دونوں نے مل کر "حلف الصلاح" (معاہدۂ صلح) کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے اعلان کیا کہ اگر بنو قریش یا ان کے حلیف احابیش (ان کا ملک حبشہ سے کوئی تعلق نہیں) میں سے کسی کے درمیان کوئی تنازعہ ہو تو وہ فریقین میں مفاہمت کرائیں گے۔ بنو زہرہ چونکہ دونوں معاہدوں میں اہم حیثیت کے مالک تھے۔ اس طرح غالباً ان دونوں معاہدوں میں بھی ایک طرح کا ربط موجود تھا۔ (۲۳)

خوشبو لگانے والوں کا حلف

"سیرتِ دحلانیہ" میں ہے۔ "بعض روایات میں آیا، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا، میں خوشبو لگانے والوں کے حلف میں موجود تھا، اور یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ خوشبو لگانے والوں کے حلف کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ پاک سے پہلے کا ہے اور یہ واقعہ بنی عبدِ مناف اور ابنِ قصی کے درمیان پیش آیا تھا۔ اور وہ یہ لوگ تھے: جناب ہاشم اور ان کا بھائی عبدالشمس، عبدالمطلب اور نوفل، بنی زہرہ، بنی اسد، ابن عبدالعزیٰ، بنی تیم، بنی حرب ابن فہر"۔ (۲۴)

حواشی

۱۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ حصہ اول۔ ص ۱۹۹

۲۔ حمید اللہ، ڈاکٹر۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۹، ۶۰ / سیر صحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین حصہ اول۔ ص ۳۲

۳۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ مضمون "عہدِ نبویؐ میں عدلیہ اور انتظامیہ" از ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ۔ ص ۴۰۶

۴۔ سلیمان ندوی، سید۔ رحمتِ عالمؐ۔ ص ۱۳

۵۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۹

۶۔ ("الوفا" میں یہ نام فضل بن شراعہ، فضل بن اضاعہ اور فضل بن قضاعہ لکھے ہیں۔ الوفا۔ ص ۱۷۴۔ نور بخش توکلی نے یہ نام فضل بن حارث، فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ لکھے ہیں۔ سیرتِ رسولِؐ عربی۔ ص ۵۴۔ مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ اس

کے طے کرنے والے سب آدمیوں کے نام فضل تھے۔ (سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۴۰)

۷۔ شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبیؐ۔ جلد اول۔ "حلف الفضول"

۸۔ نور بخش توکلی۔ سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ عنوان "حلف الفضول میں شرکت"۔ ص ۵۴

۹۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۹

۱۰۔ ضیاء النبیؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۲

۱۱۔ الوفا باحوال المصطفیؐ۔ ص ۱۷۴، ۱۷۵

۱۲۔ تاریخ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ص ۲۲۰

۱۳۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۰۹

۱۴۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۴۰۶

۱۵۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۴۷

۱۶۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ حصہ اول۔ ص ۱۴۹

۱۷۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۴۰

۱۸۔ الوفا۔ ص ۱۷۶

۱۹۔ ضیاءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ جلد دوم۔ ص ۳۵

۲۰۔ نظرۃ جدیدہ فی سیرۃ رسولؐ اللہ۔ ص ۳۹ بحوالہ ضیاءُ النبیؐ۔ جلد دوم۔ ص ۴۳

۲۱۔ ضیاء النبیؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۵، ۳۶

۲۲۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۴۰۸

۲۳۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۵۲۱۔ "محمدؐ رسول اللہ"۔ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ ترجمہ از نذیر حق

۲۴۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۹۹

حلف الفضول میں شریک افراد

عبداللہ بن جُدعان

حلف الفضول کے معاہدہ میں عبداللہ بن جدعان بھی شامل ہیں۔ (۱) اصل میں اس معاہدے کے لیے تمام افراد اور قبائل عبداللہ بن جُدعان کے گھر پر اکٹھے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن جدعان بنو تیم سے تھے اور حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب کی زندگی میں بنو تیم ان کے لیے ایک ہی گھر کے فرد کی طرح تھے۔ (۲) عبداللہ بن جدعان اپنی عمر میں سب سے بڑا تھا۔ اس لیے ان کے گھر پر سب جمع ہوئے تھے۔ (۳) اس کا نسب یہ ہے۔ عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ (۴) ابراہیم سیالکوٹی کے مطابق عبداللہ بن جدعان قریش کے رئیسوں میں شمار ہوتا تھا۔ (۵)

عبداللہ بن جدعان مہمان نواز تھا۔ اس کے گھر میں ایک اونٹ روزانہ ذبح ہوتا تھا۔ وہ منادی کرواتا تھا کہ جس کو گوشت کی ضرورت ہو تو ابنِ جدعان کے پاس آ جائے۔ جب وہ سفر سے واپس آتا تو قریش کو کھانا کھلاتا۔ یہ پہلے بہت شراب پیا کرتا تھا مگر بعد میں اس نے خود پر شراب حرام کر دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک بار یہ شراب کے نشے میں دھت تھا اور اس نے کہا کہ مجھے چاند کی چاندنی نظر نہیں آ رہی۔ اس کے ساتھی ہنسنے لگے۔ جب اسے ہوش آیا اور اسے یہ بات بتائی گئی تو اس نے ہمیشہ کے لیے شراب سے توبہ کر لی۔ (۶)

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن جدعان کی کنیت ابو زہیر تھی اور یہ حضرت عائشہؓ کا چچا زاد بھائی تھا۔ (۷) ابنِ اثیر عمرو ابن جدعان کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ سعید مقبری نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علی بن جدعان سے فرمایا۔ عمرو بن جدعان جب تم کپڑا مول لو تو اس کو جانچ لیا کرو اور جب جوتی مول لوتو اس کو بھی جانچ لیا کرو اور جب تم کسی عورت سے نکاح کرو تو اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ ان کا ذکر ابنِ مندہ اور ابو نعیم نے کیا ہے۔ (۸)

عبداللہ بن جدعان کے بیٹے زہیر کی کنیت ابو ملیکہ ہے کہ انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک آدمی نے ایک مرد کے ہاتھ پر کاٹ لیا۔ اور جب اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تو کاٹنے والے کا دانت گر گیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے اس کے قصاص کو باطل کر دیا۔ (۹)

حواشی

۱۔ سیرۃ الرسولؐ من القرآن۔ ص ۹۰
۲۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۹۱ / سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین حصہ اول۔ ص ۳۲
۳۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ حصہ اول۔ ص ۲۰۶
۴۔ اسد الغابہ۔ جلد ۴۔ ص ۱۰
۵۔ سیرۃ المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۹
۶۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۹۱، ۲۹۲
۷۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۴۷
۸۔ اسد الغابہ۔ جلد ۷۔ ص ۱۲۵
۹۔ اسد الغابہ۔ جلد ۴۔ ص ۱۰

حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب

حلف الفضول کے سلسلے میں سب سے نمایاں حصہ حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب کا تھا۔ (۱) شیخ محمد رضا اور عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کے مطابق حضرت زبیرؓ حلف الفضول کے پہلے محرک اور داعی تھے۔ (۲) اس کی ایک وجہ مسلسل کئی برسوں تک

محیط لڑائیاں تھیں۔ (۳) اس کی ایک وجہ ایک زبیدی سے ہونے والی ناانصافی تھی۔ (۴)

حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب کی عادت تھی کہ بے آسرا، مظلوم اور غریبوں کو تکلیف میں دیکھ کر ان کا دل بھر آتا تھا۔ (۵) حضرت زبیرؓ کی دعوت پر کچھ قبائل اکٹھے ہوئے اور ایک معاہدہ کیا کہ حرم کی حدود میں کسی پر ظلم نہیں ہونے دیں گے اور کسی بھی مظلوم کا حق غصب نہیں ہونے دیں گے۔ (۶) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اس معاہدے میں شریک تھے اور اعلانِ نبوت کے بعد بھی فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدے کے مقابلے میں مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ بدلتا۔ اور آج بھی مجھے کوئی ایسے ہی معاہدے کے لیے بلائے تو میں حاضر ہوں۔ (۷)

حواشی

۱۔ سیرتِ طیبہ۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۶۷
۲۔ محمدؐ رسول اللہؐ۔ ص ۴۰
۳۔ شبلی۔ سیرۃ النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۸۶ / محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۰ / ساجد الرحمان۔ سیرتِ رسولؐ۔ ص ۱۲
۴۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۹۶، ۲۹۷
۵۔ محمد رحیم دہلوی۔ سوانح عبدالمطلب۔ ص ۸۹، ۹۰
۶۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرۃ المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۹
۷۔ شبلی۔ سیرۃ النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۸۶ / ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرۃ المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۹ / سیرۃ رسول عربیؐ۔ ص ۵۴

حضرت ابوسفیان

حلف الفضول کے حوالے سے احمد بن زین دحلان مکی لکھتے ہیں کہ زبیدی کی فریاد سن کر حضرت زبیرؓ اور عبداللہ بن جدعان کے ہمراہ حضرت عباس اور حضرت

ابوسفیان نے بھی عہد کیا کہ ہم ظالم پر مظلوم کے ساتھ ایک ہاتھ ہو کر مقابلہ کریں گے۔ یہاں تک کہ مظلوم کو اس کا حق دلایا جائے۔ پھر یہ لوگ عاص بن وائل کے پاس گئے اور زبیدی کا حق اسے دلایا۔ (۱) "مختصر سیرۃ الرسول" میں لکھا ہے کہ پہلے تمام قبائل نے حلف الفضول کا معاہدہ کیا تھا اور پھر زبیدی کو اس کا حق دلوایا تھا۔ (۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ بھی اس معاہدے میں شریک تھے۔ مگر "سیرتِ دحلانیہ" میں حضرت ابوسفیان کا پورا نام نہیں لکھا گیا' جس کی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ ابوسفیان بن حارث تھے یا ابوسفیان بن حرب۔

حواشی

۱۔ سیرت دحلانیہ۔ ص ۹۷

۲۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۰' ۳۱

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے نکاح

خطبۂ نکاح

حضرت خدیجہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح کے موقع پر حضرت ابوطالبؓ' ورقہ بن نوفل اور حضرت خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد نے خطبے دیئے جو سیرت کی کتابوں میں درج ہیں۔ نکاح کے بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنی کنیزوں کو رقص کرنے اور دف بجانے کا حکم دیا۔ (۱)

مہرِ خدیجہؓ

سونا

مُلّا معین واعظ کاشفی لکھتے ہیں ایک روایت کے مطابق پانچ سو مثقال سونا تھا اور ایک روایت کے مطابق پانچ ہزار مثقال سونا تھا۔ (۲) حضرت ورقہ بن نوفل کے خطبے میں "چار سو مثقال کے عوض" لکھا ہے۔ (۳) "مدارج النبوت" (۴) میں بارہ اوقیہ سونا اور "ضیاءُ النبی" (۵) اور "اسوۂ الرسول" (۶) میں ساڑھے بارہ اوقیہ سونا مہر بتایا گیا ہے۔

"سیرتِ محمدیہ" میں دولابی وغیرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساڑھے بارہ اوقیہ سونے کے حضرت خدیجہؓ کا مہر مقرر کیا ہے کہ ہر ایک اوقیہ چالیس درہموں کا ہوتا ہے"۔ (۷)

ابن اثیر بارہ اوقیہ چاندی مہر بتاتے ہیں اور مزید لکھتے ہیں کہ اوقیہ چالیس درہم

ہوتا ہے۔ (۸)

درہم

نور بخش توکلی (۹) پانچ سو درہم مہر کا ذکر کرتے ہیں جبکہ اولادِ حیدر فوق بلگرامی (۱۰) پانچ سو درہم طلائی مہر اور زرقانی کے مطابق حضرت ورقہ بن نوفل کے خطبہ کے حوالے سے چار سو دینار مہر کا ذکر کرتے ہیں۔ (۱۱)

اونٹ

احمد بن زینی دحلان (۱۲) مُلّا معین واعظ کاشفی (۱۳) بیس اونٹوں کا ذکر کرتے ہیں "سیرتِ محمدیہ" (۱۴) "سیرتِ احمدِ مجتبیٰ" (۱۵) میں بیس جوان اونٹ لکھا ہے۔ ابن ہشام (۱۶) بیس جوان اونٹنیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جبکہ اولادِ حیدر فوق بلگرامی (۱۷) بیس مہار اونٹ اور عبدالحق محدث دہلوی (۱۸) انتیس جوان اونٹوں کا ذکر کرتے ہیں۔

ولیمہ

جمال حسینی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے اپنی باندیوں کو دف بجانے کے لیے کہا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا کہ اپنے چچا سے فرمائیے کہ اپنے اونٹوں میں سے ایک کو ذبح کرنے لوگوں کو کھلائیں۔ (۱۹) احمد بن زینی دحلان یوں لکھتے ہیں کہ نکاح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جانے لگے تو حضرت خدیجہؓ نے کہا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپؐ ایک یا دو اونٹ ذبح کرائیں اور لوگوں کو کھلائیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ولیمہ کیا۔ یہ آپؐ کا پہلا ولیمہ تھا۔ (۲۰) مُلّا معین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ "اس عقد کی تکمیل کے بعد حضرت ابوطالبؓ نے ولیمہ کے لیے اونٹ ذبح کیا تھا اور اشرافِ قریش کی شاندار دعوت کی"۔ (۲۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس موقع پر دعوتِ ولیمہ فرمائی جس میں ایک اور بقول بعض، دو اونٹنیاں ذبح فرمائیں اور لوگوں کو کھانا کھلایا۔ (۲۲)

جمال حسینی مختلف روایات کی تطبیق کی کوشش یوں کرتے ہیں۔ "اس وقت

قیمت ۲۰ اونٹ برابر چار سو مثقال سونا برابر پانچ سو درہم ہو گی"۔ (۲۳) ایم ڈی فاروق مہر کے سلسلے میں تمام روایات کو الگ الگ سمجھتے اور انھیں درست قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ "آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے شادی کے وقت سیدہ خدیجہؓ کو معقول مہر ادا کیا۔ یعنی بیس اونٹ اور پانچ سو درہم جو ان کے لیے قیمتی سہارا بن گئے"۔ (۲۴)

حواشی

۱۔ سرورِ عالمؐ کے سفرِ مبارک۔ ص ۴۷
۲۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۸۷
۳۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ۱۱۲
۴۔ مدارج النبوت۔ دوم۔ ص ۷۹۷
۵۔ ضیاءُ النبی۔ دوم۔ ص ۳۷
۶۔ اسوۃ الرسول۔ دوم۔ ص ۱۷۹
۷۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ اول۔ ص ۱۹۸
۸۔ اُسُدُ الغابہ۔ جلد ۱۔ ص ۱۸
۹۔ سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۵۶
۱۰۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۸
۱۱۔ ایضاً"۔ ص ۷۹، ۸۰
۱۲۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۸
۱۳۔ معارج النبوت۔ دوم۔ ص ۱۸۷
۱۴۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ اول۔ ص ۱۹۷
۱۵۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ص ۱۱۱
۱۶۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۲۳
۱۷۔ اسوۃ الرسولؐ۔ دوم۔ ص ۸۰
۱۸۔ مدارج النبوت۔ دوم۔ ص ۷۹۷

١٩ - رسالتمآب، تلخیص روضۃ الاحباب۔ ص ۳۱
٢٠ - سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰
٢١ - معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۸۷
٢٢ - سرورِ عالمؐ کے سفر مبارک۔ ص ۴۷
٢٣ - روضۃ الاحباب۔ ص ۳۲
٢٤ - تاریخِ محمدؐ۔ ص ۳۰

شادی میں شریک افراد

نکاح

صفی الرحمان مبارک پوری لکھتے ہیں کہ "نکاح میں بنی ہاشم اور رؤسائے مضر شریک ہوئے"۔ (۱)

مودودی یوں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے چچاؤں حضرت حمزہؓ اور ابوطالبؓ کو لے کر پہنچ گئے اور شادی ہو گئی۔ عقد کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ اور رؤسائے مضر اور سرداران قریش شریک تھے۔ (۲)

جبکہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ابوطالبؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت ابوبکرؓ، رؤسائے مضر اور سردارانِ قریش شریک عقد تھے۔ (۳)

حواشی

١ - الرحیق المختوم۔ ص ۱۱۱
٢ - سیرتِ سرورِ عالمؐ ص ۱۱۳
٣ - سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ص ۱۱۰، ۱۱۱

حضرت خزیمہؓ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کے نکاح میں حضرت خزیمہؓ بھی شریک ہوئے۔ (۱) "روضۃ الاحباب" میں خزیمہ کے بارے میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب میسرہ کے ساتھ ملک شام کو تجارت کی غرض سے گئے تو

اس وقت حضرت خدیجہؓ کے رشتہ دار خزیمہؓ بھی ساتھ گئے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوست بھی ہوتے تھے۔ (۲) ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ جب شام کی طرف قافلہ جانے لگا تو حضرت خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ اور اپنے ایک رشتہ دار خزیمہ کو بھی ساتھ بھیج دیا۔ مزید لکھتے ہیں۔ "خزیمہ کی موجودگی ممکن ہے کاروبار سیکھنے یا آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو سکھانے کے لیے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ مال کی نگرانی کے لیے ہو"۔ (۳) ڈاکٹر صاحب کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنا خیال ضرور ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ وہ ایسا ضرور کریں مگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و تکریم کو مدِ نظر رکھ کر۔ خزیمہ کی اس جگہ موجودگی کا مقصد بہرحال اپنی ایک عزیزہ کے کاروبار کی نگرانی نہیں تھا کیونکہ "الامین" یعنی امانتیں رکھنے والے کی نگرانی کرنا بے معنی بات ہے۔ ہجرت مدینہ تک کفار قریش اپنی امانتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس رکھتے رہے۔ ایک بہت بڑے کامیاب تاجر کے ہمراہ کا مقصد صرف کاروبار سیکھنا ہے نہ کہ سکھانا۔ ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ خزیمہ حضرت خدیجہؓ کے سسرالی رشتہ دار تھے۔ (۴) اور باڈلے حضرت خزیمہؓ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ ان کے بھتیجے خزیمہ کو بطور خاص مدعو کیا گیا۔ جنھوں نے سب سے پہلے آپؐ کو حضرت خدیجہؓ سے متعارف کرایا تھا"۔ (۵) ابنِ اثیر خزیمہ بن ثابت کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ انھیں خزیمہ بن حکیم بھی کہتے ہیں۔ (۶) یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ کسی تجارت میں بصریٰ کی طرف گئے تھے۔ (۷)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خزیمہؓ کی گواہی پر ایک مقدمے کا فیصلہ کیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک بار آپؐ نے کسی بدّو سے گھوڑا خریدا، اور قیمت ادا کرنے کے لیے اس کو ساتھ لے چلے۔ لیکن آپؐ تیزی سے آگے بڑھ گئے اور بدّو پیچھے رہ گیا لیکن جن لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ آپؐ نے اس کو خرید لیا ہے، وہ بدّو سے بھاؤ تاؤ کرنے لگے، خریداروں کو دیکھ کر بدو نے آپؐ کو پکار کر کہا، لینا ہو تو لیجیے، ورنہ میں گھوڑے کو فروخت کر ڈالتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ "تم نے تو اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دیا ہے"۔ بولا نہیں، گواہ ہو تو لائیے"۔ حضرت خزیمہ ابنِ ثابت اگرچہ بیچ

کے موقع پر موجود نہ تھے تاہم کہا کہ "میں شہادت دیتا ہوں کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ گھوڑا فروخت کر دیا ہے"۔ ارشاد ہوا کہ تم نے کیوں کر شہادت دی۔ بولے آپؐ کی تصدیق کی بنا پر۔ اس موقع پر ان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپؐ نے ان کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا"۔ (۸)

حواشی

۱۔ الرسولؐ۔ ص ۹۴
۲۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۹
۳۔ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۴۲
۴۔ اسد الغابہ۔ جلد سوم۔ ص ۱۵۹
۵۔ الرسولؐ۔ ص ۹۴
۶۔ اسد الغابہ۔ جلد سوم۔ ص ۱۵۷، ۱۵۸
۷۔ اسد الغابہ۔ جلد سوم۔ ص ۱۵۹
۸۔ سیر الصحابہ۔ جلد پنجم۔ اسوۂ صحابہ۔ حصہ اول۔ ص ۴۸

حضرت اُمِّ ایمنؓ

حضرت امِ ایمنؓ کے بارے میں سیرتِ پاک کی پہلی جلد "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن" میں تمام معلومات دے دی گئی ہیں۔ اس جلد کے پہلے پندرہ سال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سب سے زیادہ نزدیک حضرت امِ ایمنؓ ہی رہیں۔ اس کے علاوہ یہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضرت خدیجہؓ سے شادی کے موقع پر شادی کے انتظامات میں پیش پیش تھیں۔ (۱)

حضرت امِ ایمنؓ کا اصل نام برکہ ہے۔ یہ حبشی النسل تھیں۔ ان کا رنگ گہرا سانولا تھا۔ (۲) حضرت امِ ایمنؓ نے حبشہ اور مدینۂ منورہ دو ہجرتیں کی ہیں۔ ان سے کئی احادیث مروی ہیں۔ یہ دراصل حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ کی کنیز تھیں اور اپنے بچپن سے ہی ان کے پاس رہ رہی تھیں۔ گھر کا

کام کاج انھی کے سپرد تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش میں حضرت امِ ایمنؓ کا نام بہت اہم ہے۔ انھوں نے غزوۂ احد، غزوۂ خیبر اور غزوۂ حنین میں شرکت کی۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی اس موروثی کنیز کو ماں کہہ کر پکارا کرتے، ان کی بہت تعریف فرماتے اور اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے اور فرماتے کہ یہ میرے اہلِ بیت کا حصہ ہیں۔ آپؐ نے ان کو جنت کی عورت فرمایا۔ ان کی بہت سی خصوصیات ہیں۔ (۲ - الف) ایک بڑی خصوصیت کے بارے میں اظہر محمود یوں رقم طراز ہوتے ہیں۔ "نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقا میں یہ اعزاز حضرت امِ ایمنؓ کو حاصل ہے کہ انھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات پاک کے تمام ماہ و سال کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا بلکہ حضرت امِ ایمنؓ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رشتہ داروں، عزیزوں اور دیگر رفقا میں کسی بزرگ یا خرد کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش سے لے کر ان کے وصال تک حضرت امِ ایمنؓ ساتھ ساتھ رہیں"۔ (۳)

حواشی

۱ - باڈلے۔ الرسولؐ۔ ص ۹۶

۲ - الف - اظہر محمود۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقا۔ ص ۴۱

۲ - حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن۔ ص ۱۸۰ - ۲۰۰ / حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقا۔ ۴۱ - ۵۱

۳ - حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقا۔ ص ۴۲

حضرت حلیمہ سعدیہؓ

حضرت حلیمہ سعدیہؓ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی والدہ ہیں اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ابتدائی برسوں میں انھوں نے آپؐ کی پرورش کی۔ (۱) باڈلے لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شادی میں شرکت کے لیے بطورِ خاص حضرت حلیمہؓ کو مدعو کیا گیا تھا۔ یہ عظیم خاتون حضور صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں شریک ہوئیں اور جب واپس جانے لگیں تو حضرت خدیجہؓ نے انھیں چالیس بھیڑوں کا تحفہ دے کر واپس بھیجا۔ جب حضرت حلیمہؓ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رخصت ہونے لگیں تو انھوں نے علی الاعلان فرمایا کہ حضرت آمنہؓ کے لال کو میں نے پیار و شفقت سے دودھ پلایا اور پالا۔ اس سے میرے قبیلے کی قسمت ہی سنور گئی۔ (۲)

حواشی

۱ - ان کے بارے میں تفصیلی معلومات "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن" میں موجود ہیں۔

۲ - باڈلے۔ الرسولؐ۔ ص ۹۶

حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلبؓ

احمد بن زینی (صائم چشتی نے "سیرتِ دحلانیہ" کا ترجمہ کیا ہے اور کتاب کے سرورق پر احمد بن زین دحلان لکھا ہے۔ حالانکہ اس کا نام احمد زینی دحلان ہے) دحلان (۱) مودودی (۲) باڈلے (۳) شاہ مصباح الدین شکیل (۴) ابنِ اسحاق (۵) کے مطابق حضرت حمزہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضرت خدیجہؓ سے شادی میں شریک تھے۔ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں کہ "آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اپنے ہم عمر چچا اور دودھ شریک بھائی حضرت حمزہؓ کو آگاہ کیا۔ انھوں نے اہلِ خاندان سے مشورہ کے بعد خود جا کر نسبت پکی کر دی"۔ (۶)

ابنِ اسحاق کی روایت سے یہ تاثر ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے صرف حضرت حمزہؓ گئے اور حضرت خدیجہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نکاح کروا دیا۔ (۷)

محمد میاں اپنی کتاب میں "خصوصیاتِ عرب" بیان کرتے ہوئے حضرت حمزہؓ کی مہمان نوازی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کوہان کا گوشت مہنگا تھا کیونکہ صرف چند سیر گوشت کے لیے پورا اونٹ ذبح کرنا ہوتا تھا۔ ایک بار ان کے ایک دوست نے اونٹنی

کا کوہان کھانے کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت حمزہ (۸) فوراً اٹھے اور صحن میں کھڑی دو اونٹنیوں کے کوہان چاک کر کے اپنے مہمانوں کی خاطر مدارات کی۔ (۹) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے چچا حضرت حمزہؓ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ اسی محبت کے پیش نظر حضرت فاطمہؓ حضرت حمزہؓ کی قبر پر تشریف لے جایا کرتیں اور اس کی مرمت کرواتی تھیں۔ (۱۰)

حواشی

۱- سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۸

۲- سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ دوم۔ ص ۱۴۳

۳- الرسولؐ۔ ص ۹۳

۴- سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ص ۱۱۱

۵- نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۷۷ مضمون سیرۃ ابنِ اسحاق۔ تحقیق و تعلیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ

۶- سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ص ۱۱۰

۷- نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۷۷

۸- الحلیس بن زبان جنگ احد میں سید الاحابیش تھا۔ اُحُد کے دن حبشی کفار قریش کے ہمراہ لڑتے تھے۔ جب حمزہؓ کی لاش مسخ کی جانے لگی تو الحلیس نے ابوسفیان کو ٹوکا اور ابوسفیان نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ صلح حدیبیہ کو کو قریش نے الحلیس ہی کو ایلچی بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا۔ اسے دیکھتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ جب الحلیس نے دیکھا کہ مسلمان اپنے ساتھ قربانی کے جانور لائے ہیں اور صرف حج کی نیت سے آئے ہیں، قریش کو نقصان پہنچانے کی کوئی نیت نہیں ہے تو اس نے ایمانداری سے اپنی رپورٹ قریش کو پیش کر دی۔ قریش کے بُرا بھلا کہنے پر اس نے دھمکی دی کہ اگر مسلمانوں کو حج کرنے سے روکا گیا تو وہ احابیش کی متحدہ فوج کے ساتھ قریش پر حملہ کر دے گا۔ (نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۵۹۶ مضمون عہدِ نبویؐ میں

عدلیہ اور انتظامیہ از ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ۔ مترجم محمود عالم قریشی) "اسلامی انسائیکلوپیڈیا" میں "الحلیس بن علقمہ" لکھا ہے (۱۰۷)

۹- محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۱۹

۱۰- نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۔ ص ۵۵۶

حضرت ابوبکر صدیقؓ

حضرت ابوبکر صدیق نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شادی میں شرکت کی تھی۔ (۱) ان کا تفصیلی ذکر "شریکِ تجارت افراد" میں موجود ہے۔

حواشی

۱- سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ دوم۔ ص ۱۴۳ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰ۔ اول۔ ص ۱۱۱

حضرت عمارؓ بن یاسر

بیہقی نے حضرت عمارؓ بن یاسر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "حضرت خدیجہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کا حال مجھ سے زیادہ اور کون جانتا ہے۔ میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ہم نشین، دوست اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے بہت مانوس تھا"۔ حضرت صہیبؓ اور یہ ایک ساتھ ایمان لائے۔ (۱) مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعدؓ بن عامر (۲) حضرت عمار بن یاسر کے غلام تھے۔

حضرت عمارؓ کی والدہ سُمیّہ کو ابوجہل نے نہایت وحشیانہ طریقہ سے ہلاک کیا تھا۔ یہ تاریخ اسلام میں خاتون کی پہلی شہادت تھی۔ ان کے والد یاسر اور بھائی عبداللہ بن یاسر بھی انہی اذیتوں سے شہید ہوئے تھے۔ خود حضرت عمارؓ پر بھی کفار ظلم کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عمار نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گردشِ زمانہ کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "صبر کرو، صبر کرو" اور

پھر دعا فرمائی۔ "اے خدا آلِ یاسرؓ کو بخش دے"۔ (۳)

حواشی

۱۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ ص ۳۴

۲۔ حضرت سعدؓ بن عامر "قرظ" کے لقب سے مشہور تھے۔ یہ حضرت عمار بن یاسر کے غلام تھے۔ ان کے قبولِ اسلام کے زمانہ کا اندازہ نہیں لیکن قیاس ہے کہ یہ حضرت عمارؓ بن یاسر کے ساتھ دعوتِ اسلام کے آغاز ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کے سر پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہاتھ پھیرا تھا اور برکت کی دعا دی تھی۔ ان کی ایک فضیلت یہ ہے کہ انھیں مسجدِ قبا کے مؤذن اور مسجدِ نبویؐ میں حضرت بلالؓ کے نائب کی حیثیت حاصل تھی۔ یہ مسجدِ قبا میں مستقل اور مسجدِ نبویؐ میں حضرت بلالؓ کی غیر موجودگی میں اذان دیا کرتے تھے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب حضرت بلالؓ نے مسجدِ نبویؐ میں اذان دینا بند کر دی تو حضرت ابوبکرؓ نے انھیں مسجدِ نبویؐ کا مستقل موذن بنا دیا۔ زندگی بھر وہ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اور عرصہ تک ان کی اولاد بھی یہ خدمت انجام دیتی رہی۔ یہ ابتدا میں تنگدست تھے۔ انھوں نے ایک بار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں تنگدستی کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں تجارت کا مشورہ دیا۔ انھوں نے ایک خاص پتے کی تجارت شروع کی جس کو عرب میں قرظ کہتے ہیں۔ یہ کھال پکانے کے کام آتا ہے۔ اس تجارت میں اتنی برکت ہوئی کہ یہ قرظ کے نام سے مشہور ہو گئے اور قرظ کے مستقل تاجر بن گئے۔ (سیر الصحابہ۔ جلد چہارم۔ حصہ ہفتم۔ ص ۷۵، ۷۶)

۳۔ شاہ معین الدین ندوی۔ سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین حصہ اول۔ ص ۳۴۷، ۳۴۸

ورقہؓ بن نوفل

احمد بن زینی دحلان (۱) مصباح الدین شکیل (۲) حضرت خدیجہؓ کی شادی میں ورقہ بن نوفل کو بھی شریک بتاتے ہیں۔ بلکہ انھوں نے خطبۂ نکاح بھی پڑھا تھا۔

یہ حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی تھے۔ یہ زمانۂ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور عبرانی میں لکھنا جانتے تھے۔ (۳) یہ نزولِ وحی کے وقت بوڑھا ہونے کی وجہ سے نابینا بھی ہو چکے تھے۔ یہ انجیل کا عربی زبان میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔ نزولِ وحی کے تھوڑے دن بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ (۴)

ابنِ ہشام لکھتے ہیں کہ "ورقہ بن نوفل" نے تو نصرانیت میں استحکام اختیار کیا اور علما سے علوم کتبیہ حاصل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ یہاں تک کہ اہلِ کتاب کے علوم کا بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ (۵)

یونُس نے ہِشام بن عُروہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ورقہ کے ایک بھائی نے کسی کو گالی دی تو اس آدمی نے ورقہ کے بھائی کو پکڑ لیا اور اسے گالی دی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ورقہ کے بھائی کو کہا' کیا تم جانتے ہو کہ میں نے ورقہ کے لیے جنت میں ایک یا دو باغ دیکھے ہیں۔ پس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے لوگوں کو ورقہ کو گالیاں دینے سے منع کیا۔ (۶)

حواشی

۱۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۱۰

۲۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ص ۱۱

۳۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۲۰

۴۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۱۳۰

۵۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ اول۔ ص ۲۴۷

۶۔ سیرتِ ابنِ اسحاق۔ ص ۲۴۳، ۲۱۵

عمروؓ بن اسد

"سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ" (۱) اور "سیرتِ سرورِ عالمؐ" میں حضرت خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد نہ صرف نکاح میں شرکت کی خبر ملتی ہے بلکہ نکاح کے موقع پر ان کا خطبہ بھی

ملتا ہے۔

حواشی

۱۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ص ۳۳
۲۔ سیرتِ سرورِ دو عالمؐ۔ دوم۔ ص ۳۳

میسرۃؓ

حضرت میسرہؓ اور حضرت اُمِ ایمنؓ نے مل کر حضرت خدیجہؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شادی کے انتظامات سنبھالے تھے۔ (۱) میسرہ کے تفصیلی حالات "جان پہچان کے لوگوں" کے باب میں آئیں گے۔

حواشی

۱۔ باڈلے۔ الرسولؐ۔ ص ۹۶۔ مترجم ڈاکٹر ایم ایس ناز

حضرت ابو طالبؓ

حضرت ابو طالبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شادی میں شریک تھے۔ (۱) اس موقع پر حضرت ابو طالبؓ نے خطبۂ نکاح بھی دیا۔

حواشی

۱۔ الرسولؐ۔ ص ۳۳ / سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۸ / سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ دوم۔ ص ۳۳ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ص ۳

♠♤♠♤

حجرِ اسود کی تنصیب

کعبہ کا کچھ حصہ حطیم کے نام پر بغیر چھت کے نیم دائرہ کی شکل کا باہر رکھا گیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ کعبہ کی از سرِنو تعمیر ہوئی تو دیوار کو دونوں طرف سے کعبے کے ساتھ متصل رکھا تاکہ ہر کوئی ہر وقت وہاں جا سکے۔ اس کے اندر جانا گویا کعبے کے اندر ہی جانا تھا۔ اصل کعبہ کے اندر ہفتے میں صرف دو بار پیر اور جمعرات کو یا خاص خاص تقریبوں کے موقع پر داخلہ دیا جانے لگا۔ غرض دیواریں اٹھنے لگیں اور تمام اہلِ شہر پتھر لانے اور جمانے میں حصہ لینے لگے۔ جب یہ دیواریں ڈیڑھ گز اونچی ہو گئیں تو حجرِ اسود کو دیوار میں ایسی جگہ نصب کرنے کا سوال پیدا ہوا کہ طواف کرنے والے کو وہ نظر آئے تاکہ وہ اسے بوسہ بھی دے سکے۔ حجرِ اسود ایک مقدس پتھر تھا۔ اس کی تنصیب ایک بڑا اعزاز تھا۔ اس لیے قبائل جھگڑنے لگے۔ یہ جھگڑا اس قدر بڑھا کہ چار پانچ دن تعمیر رک گئی۔ ایک دن امیّہ بن المغیرہ نے مشورہ دیا کہ "اس کو خدا ہی پر چھوڑو اور اب جو شخص اس راستے سے سب سے پہلے آئے، اس کو ثالث بنا لو"۔ اس طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دکھائی دیے۔ انھیں دیکھتے ہی لوگ دور سے چلا اٹھے کہ "الامین" آ گئے۔ ہم ان کے فیصلے سے خوش ہیں۔ (۱)

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام واقعہ بتایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ مشکل معاملہ ایسے طریقے سے حل کیا کہ اپنی چادر بچھا دی اور حجرِ اسود کو پکڑ کر اس پر رکھ دیا۔ پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ ایک ایک کونا پکڑ لے۔ سب نے چادر کو اٹھایا اور اس مقام پر پہنچا دیا، جہاں اس کو لگانا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود (۲) کو اس کے مقام پر لگا دیا اور وہ سب راضی ہو گئے۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فیصلے نے عربوں کو خون ریزی سے بچا لیا۔ (۳)

"نبی رحمتؐ" میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس معاملہ میں جس حکمت اور تدبر سے کام لیا' اس سے بڑھ کر کوئی حکمت اور تدبیر نہیں ہو سکتی تھی۔ نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام انسانوں اور دنیا کی قوموں کو جس طرح جنگوں کی بھٹی سے نجات دی' یہ واقعہ دراصل اس کا پیش خیمہ اور مبارک آغاز تھا۔ (۴)

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ "اصل جھگڑالو لوگوں کے نام اب کسی کو معلوم نہیں' اور نہ ان لوگوں کے جنھوں نے چادر تانی تھی"۔ (۵) ڈاکٹر حمید اللہ کی یہ بات درست نہیں۔ جھگڑا کرنے والوں کے نام تو نہیں ملتے البتہ چادر پکڑنے والوں کے نام ملتے ہیں اور ہم ان کا ذکر اگلے صفحات میں کر رہے ہیں۔

حواشی

۱۔ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۶۹' ۷۰
۲۔ حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "یہ پتھر یعنی حجرِ اسود جنت کے یاقوت کا تھا۔ اس پر مشرکین نے ہاتھ پھیرے اور وہ ان کے ہاتھ پھیرنے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا"۔ (سیرتِ ابنِ اسحاق۔ ص ۱۵۳)
۳۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۲۔ ص ۳۷۵
۴۔ نبیؐ رحمتؐ۔ ص ۱۱۱
۵۔ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۷۰

تعمیرِ کعبہ میں شریک افراد

چادر پکڑنے والے

ابنِ سعد حجرِ اسود کے نصب کرنے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زمین پر اپنی مبارک چادر بچھائی اور اس پر اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود رکھا اور قریش کے ہر ایک رُبع میں سے ایک ایک شخص آیا۔ ان میں عتبہ بن ربیعہ' ابوزمعہ' ابوحذیفہ بن المغیرہ اور قیس بن عدی شامل تھے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص اس چادر کا ایک کونا پکڑ لے اور مل کر اسے اٹھائیں۔ سب نے ایسا ہی کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر لگا دیا۔ (۱) ابنِ خلدون چادر پکڑنے والوں میں اسود بن مطلب کی کنیت ابوزمعہ استعمال کرتے ہیں' اصل نام نہیں لکھتے۔ (۲) شیخ عبداللہ قیس بن عمروؓ بن مخزوم کو بھی ان میں شامل کرتے ہیں۔ (۳)

حواشی

۱۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ جلد اول۔ ص ۲۲۶
۲۔ تاریخ ابنِ خلدون۔ حصہ اول۔ عہدِ اسلام۔ ص ۲۹۳
۳۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۵۲

حضرت باقومؓ

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک کے ۳۵ ویں برس بارش

کے پانی سے خانۂ کعبہ میں شگاف پڑ گیا۔ لوگوں نے اس شگاف کو بند کرنا چاہا اور از سرِنو خانہ کعبہ کی تعمیر کرنے کا خیال آیا۔ روم سے ایک شخص آیا ہوا تھا جو فنِ تعمیر کا ماہر و استاد تھا۔ اس سے کہا گیا کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر کر دے۔ تمام قریش پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے اور باقوم خانۂ کعبہ کی تعمیر کرتا رہا۔ (۱) علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ خانۂ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی وجہ یہ تھی کہ قریش کو یہ خوف تھا کہ کہیں سیلابوں سے کعبہ منہدم ہی نہ ہو جائے۔ اس لیے انھوں نے قبطی نجار باقومؓ کو جو سعید بن العاص کا غلام تھا' اس پر راضی کیا کہ وہ خانۂ کعبہ کی تعمیر کرے۔ (۲)

محمد احمد پانی پتی لکھتے ہیں کہ "ابن عینیہ نے اپنی جامع میں عبید بن عمیر کی ایک روایت درج کی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ وہ شخص جس نے کعبہ کو تعمیر کیا تھا' اس کا نام باقوم تھا۔ وہ رومی تھا۔ ایک کشتی میں سفر کر رہا تھا کہ راستے میں طوفان کی وجہ سے کشتی ٹوٹ گئی اور کنارے پر آ لگی۔ اس زمانے میں کعبہ کی از سرِنو تعمیر کا مرحلہ درپیش تھا۔ جب قریش کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے کشتی کی لکڑی خرید لی اور باقوم سے کہا کہ وہ انھیں خانۂ کعبہ کی تعمیر میں مدد دیں"۔ (۳) ابنِ ہشام کے مطابق رومی تاجروں میں سے ایک کی کشتی سمندر کی لہروں نے ساحل جدہ پر لا ڈالی تھی اور وہ ٹوٹ پھوٹ چکی تھی۔ قریش نے اس کی لکڑی خرید لی اور کعبہ کی چھت بنانے کے لیے اسے تیار کر لیا۔ مکہ میں ایک قبطی بڑھئی رہتا تھا جس نے کعبہ کی تعمیر کی۔ (۴)

جمال حسینی لکھتے ہیں کہ جب رومیوں کی تباہ شدہ کشتی ساحل کے کنارے لگی تو ولید بن مغیرہ قریش کی ایک جماعت کے ہمراہ کشتی کے مالکان کے پاس گیا اور ان سے کشتی کی لکڑی خرید لی اور ان پر اپنا ارادہ ظاہر کیا اور ان کو مکہ آنے کی دعوت دی۔ اس دعوت کو انھوں نے قبول کر لیا۔ ان افراد میں ایک رومی تھا جو تعمیر کے فن سے پوری طرح آشنا تھا۔ (۵)

حضرت باقومؓ نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منبر شریف بنایا تھا۔
(۶) صالح مولیٰ توامہ نے روایت کی ہے کہ باقومؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جھاؤ کی لکڑی کا منبر بنایا تھا اور اس میں تین درجے تھے۔ ایک بیٹھنے کے لیے تھا' دو اور تھے۔ (۷) اس منبر پر تین سیڑھیاں تھیں۔ اس پر چڑھ کر حضورِ اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ (۸)

حواشی

۱۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۴۵
۲۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۹۸
۳۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۱۹۵
۴۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۲۲۹
۵۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۳۲
۶۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۹۸
۷۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۔ ص ۲۳۷
۸۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۱۹۴

عکرمہ بن عامر

عکرمہ بن عامر کا نسب ہے۔ عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار۔ (۱) جب قریش کے سب قبیلوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے لیے پتھر جمع کر لیے تو تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ جب یہ حجرِ اسود نصب کرنے کی جگہ پر پہنچے تو جھگڑا ہو گیا کیونکہ ہر قبیلہ یہ سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لڑائی جھگڑا اس قدر بڑھ گیا کہ قریش مختلف گروہوں میں بٹ گئے اور انھوں نے آپس میں قسمیں کھائیں اور لڑائی کی تیاری کر لی۔ (۲) بنی عبدالدار ایک بڑا پیالہ لائے اور اسے خون سے بھر لیا تو انھوں نے اور بنی عدی بن کعب نے اس پیالے میں ہاتھ ڈبو کر خون آلود کر لیے اور لڑنے مرنے کا معاہدہ کر لیا۔ (۳) اس موقع پر عکرمہ بن عامر نے جو اشعار کہے ان کا ترجمہ یہ ہے۔

○ اللہ تعالیٰ کی قسم کہ ہم اس کے پاس نہیں جائیں گے جس کے پاس تم جانا چاہتے ہو۔ ہم سب اکٹھے ہیں اور ہم اپنے ہاتھ خون سے رنگین کریں گے۔

○ اور ہم خانۂ کعبہ کے متولی ہیں۔ تم لوگ اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ ہم لوگوں پر

اس بارے میں کس طرح ظلم کریں۔

○ ایسا کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم کوئی نفع مند تعریف حاصل کریں اور ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں جو حرام کاموں کی سزا کے طور پر آتا ہے۔

○ تم لوگ ہمارے مقابلے کا ارادہ کس طرح کر سکو گے جب کہ ہمارے نیزوں کی قوت ہر جگہ ریڑھ کی ہڈیوں کو توڑنے والی ہے۔

○ حجرِ اسود دور ہو چکا ہے۔ میں یقیناً اسے اس کے مقام پر نصب کروں گا۔ ہم قسم کھانے کے وقت سب کے سب اس کے پاس ہوتے ہیں۔

○ تم خواہ ہم سے علیحدگی اختیار کر لو اور خانۂ کعبہ ہمارے درمیان حائل ہو جائے یا تم رکنِ اسود کو حرم میں اٹھانے کی قدرت نہ رکھو لیکن میں تو اسے اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھوں گا۔ (۴)

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۰۴
۲۔ سیرتِ ابنِ اسحاق۔ ص ۱۷۱
۳۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۰۴
۴۔ سیرتِ ابنِ اسحاق۔ ص ۱۷۱، ۱۷۲

وہب بن عبد مناف

تعمیرِ کعبہ کے موقع پر وہب بن عبد مناف موجود تھے۔ جب حجرِ اسود کی تنصیب کا جھگڑا شروع ہوا اور عکرمہ بن عامر بن ہاشم نے اشعار کہے، ان کا جواب وہب بن عبد مناف نے بھی اشعار کی زبان میں دیا۔ اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

○ قریش کے لوگوں کو میری یہ بات پہنچا دو کہ میں ان میں سے سب سے زیادہ بزرگی اور شرافت کا حامل ہوں۔ ہم دوسروں کے غلبے کے منکر ہیں۔ ہم کسی کو غالب نہیں ہونے دیں گے۔

○ ہم اس کا انکار کرتے ہیں کہ کوئی کھلے بندوں ہمارے اس حق کو غصب کر لے۔

ہمارے جیسا کوئی دوسرا نہیں۔ ہمارا یہ مقام ہم سے کوئی چھین نہیں سکتا۔

○ ہم شرافت و کرامت والے ہیں۔ کوئی قبیلہ ہمارا ہم پلہ نہیں ہے۔ ہم بادشاہ ہیں اور آباؤاجداد کے وقت سے ہم بزرگی کے حامل چلے آ رہے ہیں۔

○ میں نے دیکھا کہ ہمارا حلف پاکیزگی پر مبنی ہے۔ جس طرح تو دیکھتا ہے کہ بادشاہ کی پردہ داری میں بھی ایک راز پوشیدہ ہے۔

○ بے شک ہمارے ساتھ قوت ہے۔ اس قوم کا کیا ارادہ ہے جس نے ہمارے ساتھ نیکی کا معاہدہ کیا ہے۔

○ وہ ایسی قوم ہے جو ہمارے ساتھ لڑائی میں رفاقت اختیار کیے ہوئے ہے۔ تیرے رب کی قسم ہم ہرگز اس سے ناراض نہیں ہوں گے۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ سیرتِ ابنِ اسحاق۔ ص ۱۷۲، ۱۷۳۔ مترجم پروفیسر رفیع اللہ شہاب / نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۰۵، ۱۰۶ مضمون سیرتِ ابنِ اسحاق۔ تحقیق و تعلیق ڈاکٹر حمید اللہ۔ مترجم نور الٰہی ایڈووکیٹ

حضرت زبیرؓ بن عبد المطلب

تعمیرِ کعبہ میں حضرت زبیرؓ بن عبد المطلب کی موجودگی ان کے اشعار سے ہوتی ہے۔ اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

○ مجھے تعجب ہوا کہ عقاب سانپ کی جانب کیوں اتر آیا۔ حالانکہ سانپ تو عقاب کو گھبرا دینے والی چیز ہے۔

○ اور اس کی جلد سے کبھی تو ایک خاص قسم کی آواز ہوا کرتی تھی اور کبھی وہ حملہ بھی کیا کرتا تھا۔

○ جب کعبے کی از سرِ نو تعمیر کے لیے ہم اٹھے تو سانپ ہمیں ڈرانے کے لیے اس عمارت پر سے حملہ کرتا اور خود بھی ڈرتا تھا۔

○ پھر جب ہم اس تکلیف دہی یا نقصان رسانی سے ڈر گئے تو ایک عقاب آیا، جس کا

نزول ٹھیک اسی کے لیے ہوا تھا۔

○ اس نے اسے اپنی جانب کھینچ لیا اور ہمارے لیے کعبۃ اللہ کو خالی کر دیا تاکہ اس کے پاس جانے کے لیے کوئی روک نہ رہے۔

○ پس ہم سب کے سب متفق ہو کر جلد تعمیر کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے' اس کی بنیاد اور مٹی کا کام ہمارے ذمہ تھا۔

○ خدا نے اس کام کے باعث سے بنی لوی کو اعزاز سے سرفراز فرمایا۔ پس اس عزت کی جڑ اس کے پاس سے جا نہیں سکتی۔

○ اس مقام پر بنی عدی بھی جمع تھے جو تیزی سے کام کر رہے تھے اور بنی مرہ بھی۔ لیکن بنی کلاب تو ان سے آگے تھے۔

○ اس کام کے سبب سے خدا نے ہمیں عزت کا سزاوار بنا دیا۔ جزا و ثواب کی طلب تو اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتی ہے۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ ابن ہشام۔ سیرۃ النبی کامل۔ جلد اول۔ ص ۲۲۰' ۲۲۱

ولید بن مغیرہ

ولید بن مغیرہ تعمیر کعبہ میں شریک تھا۔ (۱) کعبہ کی تعمیر کے وقت اس نے جو اشعار کہے ان کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

○ اے قوم! سانپ کے واقعہ میں ہمارے لیے عبرت ہے اور یہ واقعہ ہر اس شخص کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے جو کسی کام کو ڈرتا ہوا کرے۔

○ اے بنی فہد! یعنی قوم قریش تمہاری دعا کے بغیر ہی صبح کے وقت گنجے عقاب کو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اس اژدھا کو جھپٹ کر لے جائے۔

○ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب تمہاری سوچ ختم ہو چکی تھی۔ اور تم ڈر رہے تھے کہ تم بھی اسے یہاں سے نہ ہٹا سکو گے۔ (۲)

قرآن مجید کے نازل ہونے پر ولید بن مغیرہ نے کہا "کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) پر تو وحی نازل ہو اور مجھے چھوڑ دیا جائے۔ حالانکہ میں قریش میں بڑا شخص اور سردار ہوں اور ابو مسعود عمرو بن عمیر الثقفی کو چھوڑ دیا جائے جب بنی ثقیف کا سردار ہے"۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترجمہ) اور انھوں نے کہا کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ نازل کیا گیا" (۳)

اعلانِ نبوت کے وقت ولید بن مغیرہ سب سے معتر تھا۔ اس نے کفار کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ اگر ہم محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے بارے میں حج کے موسم میں یہ مشہور کر دیں کہ یہ جادوگر ہیں اور ان کا جادو باپ بیٹے' بھائی بھائی' میاں بیوی اور خاندان والوں میں جدائی پیدا کر دیتا ہے تو حج کے موقع پر آنے والے لوگوں کو ان کے دین سے بچایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس کی تجویز پر سب کفار نے یہی پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ یہ لوگ تمام شاہراہوں پر بیٹھ گئے اور جو بھی گزرتا اسے یہی باتیں بتاتے۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے پاس آنے سے روکتے۔ (۴)

ولید بن مغیرہ کے بیٹے خالد بن ولید کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار کہا ہے۔ (۵)

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۰۸
۲۔ سیرتِ ابنِ اسحاق۔ ص ۱۷۶
۳۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۳۹۷
۴۔ نبیؐ رحمت۔ ص ۲۹' ۳۰
۵۔ اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۲۸

قیس بن عدی

قیس بن عدی کا ذکر تعمیر کعبہ کے سلسلے میں ہوتا ہے۔ ابن سعد' ابن خلدون اور شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب انھیں چادر پکڑنے والے افراد میں شمار کرتے

ہیں۔ (۱) ان کے حالات نہیں ملتے۔

حاشیہ

۱۔ طبقاتِ ابن سعد۔ اول۔ اخبارُ النبیؐ۔ ص ۲۳۶ / تاریخ ابن خلدون۔ حصہ اول۔ ص ۲۹۳ / سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۵۲۵

قیس بن عمرو (بنو مخزومی)

قیس بن عمرو بن مخزوم تعمیرِ کعبہ میں اپنی قوم کی طرف سے شامل ہوئے تھے اور چادر پکڑنے والوں میں ان کا نام بھی آتا ہے۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۵۶

ابووہب بن عمرو

ابووہب بن عمرو کعبہ کی تعمیر کے وقت موجود تھے اور جب قریش نے ارادہ کیا کہ کعبہ کو ڈھانے کے بعد اسے از سرِ نو تعمیر کیا جائے تو انھوں نے ایک پتھر نکالا اور وہ پتھر ابووہب کے ہاتھ سے اچھل کر اپنی جگہ پر جا لگا۔ اس پر ابووہب نے قریش کو خاطب کرتے ہوئے کہا کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر میں صرف اپنی پاک کمائی خرچ کرو' سود کی کمائی یا کسی پر ظلم کر کے حاصل کی ہوئی کمائی استعمال نہ کرو۔ (۱)

ابووہب بن عمرو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دادی حضرت فاطمہؓ بنت عمرو کے سگے بھائی تھے۔ اور حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب کے سُسر تھے۔ ان کی بیٹی عاتکہؓ بنت وہب کو آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ماں کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ (۲)

ابنِ اسحاق نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن نجیح مکی نے بیان کیا۔ انھوں نے عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے جعدۃ بن ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو کے لڑکے کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا تو اس کے متعلق دریافت کیا۔ کہا گیا کہ وہ جعدۃ بن ہبیرہ کا بیٹا ہے۔ اس وقت عبداللہ بن صفوان نے کہا کہ اس شخص کا دادا ابووہب تھا۔ (۳)

حضرت ابووہب کی اولاد

ان کے بیٹے حضرت حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم قرشی مخزومی ہیں۔ حضرت حزن سعد بن مسیب بن حزن کے دادا ہیں۔ یہ زمانہ جاہلیت میں اشرافِ قریش میں سے تھے۔ بعض لوگوں کے خیال کے مطابق انھوں نے ہی حجرِ اسود کو کعبہ سے اٹھایا تھا اور حجرِ اسود ان کے ہاتھ سے اچک کر پھر اپنے مقام پر چلا گیا تھا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ حجرِ اسود اٹھانے والے حزن کے والد ابووہب تھے۔ اور یہی بات درست بھی ہے۔ حضرت حزنؓ کے بھائی ہبیرہ اور یزید ہیں جو ابووہب کے بیٹے ہیں اور یسار بن اسد کے اخیافی بھائی ہیں۔ ان سب کی والدہ فاختہ بنت عامر بن قرظ بن سلمہ بن قشیر ہیں۔ سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں کہ میرے دادا کا نام حزن تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب ان سے نام پوچھا اور انھوں نے حزن بتایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ نہیں تمہارا نام سہل ہے۔ حزن نے کہا کہ میں اپنا نام نہیں بدلوں گا۔ سعید کہتے ہیں کہ حزن کی کیفیت ہم اب بھی اپنے میں دیکھتے ہیں۔ یعنی ان کی اولاد میں بھی ایک کج خلقی تھی۔ زبیر بن مصعب نے ان کی ہجرت کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ اور ان کے بیٹے مسیب فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے ہیں۔ حزن جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے اور بعض لوگوں کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے شروع میں قتالِ مرتدین میں شہید ہوئے۔ (۴)

حواشی

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۹

۲ - حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن۔ ص ۳۳، ۳۴
۳ - سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۲۱۷
۴ - اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۳

حضرت عباسؓ بن عبد المطلبؓ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ بن عبد المطلبؓ تعمیرِ کعبہ میں شریک تھے۔ تعمیر کے وقت قریش کے تمام قبائل نے مل کر کعبہ کی تعمیر میں حصہ لیا تھا۔ دو دو افراد مل کر دور دور سے پتھر اٹھا کر لاتے تھے۔ اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ حضرت عباس تھے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مل کر پتھر لاتے تھے۔ (۱)

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اس کی جگہ رکھا تو اس جگہ کو ہموار کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک پتھر طلب کیا۔ قبیلۂ نجد کے ایک شخص نے پتھر پیش کیا تو حضرت عباسؓ نے اس شخص کو منع کیا اور خود ایک پتھر اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس سے نجدی کو غصہ آگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس شخص سے فرمایا۔ "بیت اللہ کی تعمیر میں ہمارے ساتھ ہمارا ہی آدمی ہو گا"۔ (۲)

حضرت عباسؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں بھی شریک تھے۔ اس لیے ان کا ذکر تفصیل کے ساتھ وہاں کیا جائے گا۔

حواشی

۱ - ساجد الرحمٰن۔ سیرتِ رسولؐ۔ ص ۱۵
۲ - رسالتمآبؐ۔ ص ۳۳

اسود بن مطلب

اسود بن مطلب کی کنیت ابوزمعہ ہے۔ یہ خانۂ کعبہ کی تعمیر کے وقت شریک تھا۔ اس کا نسب یہ ہے۔ اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی۔ (۱) یہ حجرِ اسود میں چادر پکڑنے والوں میں شامل تھا۔ (۲)

ابوزمعہ یعنی اسود بن مطلب غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اسود بن مطلب ان بدقسمتوں میں سے تھا جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے استہزا کیا کرتے تھے۔ جن کی بابت یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترجمہ) ہم آپ کو (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو) ہنسی کرنے والوں سے بچالیں گے۔ (۳) ایک روایت یہ ہے اس کی ایذا رسانی اور تمسخر کے سبب اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بددعا فرمائی تھی کہ یا اللہ اسے اندھا کر دے اور اسے اس لڑکے کی موت پر رُلا۔ (۴)

اسود کا بیٹا زمعہ بن اسود بھی باپ کی طرح قریش کا رئیس تھا اور اسلام اور مسلمانوں کا دشمن بھی۔ یہ بھی غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ (۵) اسود بن مطلب کا پوتا حضرت عبداللہؓ بن زمعہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربان تھے۔ عبداللہ بن زمعہ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دلایا کرتے تھے۔ (۶)

اسود بن مطلب نے ایک بار عثمان بن حویرث کی ایک تجویز کی مخالفت کی تھی۔ وہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ زمانہ جاہلیت میں دارالندوہ، پارلیمان اور ایوانِ نمائندگانِ بالا اور سینٹ کہلاتے تھے۔ یہ مختلف خاندانوں کے سرداروں اور سرکردہ افرادِ پر مشتمل تھی۔ سینٹ کے انتخاب کا کوئی مخصوص طریقہ رائج نہ تھا لیکن کسی نہ کسی طرح قریش نے یہ فیصلہ کرنے کا طریقہ دریافت کر لیا تھا کہ خاندان کے کون سے قابل ذکر افراد ان کے لیے نقطہ آغاز فراہم کرتے مگر اس کے لیے فیصلہ کن عناصر اس کی ذاتی خصوصیات، تجارتی و مالی زیرکی، دوسرے خاندانوں اور قبائل اور بڑی طاقتوں کے نمائندوں سے روابط میں اس کی فراست، خاندان میں اپنے ہمسر کو قائل کرنے اور وسیع دائرہ میں اپنی رہنمائی منوانے کی اہلیت رکھتے تھے۔ (۷) کسی طامع آزما کے لیے

کوئی گنجائش نہیں تھی کہ وہ مسلمہ معیار کو بالائے طاق رکھ کر بادشاہت قائم کرنے کی تمنا کرے۔ عثمان بن حویرث نے بازنطینیوں سے گفت و شنید شروع کی کہ اسے مکہ میں بادشاہ بنا دیں اور مدد کا وعدہ بھی حاصل کر لیا۔ عثمان کی تجویز کو اسود بن مطلب (ابوزمعہ) نے مسترد کر دیا۔ محمد یوسف گورایہ جوُد علی جلد ۴۔ ص ۳۹، ۴۰ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عثمان بن حویرث قریش میں قابل ترین آدمی نہ تھا اور قریش یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ وہ رومیوں اور فارسیوں کے درمیان اپنی غیر جانبداری کی حکمت عملی سے تجاوز کرے۔ (۸)

حضرت عبداللہ بن زمعہ کی والدہ کا نام قریبہؓ تھا، وہ ابوامیہ بن مغیرہ کی بیٹی اور حضرت امِ سلمہؓ کی بہن تھیں۔ (۹)

حضرت عبداللہؓ بن زمعہ فتح مکہ کے لگ بھگ مسلمان ہوئے تھے۔ ان کی خالہ اُمُ المومنین حضرت امِ سلمہؓ تھیں۔ اس لیے عبداللہ بن زمعہ اپنی خالہ کی نسبت سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر بہت زیادہ آیا جایا کرتے تھے۔ (۱۰)

حضرت عبداللہ، حضرت عثمانؓ کے ہمراہ یوم الدر میں شہید ہوئے تھے۔ (۱۱)

ان کی اولاد میں سے کثیر بن عبداللہ اور یزید بن عبداللہ حرہ کے واقعہ میں شہید ہوئے۔ (۱۲) یزید بن عبداللہ مسلم بن عقبہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (۱۳)

حواشی

۱۔ اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۲۲۵، ۲۲۶
۲۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۵۲
۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۲۲۶
۴۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۴۵۵
۵۔ سیر الصحابہ۔ جلد چہارم۔ حصہ ہشتم۔ ص ۲۹
۶۔ اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۲۲۵، ۲۲۶
۷۔ واٹ۔ ڈبلیو منٹگمری۔ محمدؐ مکہ میں۔ ص ۹۰
۸۔ نقوش۔ جلد ۱۱۔ ص ۴۰۳، ۴۰۴ مضمون عہدِ نبویؐ میں عدلیہ اور انتظامیہ از ڈاکٹر محمد

یوسف گورایہ۔ مترجم محمود عالم قریشی۔
۹۔ شہناز کوثر۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۱۷۰
۱۰۔ سیرُ الصحابہ۔ جلد چہارم۔ حصہ ہفتم۔ ص ۲۹
۱۱۔ اُسدُ الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۲۲۶
۱۲۔ سیر الصحابہ۔ جلد چہارم۔ حصہ ہفتم۔ ص ۳۰
۱۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۱۷۰

ابوامیہ بن مغیرہ

حجرِ اسود رکھنے پر جھگڑا شروع ہوا کیونکہ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ وہ یہ سعادت حاصل کرے۔ جب حالات بہت بگڑ گئے اور نوبت لڑائی تک جا پہنچی تو اس موقع پر ابوامیہ جو عمر میں سب سے بڑا تھا، اس نے ایک تجویز پیش کی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے خانۂ کعبہ میں داخل ہو گا، وہی اس جھگڑے کا فیصلہ کرے گا۔ (۱) ابنِ ہشام کل صبح کا ذکر کرنے کے بجائے صرف یہ لکھتے ہیں کہ اس مسجد کے دروازے سے جو پہلا شخص داخل ہو، اسے آپس کے اختلافی مسئلے پر فیصلہ کرنے والا بناؤ۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ پھر ان کے پاس سب سے پہلے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ جب ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو کہا یہ تو وہ امین ہیں جنھیں سب جانتے ہیں۔ ان کے فیصلے پر ہم راضی ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کو تسلیم کیا گیا۔ (۲)

قریش کی ایک شاخ کا تعلق بنو مخزوم سے تھا، جس سے ابوامیہ تھے۔ (۳) ان کا نام ابوامیہ تھا اور اپنی فیاضی کی وجہ سے یہ "زاد الرکب" کے لقب سے مشہور تھے۔ (۴) ابوامیہ عرب میں بہت مشہور اور بہادر و شجاع تھے۔ (۵) ان کا نسب یہ ہے۔ ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔ (۶) یہ بے حد فیاض اور دولت مند تھے۔ ان کی سخاوت اور دریا دلی کی شہرت چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ بیسیوں لوگ ان کے دستر خوان پر پلتے تھے۔ اگر کبھی سفر کرتے تو پہلے اپنے تمام ہمراہیوں کی

خوراک اور دوسری ضروریات کی کفالت کی ذمہ داری اٹھاتے۔ (۷) جب قافلے ان کے گھر کی طرف روانہ ہوتے یا ان کی رفاقت میں سفر کرتے تو اپنے ہمراہ زادِ راہ لے کر نہ جایا کرتے تھے کیونکہ ابوامیہ ان کے تمام اخراجات خود برداشت کیا کرتے تھے۔ (۸)

یہ قریش کے مشہور صاحبانِ تکریم افراد میں سے تھا۔ یہ اپنی سواریوں کی زیادتی کی وجہ سے پہچانا جاتا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ جب سفر کرتا تو اپنے کسی ایک ساتھی کے لیے نہیں بلکہ اس کے ساتھ جتنے لوگ بھی شریک سفر ہوتے' ان سب کے زادِ راہ کا ذمہ دار یہ ہوتا۔ اس نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔ حضرت ابوطالبؓ وغیرہ نے اس کا وارث ابو حیمہ کو بنایا تھا۔ حضرت ابوطالبؓ نے اس کے فوت ہونے پر مرثیہ بھی لکھا تھا۔ اشعار کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

○ وہ بخشش کرنے والا بزرگ ہلاک ہو گیا جس کے تمام قریش حاسد تھے۔ وہ امن کی پناہ گاہ تھا۔ جب راعد گم ہو جاتا تو وہ فریاد سننے والا تھا۔ (۹)

ان کی بیویوں میں حضرت عاتکہؓ بنتِ عبدالمطلب اور عاتکہ بنتِ عامر کا ذکر ملتا ہے۔ عاتکہ بنتِ عبدالمطلب اور ان کی بہن اروی بنتِ عبدالمطلب کے متعلق محمد بن سعد کا بیان ہے کہ یہ دونوں مکہ معظمہ میں ایمان لائیں اور مدینہ منورہ میں ہجرت بھی کی۔ (۱۰) ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حضرت عاتکہؓ کے اسلام کے بارے میں اختلاف ہے۔ اور ابنِ اسحاق اور علما کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھیوں میں سے سوائے حضرت صفیہ بنتِ عبدالمطلب کے کسی اور نے اسلام قبول نہیں کیا۔ (۱۱)

حضرت عاتکہ نے غزوۂ بدر سے چند دن پہلے ایک خواب دیکھا تھا۔ (۱۲) یہ خواب انھوں نے ضمضم بن عمرو الغفاری کے مکہ پہنچنے سے تین دن پہلے دیکھا تھا۔ (۱۳) کہ ایک اونٹ سوار پہلے تو وادی ابطح میں' پھر کعبہ پر چڑھ کر اعلان کیا کہ اے آل غدر تین دن کے اندر اپنے مقام ہلاکت کی طرف دوڑتے ہوئے نکلو' اس کے بعد وہ کوہ ابو قیس پر چڑھا اور ایک پتھر اٹھا کر نیچے لڑھکا دیا (۱۴) جب پتھر پہاڑ کے دامن میں پہنچا تو وہ زور سے پھٹ پڑا اور مکہ کے گھروں اور مکانوں میں سے کوئی گھر ایسا نہ

رہا جس میں اس کا ٹکڑا نہ گرا ہو۔ (۱۵) [illegible] طرح قریش کے ساتھ وہی کچھ پیش آیا جو حضرت عاتکہؓ نے خواب میں دیکھا تھا۔ (۱۶)

عاتکہ شعر و شاعری کا شوق رکھتی تھیں۔ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال پر بھی مرثیہ لکھا تھا۔ (۱۷) اور انھوں نے اپنے والد حضرت عبدالمطلبؓ کی وفات پر بھی مرثیہ لکھا تھا۔ (۱۸)

ابوامیہ کی دوسری بیوی عاتکہ بنت عامر کا تعلق خاندان فراس سے تھا۔ (۱۹) عاتکہ ایک کنانی کی بیٹی تھیں۔ ان کا نسب یہ ہے عاتکہ بنتِ عامر بن ربیعہ بن مالک بن خزیمہ بن علقمہ (۲۰) بن جذل الطعان ابن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ۔ (۲۱)

اولاد

عاتکہ بنتِ عبدالمطلب کی اولاد میں عبداللہ بن ابوامیہ زہیر اور قریبہ شامل ہیں۔ (۲۲) عبداللہ بن ابوامیہ اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کے سخت مخالف تھے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہت مخالفت کیا کرتے تھے۔ (۲۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تبلیغ اسلام کے دوران ایک بار عبداللہ بن ابوامیہ نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا "میری قوم نے بہت سی تجویزیں آپ کے سامنے پیش کیں آپؐ نے ان میں سے کوئی تجویز نہیں مانی۔ پھر انھوں نے اپنے لئے چند مطالبات بھی کیے' وہ بھی آپؐ نے مسترد کر دیئے۔ پھر یہاں تک کہا کہ اگر آپؐ ہمارے لیے کچھ نہیں مانگتے تو آپؐ کی مرضی۔ اپنے لیے تو اپنے رب سے باغات' محلات اور خزانے مانگئے۔ اگر وہ آپ کو یہ چیزیں دے دے تو پھر وہ آپؐ پر ایمان لے آئیں گے۔ وہ بھی آپ نے ٹھکرا دی۔ پھر انھوں نے وہ عذاب نازل کرنے کا مطالبہ کیا جس سے آپ ہر وقت ان کو ڈراتے رہتے تھے۔ یہ بات بھی آپ نے نہ مانی۔ بخدا میں تو اب کسی قیمت پر آپؐ پر ایمان نہیں لاؤں گا"۔ (۲۴) اور شعر کہا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

○ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے لیے کوئی چشمہ جاری کر دیں آپؐ کے لیے کوئی باغ چھوہاروں کا غیب سے پیدا ہو جائے۔ (۲۵)

فتح مکہ کے کچھ روز قبل یہ ابوسفیان کے ہمراہ ہجرت کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے مدینہ آ رہے تھے کہ دونوں کی ملاقات راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہو گئی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات کی درخواست کی اور جب اجازت نہ دی گئی تو حضرت امِ سلمہؓ نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان کی سفارش کی کہ یا رسولؐ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم ابوسفیان آپ کے چچا زاد اور پھوپھی زاد ہیں۔ اور عبداللہ بن ابوامیہ آپ کے سسرالی رشتہ دار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ مجھے ان دونوں کی ضرورت نہیں۔ میرے چچا زاد نے میری آبرو کا خیال نہ کیا اور میرے سسرالی رشتہ دار نے جو گفتگو مجھ سے کی تھی وہ بھی مجھے یاد ہے"۔ مگر پھر رحمتہ للعالمین (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو جوش آ گیا اور ان دونوں کو بلا لیا اور معاف فرما دیا۔ یہ دونوں اسلام لے آئے۔ عبداللہ بن ابوامیہ نے فتح مکہ میں بھی شرکت کی اور حنین و طائف میں بھی۔ طائف میں کسی نے انھیں تیر مار دیا اور یہ شہید ہو گئے۔ (۲۶)

امُ المومنین حضرت امِ سلمہؓ عبداللہ بن امیہ کی بہن تھیں۔ یہ دونوں ابوامیہ کی اولاد تھے مگر حضرت امِ سلمہؓ عاتکہ بنتِ عامر بن ربیعہ بن مالک کی بیٹی تھیں اور حضرت عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی عاتکہ بنتِ عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ (۲۷)

زہیر بن ابوامیہ حضرت امِ سلمہؓ کے بھائی اور خالد بن ولید کے چچا زاد تھے۔ (۲۸) ہشام بن عمرو بن ربیعہ، زہیر بن ابی امیہ اور مطعم بن عدی نے شعب ابی طالب کے عہد نامہ کے خلاف ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ (۲۹) اور جب معلوم ہوا کہ عہد نامہ کو دیمک نے چاٹ لیا ہے تو زہیر بن ابوامیہ نے ہتھیار باندھے اور شعبِ ابی طالب کے محصورین کو نکال لائے۔ (۳۰)

امُ المومنین حضرت امِ سلمہؓ کی پہلی شادی ان کے چچا زاد حضرت ابوسلمہؓ سے ہوئی۔ ابوسلمہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی برہ بنتِ عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت ابوسلمہؓ حضرت ثویبہؓ کے دودھ پلانے کی وجہ سے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ (۳۱) ابوسلمہؓ غزوۂ اُحد میں زخمی ہوئے اور اسی زخم کی وجہ سے فوت ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ یہ نکاح شوال ۴ ہجری میں ہوا۔ (۳۲)

حواشی

۱۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۳۳ / سیرۃ الرسولؐ من القرآن۔ ص ۹۴
۲۔ سیرتِ ابن ہشام۔ جلد اول۔ ص ۲۲۰ / نقوش۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۱۱
۳۔ ازواجِ مطہرات۔ جلد دوم۔ ص ۱۰
۴۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۷۶
۵۔ اسلام کی بہادر بیٹیاں۔ مرتبہ مسعودہ بیگم۔ ص ۸۹ / اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۴۳
۶۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۳۰۶
۷۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۷۶
۸۔ محمود احمد غضنفر۔ حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو۔ جلد اول۔ ص ۵۷
۹۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ۳۴۳
۱۰۔ النبی الاطہرؐ۔ ص ۵۹
۱۱۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۷۳
۱۲۔ ہادئ کونینؐ۔ ص ۳۷
۱۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۷۳
۱۴۔ الوفا۔ ص ۷۴۴
۱۵۔ حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۲۷، ۲۸ حاشیہ
۱۶۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۷۴
۱۷۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۹۳
۱۸۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۱۹۲، ۱۹۳
۱۹۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۷۶ / ازواجِ مطہرات۔ جلد دوم۔ ص ۱۰

۲۰ - اسد الغابہ- جلد ۱۰- ص ۲۴۳
۲۱ - سیر الصحابہ- جلد ششم- ص ۵۶
۲۲ - اسد الغابہ- جلد ۱۰- ص ۱۷۳
۲۳ - اسد الغابہ- جلد ۱۰- ص ۲۱۱
۲۴ - محمد کرم شاہ، پیر- ضیاء النبیؐ- جلد دوم- ص ۲۸۸
۲۵ - اسد الغابہ- جلد ۱۰- ص ۲۱۱
۲۶ - اسد الغابہ- جلد ۵- ص ۲۱۱، ۲۱۲
۲۷ - حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم کی رشتہ دار خواتین- ص ۷۳
۲۸ - اسد الغابہ- جلد ۴- ص ۷
۲۹ - نبی رحمتؐ- ص ۱۳۱
۳۰ - ابراہیم سیالکوٹی- سیرت المصطفیٰؐ- جلد اول- ص ۳۱۸، ۳۱۹
۳۱ - حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم کی رشتہ دار خواتین- ص ۱۲۹
۳۲ - صحابیات- ص ۷۵، ۷۶

عتبہ بن ربیعہ

عتبہ بن ربیعہ حربِ فُجار میں شریک تھا۔ اس کے علاوہ تعمیرِ کعبہ میں بھی شریک تھا۔ حجرِ اسود کی تنصیب میں چادر پکڑنے والے سرداروں میں عتبہ بن ربیعہ بھی شامل تھا۔ (۱) تعمیرِ کعبہ کے موقع پر عتبہ بن ربیعہ کی عمر ۶۵ برس تھی۔ اس بات کا اندازہ یوں ہوتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم کی بعثت کے قریب حضرت ابوسفیان بن حرب سے امیہ بن ابی الصلت نے پوچھا کہ اے ابوسفیان مجھے عتبہ بن ربیعہ کی خصوصیات تو بیان کرو۔ کیا وہ حرام کاموں اور ظلم و زیادتیوں سے گریز اور پرہیز کرتا ہے، صلہ رحمی کرتا اور اس کا حکم دیتا ہے اور نجیب الطرفین ہے۔ اور اپنے قبیلہ میں افضل و اعلیٰ ہے۔ قریش میں وہ شرف و فضیلت میں فائق ہے۔ ابوسفیان نے کہا واللہ ایسا ہی ہے۔ اس نے کہا اس کی عمر کتنی ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔ اس

وقت اس کی عمر سترؔ کے قریب ہے۔ امیہ نے کہا تو پھر یہ وہ شخص نہیں جس کی قسمت میں نبوت ہے۔ کیونکہ میں ایک نصرانی کے پاس گیا تھا، اس نے مجھے نبیٔ آخر الزماں (صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم) کے متعلق بتایا کہ وہ عرب سے ہوں گے اور اس گھر کے پڑوسیوں میں سے ہوں گے۔ جس کی عرب حج و زیارت کرتے ہیں اور دیگر خصوصیات بیان کیں۔ (۲)

حضرت ابوطالبؓ نے ایک قصیدہ لکھا جس میں انھوں نے حرمِ مکہ نیز اپنے اس رتبے کی پناہ لی جو انھوں نے وہاں کی سکونت کے سبب حاصل کیا تھا اور اس قصیدہ میں اپنی قوم کے بلند مرتبہ لوگوں پر اپنی محبت جتائی۔ اس کے علاوہ اپنے اشعار میں انھوں نے بتایا کہ وہ کسی بڑی سے بڑی چیز کے مقابلے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم کو ان کے حوالے نہیں کریں گے۔ حتیٰ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم کی حفاظت میں خود بھی ہلاک ہو جائیں۔ ان اشعار میں انھوں نے لوگوں کے نام لے کر انھیں مخاطب کرتے ہوئے باتیں کی ہیں۔ ایک شعر میں عتبہ سے یوں مخاطب ہوتے ہیں۔ (ترجمہ) اے عتبہ! ہمارے متعلق ایسے کپٹ رکھنے والوں کی بات کی جانب توجہ نہ کر جو حاسد، جھوٹے، دشمنی رکھنے والے اور فسادی ہیں"۔ (۳)

عتبہ کی اولاد میں ہند بنت عتبہ بن ربیعہ تھی جس نے حضرت حمزہؓ کو وحشی سے قتل کروایا تھا اور اس کو انعام کے طور پر اپنے بُندے وغیرہ دیے تھے۔ (۴)

عتبہ بن ربیعہ کی دوسری بیٹی امِ ابان معاویہ کی خالہ تھیں اور شام میں اپنے شوہر ابان بن سعید بن عاص کے ہمراہ تھیں۔ جب ابان جنگ اجنادین میں مارے گئے تو امِ ابان مدینہ واپس آ گئیں۔ مدینہ پہنچیں تو حضرت عمرؓ، زبیر اور طلحہ نے انھیں نکاح کا پیغام بھیجا مگر انھوں نے طلحہ کو سب پر ترجیح دی۔ (۴) کیونکہ حضرت طلحہ (۵) بن عبیداللہ اپنے گھر والوں سے بہت حسنِ سلوک سے پیش آتے تھے۔ جب امِ ابان نے معزز شخصیات میں سے طلحہ کا انتخاب کیا تو اس کی وجہ دریافت کرنے پر بتایا کہ جب یہ گھر میں داخل ہوتے ہیں تو ہنستے ہوئے، جب باہر نکلتے ہیں تو مسکراتے ہوئے، کچھ مانگو تو غل نہیں کرتے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے۔ اگر کام کر دو تو شکر گزار ہوتے ہیں اور غلطی پر معاف کر دیتے ہیں۔ (۶)

ابنِ اثیر خباب نامی ایک غلام کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ فاطمہ بنتِ عتبہ بن ربیعہ کے غلام تھے۔ ان کا ذکر ابنِ مندہ اور ابونعیم نے کیا ہے کہ ان کی کنیت ابوالسائب ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ خشک گوشت کھا رہے تھے اور تخت پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے اور ایک مٹی کے برتن سے پانی پیتے تھے۔ ابوعمر نے ان کے صحابی ہونے میں اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ انھوں نے زمانۂ جاہلیت کو پایا ہے۔ ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ میں نے ابوعمر کا قول اس لیے لکھا ہے کہ کہیں کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ابوالسائب کے علاوہ یہ کوئی اور خباب ہیں۔ (۷) مولانا سعید احمد لکھتے ہیں کہ ابوالسائب کے بیٹے سائب کا شمار حجاز کے بڑے عالموں اور حدیث کے راویوں میں ہے۔ (۸) عتبہ بن ربیعہ کی ایک بیٹی رملہ بھی تھیں جس کے غلام ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان تابعین میں سے تھے۔ (۹)

عتبہ کے بیٹے خالد بن عتبہ بن ربیعہ کی کنیت ابوہاشم تھی۔ یہ معاویہ بن ابی سفیان کے ماموں تھے۔ عبدان نے انھیں اکابرِ اصحابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں شامل کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے تمام صحابہ میں سے پہلے ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت دیا کرتے تھے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بار ان کی موچھوں پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ اس کو اس وقت تک نہ کترانا جب تک مجھ سے نہ مل لو اور انھیں ایک سریّہ میں بھیج دیا۔ مگر خالد بن عتبہ بن ربیعہ کے واپس آنے سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اس لیے حضرت خالد بن عتبہ کہا کرتے تھے کہ میں اپنی موچھیں نہ کتراؤں گا یہاں تک کہ میری ملاقات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نہ ہو جائے۔ (۱۰) یہ فتحِ مکہ کے دن ایمان لائے۔ اور شام میں سکونت اختیار کی۔ یہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں فوت ہوئے۔ ان کا شمار زاہد اور پارسا صحابہ میں ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ جب بھی ان کا ذکر کرتے تو انھیں صالح اور پارسا کہہ کر پکارتے۔ (۱۱)

حواشی

۱۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۵۲۔

۲۔ الوفا۔ ص ۷۰

۳۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۲۸۸، ۲۹۴

۴۔ اسد الغابہ۔ جلد ۲۔ ص ۲۷۱

۵۔ طلحہ بن عبداللہ کا نسب یہ ہے۔ طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔ طلحہ بنو تیم کے تمام محتاج و تنگدست خاندانوں کی کفالت کرتے تھے۔ لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کی شادی کر دیتے تھے۔ جو لوگ مقروض تھے، ان کا قرض ادا کر دیتے تھے۔ ...... (سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین حصہ اول۔ ص ۴۴، ۱۸، ۴۹) حضرت عائشہؓ نے طلحہ بن عبیداللہ سے اپنی سوتیلی بہن امِ کلثوم بنت ابوبکر کا نکاح کر دیا تھا۔ امِ کلثوم کا پہلا نکاح طلحہ بن عثمان سے ہوا تھا۔ ان سے دو بچے زکریا اور یوسف پیدا ہوئے اور دوسرا نکاح طلحہ بن عبیداللہ سے ہوا جن سے حضرت اُمِ کلثوم بنتِ ابوبکر کے ابراہیم، احول، موسیٰ، ام حمید اور ام عثمان پیدا ہوئے۔ (مولانا محمد صدیق۔ مقالاتِ صدیقی۔ ص ۳۱ / حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۴۰، ۴۱)

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۴۱

۷۔ اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۳۷

۸۔ اسد العابہ۔ جلد ۲۔ ص ۱۰۹ / غلامانِ اسلام۔ ص ۸۱

۹۔ غلامانِ اسلام۔ ص ۲۰۷

۱۰۔ اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۱۳۱

۱۱۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۱۔ ص ۲۷۵

حذیفہ بن بدر

تعمیرِ کعبہ کے موقع پر حذیفہ بن بدر کی موجودگی بھی ثابت ہوتی ہے۔ یہ قریش میں "سید غطفان" کہلاتا تھا اور "ربِ معد" کے طور پر بھی مشہور تھا۔ (۱) ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ حذیفہ بن بدر قبیلہ غطفان کا سردار اور قیس کا گھرانا جس کو ربِ معد بھی

کہتے تھے اور اس کے بھائی مالک بن بدر اور حمل بن بدر اور حذیفہ کا بیٹا حصن جس کا فرزند، عیینہ بن حصن ہے، یہ سب لوگ ایک نسل سے ہیں۔ (۲) اس کا نسب یہ ہے، حذیفہ بن بدر بن عمرو بن زید بن جویہ بن لوذان بن ثعلبہ بن عدی بن فزارۃ بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان"۔ زمانۂ جاہلیت میں ہونے والی مشہور جنگوں میں ایک "حربِ داحس" بھی تھی۔ یہ لڑائی گھوڑوں کی وجہ سے ہوئی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ حذیفہ بن بدر نے اپنا "الغبرا" نامی گھوڑا قیس بن زہیر جذیمہ کے "داحس" نامی گھوڑے کے ساتھ دوڑایا۔ حذیفہ بن بدر نے اپنے چند آدمیوں کو گھات میں بٹھا دیا اور انھیں حکم دیا کہ اگر داحس دوڑ میں جیتنے لگے تو اس کے منہ پر ماریں۔ چنانچہ "داحس" دوڑ میں آگے نکل گیا تو لوگوں نے اس کے منہ پر مارا اور اس طرح وہ دوڑ ہار گیا اور "الغبراء" نامی گھوڑا جیت گیا۔ جب داحس کا سوار واپس آیا تو اس نے اس واقعہ کی اطلاع قیس کو دی تو قیس کے بھائی مالک نے "الغبراء" گھوڑے پر حملہ کر کے اس کے منہ کو مارا۔ حمل بن بدر اٹھا اور اس نے مالک بن زہیر کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ ابوالجنیدب بن العبسی عوف بن حذیفہ سے ملا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے جواب میں بنی فزارۃ کا ایک شخص مالک سے ملا اور اسے قتل کر ڈالا۔

حذیفہ بن بدر کے بھائی حمل بن بدر نے شعر کہا (ترجمہ) "ہم نے عوف کے بدلے میں قتل کر ڈالا اور یہ ہمارا بدلہ تھا۔ اب اگر تم حق کے سوا کسی اور چیز کے طالب ہو تو پچھتاؤ گے"۔ الربیع بن زیاد العبسی نے جواب میں کہا "کیا مالک بن زہیر کے قتل ہو جانے کے بعد عورتیں اولاد کی بقا کی امید رکھ سکتی ہیں"۔ اس طرح قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور بنی عبس اور بنی فزارہ میں جنگ چھڑ گئی اور حذیفہ بن بدر اور اس کے بھائی حمل بن بدر کو قتل کر ڈالا گیا تو قیس بن زہیر بن جذیمہ نے حذیفہ کے لیے بے قرار ہو کر مرثیہ لکھا۔

(ترجمہ) ○ کتنے لوگ ایسے ہیں جنھیں شہسوار کہا جاتا ہے حالانکہ وہ شہسوار نہیں۔ ہاں مقام الہباءۃ میں ایک بڑا شہسوار ہے۔

○ پس حذیفہ پر رو کہ مرثیہ کہنے کے لیے اس کا سا کوئی نہ ملے گا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ بھی مر جائیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے۔

○ باوجود اس کے کہ جوانمرد حمل بن بدر نے زیادتی کی اور ظلم تو بدہضمی پیدا کرنے والی چراگاہ ہے۔ (۳)

عموماً قبائل میں موروثی اصول رائج تھا جس کے مطابق سردار کا سب سے بڑا بیٹا اس کا جانشین ہوتا تھا۔ حصن بن حذیفہ بن برا نے اپنے بیٹے عیینہ بن حصن کو اپنے بعد حکومت کے لیے جانشین مقرر کیا مگر وہ اپنے لوگوں پر حکومت کرنے کے لیے دوسروں سے زیادہ اہلیت نہیں رکھتا تھا۔ حصن نے اپنے تمام بیٹوں کو بلایا اور عیینہ کو مخاطب کر کے اعلان کیا۔ "تم میرے جانشین اور میرے بعد اپنے لوگوں کے سردار ہو"۔ اس کے بعد اس نے انھیں ہدایات دیں۔ اس کے لوگوں نے اس کی نامزدگی قبول کی اور عیینہ کے اقتدار کو قبول کر لیا۔ (۴)

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۵۸۷
۲۔ ابن قتیبہ۔ سیرِ انبیا و صحابہ و تابعین۔ ص ۴۷
۳۔ سیرتِ ابن ہشام۔ اول۔ ص ۳۰۷، ۳۰۸
۴۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۵۸۸ مضمون "عہدِ نبویؐ میں عدلیہ اور انتظامیہ" از ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ۔ مترجم محمود عالم قریشی

ہشام بن مغیرہ

ہشام بن المغیرہ اپنی قوم میں سرداری کا رتبہ رکھتا تھا۔ (۱) اور اس کے بارے میں کسی شاعر نے کہا تھا۔ (ترجمہ) بطنِ مکہ وحشت ناک ہو گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمین پر ہشام نہیں ہے۔ (۲) اس کو "ربِ قریش" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ (۳) عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل کا باپ تھا۔ اس کے دوسرے بیٹے خالد بن ہشام بن مغیرہ کے بارے میں ابوموسیٰ نے اپنی مسند سے عبداللہ بن افلح سے انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے بشیر بن تیم وغیرہ سے روایت کی ہے کہ یہ بدر کے دن کفر کی حالت میں قید کر لیے گئے تھے۔ ابن اثیر کے مطابق یہ بیان نہیں کیا گیا کہ وہ

مسلمان ہو گئے تھے۔ (۴) ہشام بن مغیرہ کا ایک بیٹا عاص بن ہشام بدر میں بحالتِ کفر میں مارا گیا۔ حضرت عمرؓ بن خطاب نے نافع بن عبدالحارث خزاعی کو معزول کر کے ان کی جگہ عاص بن ہشام کے بیٹے خالد بن عاص کو مکہ میں حاکم مقرر فرمایا تھا۔ اور حضرت عثمانؓ نے بھی انھیں حاکم کے عہدے پر قائم رکھا۔ (۵)

ہشام بن مغیرہ کے ایک غلام حکم بن کیسان ہجرت کے پہلے سال اسلام لائے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ یہ ہے کہ یہ مکہ سے کفار کی ایک جماعت کے ساتھ سفر کو نکلے تو راستے میں ان کو ایک سریّہ ملا جس کے سردار حضرت عبداللہ بن حجش تھے۔ اس موقع پر دونوں ٹولیوں میں لڑائی ہو گئی اور حضرت واقد تمیمی نے کفار کے عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا اور مقداد بن عمرو نے حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ حضرت عبداللہ بن حجش نے حکم بن کیسان کو قتل کرنا چاہا مگر مقداد نے یہ کہہ کر روک دیا کہ ہم اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لے جاتے ہیں۔ جب انھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو یہ مسلمان ہو گئے۔ یہ بیئر معونہ میں حضرت عامر بن فہیرہ کے ہمراہ شہید ہوئے تھے۔ (۶)

حواشی

۱۔ کتاب المعارف۔ ص ۶۳
۲۔ کتاب المعارف۔ ص ۶۳
۳۔ ابنِ درید، الاشتقاق۔ ص ۹۴، جواد علی، جلد پنجم۔ ص ۱۸۸ بحوالہ نقوش۔ جلد ۱۱۔ ص ۵۸۷
۴۔ اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۱۳۲
۵۔ اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۱۲۶
۶۔ اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۵۱

عمرو بن جعید

یہ خانۂ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر موجود تھا۔ قریش میں کچھ اہم اشخاص کو خاص ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ مثلاً عمرو بن جعید قریش میں "مسید" کے نام سے مشہور تھا۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۵۸۷

ابوحذیفہ بن مغیرہ

ابوحذیفہ بن المغیرہ تعمیرِ کعبہ میں موجود تھے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ثالث بنایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بہت بڑے جھگڑے کا فیصلہ باسانی کر دیا اور عرب قوم کے لوگ جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر سالہا سال لڑتے رہنے والے تھے، آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کو مان کر بہت بڑے فساد سے بچ گئے۔ اس موقع پر جن افراد نے چادر کو تھام کر حجرِ اسود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچایا تھا، ان میں ابوحذیفہ بن المغیرہ بھی شامل تھا۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ اول۔ ص ۲۴۶

صفوان بن امیہ

امیہ بن خلف کا بیٹا صفوان فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا اور اس کا بیٹا عبداللہ بن صفوان، عبداللہ بن زبیر کے ساتھ مارا گیا۔ (۱) صفوان بن امیہ کی ماں کا نام صفیہ بنتِ معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر صفوان بن امیہ اپنے دادا خلف بن وہب کے پاس بھاگ گئے۔ عمیر بن وہب صفوان بن امیہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ انھوں نے اپنے بیٹے وہب بن عمیر سمیت آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر صفوان بن امیہ کے لیے امان مانگی۔ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو امان دے دی اور علامت کے طور پر اپنی چادر یا عمامہ ان کے پاس بھیجا۔ (۲)

عمیر بن وہب صفوان کے پاس پہنچے تو وہ جدہ سے یمن جانے کے لیے سمندر پر سوار ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ عمیرؓ اسے واپس لے آئے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ مجھے دو مہینے کا اختیار دے دیں یعنی ان دو مہینوں میں اسلام حاصل کرنے کے بارے میں غور کر سکوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں چار مہینے کا اختیار ہے۔ (۳)

اس کے بعد وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ حنین تک گئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے کچھ ہتھیار عاریتاً" مانگے۔ صفوان نے کہا' یہ ہتھیار آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خوشی سے مانگے ہیں یا جبراً"۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ خوشی سے بطور عاریت کے۔ اگر وہ تلف ہو جائیں تو ان کا تاوان دیا جائے گا۔ پس انھوں نے عاریتاً" دے دیے۔ غزوۂ حنین میں یہ کفار کی طرف سے لڑے اور جب مسلمان فتح یاب ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو مالِ غنیمت میں حصہ دیا۔ حضرت صفوان کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حنین کے دن نہایت بغض تھا مگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مجھے برابر دیتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام لوگوں سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے محبوب ہو گئے اور کہا کہ خدا کی قسم اس قدر بخشش نبیؐ کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ ایمان لے آئے۔ اسلام قبول کیا تو ان سے کہا گیا کہ جس نے ہجرت نہیں کی وہ ہلاک ہو جائے گا اور جو ہجرت نہ کرے اس کا اسلام قبول ہی نہ ہو گا۔ پس وہ مدینہ میں ہجرت کر کے آئے اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ کے ہاں اترے۔ اور آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہو کر تمام معاملہ بتایا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ فتحِ مکہ کے بعد ہجرت ضروری نہیں ہے۔ بہرحال تم کس کے ہاں اترے؟ انھوں نے عرض کی کہ عباسؓ بن عبدالمطلبؓ کے ہاں۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم ایسے شخص کے ہاں اترے ہو جو تمام قریش میں سب سے زیادہ قریش سے محبت کرنے والا

ہے۔ (۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے تک جیل خانے کی کوئی عمارت تعمیر نہیں ہوئی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے جیل خانے بنوائے۔ اول اول مکۂ معظمہ میں حضرت صفوان بن امیہ کا مکان ۶ ہزار درہم میں خریدا اور اس کو جیل خانہ بنوایا۔ پھر اور اضلاع میں جیل خانے بنوائے۔ چنانچہ کوفہ کا جیل خانہ نرسل سے بنا تھا۔ معن بن زائدہ نے بیت المال سے کچھ روپیہ کا خمس لیا تو ان کو اسی جیل خانہ میں قید کیا گیا۔ (۵)

حواشی

۱۔ تاریخ ابنِ خلدون۔ اول۔ ص ۲۵۳
۲۔ ابنِ اثیر۔ اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۲۵، ۲۶
۳۔ الرحیق المختوم۔ ص ۶۵۷ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۹۹ / نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۸۹
۴۔ اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۲۷-۲۹
۵۔ سیر الصحابہ۔ جلد پنجم۔ اسوۂ صحابہ۔ حصہ دوم۔ ص ۸۵

غارِ حرا کی تنہائیوں میں عبادت

حضرت عبدالمطلبؓ اور غارِ حرا

حضرت عبدالمطلبؓ ایک بزرگ ہستی تھی۔ یہ جاہلیت کی بُری رسموں سے لوگوں کو روکتے تھے۔ (۱) یہ حد درجہ فیاض تھے۔ نہ صرف انسانوں بلکہ وحشی جانوروں اور پرندوں کی میزبانی بھی کرتے تھے۔ اور وحشی جانوروں کے لیے پہاڑوں پر کھانا بکھیر دیتے تھے۔ اس لیے لوگ انھیں "مطعِم طیر السما" کے لقب سے پکارتے تھے۔ (۲) شیخ محمد رضا حضرت عبدالمطلبؓ کے حکیمانہ اقوال کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انھیں بعد میں قرآن و حدیث میں بھی کیا گیا ہے۔ مثلاً نذر کی تکمیل، محرم سے نکاح کی ممانعت، چوری پر ہاتھ کاٹنے کا حکم، اولاد کو زندہ دفن کرنے کی ممانعت، شراب و زنا کی حرمت اور اس پر حد کا نفاذ، عریاں ہو کر طواف بیت اللہ کی ممانعت، حرام مہینوں کی عظمت و احترام باقی رکھنا اور مقتول کے قصاص میں سو اونٹوں کے خون بہا کا طریقہ رائج کرنا۔ بعد میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اس خون بہا کو شریعت میں برقرار رکھا۔ (۳) اس بزرگ کی سخاوت رمضان المبارک میں انتہا کو پہنچ جاتی تھی۔ غارِ حرا میں خلوت و عُزلت سب سے پہلے انھوں نے ہی شروع کی (۴) یہ نہ صرف ہر سال رمضان المبارک میں غارِ حرا میں عبادت کیا کرتے بلکہ اس پورے مہینے میں مساکین کو کھانا کھلایا کرتے۔ (۵)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور غارِ حرا میں عبادت

تمام اہلِ سِیَر کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تنہائی محبوب ہو جانے کی وجہ سے غارِ حرا میں چلے جاتے تھے۔ (۶) پانی اور ستو بھی ہمراہ لے جاتے۔ (۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کئی کئی راتوں کا سامان خوراک لے کر غارِ حرا میں

چلے جاتے تھے۔ (۸) سیوطی لکھتے ہیں کہ چند روز کے خورد و نوش کے سامان کو ہمراہ لے جاتے اور گوشہ نشین ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت فرماتے۔ سیوطی بھی لکھتے ہیں کہ جب خوراک ختم ہو جاتی تو حضرت خدیجہؓ کے پاس آ کر اتنا ہی خورد و نوش کا سامان لے جاتے۔ (۹) منصور پوری بھی لکھتے ہیں کہ جب تک خوراک ختم نہ ہو جاتی، غار سے باہر نہ آتے۔ (۱۰)

امیر علی لکھتے ہیں کہ بعض اوقات اہل و عیال کے ہمراہ اور بعض اوقات اکیلے جاتے۔ (۱۱) صفی الرحمان مبارکپوری کے مطابق ہر بار حضرت خدیجہؓ ہمراہ ہوتیں اور قریب ہی کسی جگہ موجود رہتیں۔ (۱۲) جمال حسینی اپنی کتاب "روضۃ الاحباب" میں لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ ساتھ نہیں ہوتی تھیں بلکہ جب گھر والوں سے ملاقات کا اشتیاق ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر واپس آتے، حضرت خدیجہؓ کو دیکھتے اور زادِ راہ لے کر پھر چلے جاتے۔ (۱۳)

مودودی، ابنِ ہشام اور طبری کے مطابق لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر سال ایک مہینا غارِ حرا میں گزارا کرتے تھے۔ (۱۴) صفی الرحمٰن مبارکپوری کے مطابق رمضان کا پورا مہینا حرا میں قیام فرماتے۔ (۱۵) "روضۃ الاحباب" میں لکھا ہے کہ ایک ماہ کے لیے غار میں ٹھہرتے اور مہینا کے بعد ہی باہر آتے۔ (۱۶)

حضرت خدیجہؓ کے نکاح سے پیشتر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک کامیاب تاجر تھے لیکن عام طور پر سیرت کی کتابوں میں مالدار خدیجہؓ سے نکاح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام معاشی مسائل کے حل کا اعلان کیا جاتا ہے جو غلط ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا پیشہ تجارت کو جاری رکھا۔ کبھی خود تشریف لے جاتے اور کبھی کوئی شریکِ تجارت جاتے اور منافع آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیتے۔ مگر سوچنا چاہیے کہ غارِ حرا آپؐ کے مہینا قیام کا ذکر کرنے والے کئی لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر رہبانیت کا الزام تو نہیں تراش رہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اعلانِ نبوت سے پہلے بھی اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔

ابنِ اسحاق، ابنِ ہشام اور طبری کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غار

حرا میں قیام کے دنوں میں مساکین کو کثرت سے کھانا کھلاتے تھے۔ (۱۷) "الرحیق المختوم" میں بھی یہی بات نقل کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان بھر اس غار میں قیام فرماتے اور آنے جانے والے مسکینوں کو کھانا کھلاتے۔ (۱۸) سید امیر علی، ابنِ ہشام، ابنِ اثیرؒ ابوالفدا کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اکثر ماہِ رمضان غارِ حرا میں عبادت میں گزارا کرتے تھے اور غریبوں کی امداد اور مسافرانِ صحرا کی دستگیری میں صرف کرتے تھے"۔ (۱۹) آنے جانے والوں اور مسافروں سے یوں احساس ہوتا ہے کہ جیسے یہ گزر گاہ ہو۔ حالانکہ غارِ حرا جبلِ نور کی چوٹی پر واقع ہے جہاں آنے جانے کا تردّد کوئی نہیں کرتا ہو گا۔ البتہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی داد و دہش، لطف و عطا، بخشش و جُود و کرم اور عنایاتِ کریمہ کی وجہ سے ممکن ہے کہ جن دنوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غارِ حرا میں قیام فرماتے ہوں، مساکین اور مستحقین حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے الطاف و اکرام اور جُود و سخا سے استفادے کے لیے یہاں بھی آ جاتے ہوں، اور اپنی حاجتیں پوری ہونے پر واپس چلے جاتے ہوں۔ مگر ایسے افراد صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملنے جاتے ہوں گے۔

حواشی

۱۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۹۲، ۹۳
۲۔ سلمان منصورپوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۰
۳۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۰
۴۔ حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۴۳
۵۔ ابنِ عبدالشکور۔ سیرتِ سید الشہداء حضرت حمزہؓ۔ ص ۱۹
۶۔ الخصائص الکبریٰ۔ اول۔ ص ۱۷۱ / الرحیق المختوم۔ ص ۱۲۹ / سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ دوم۔ ص ۱۳۱ / رسالتمآبؐ۔ ص ۳۷
۷۔ سلمان منصوری پوری۔ رحمۃ للعالمین۔ اول۔ ص ۳۶، ۴۷
۸۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۴۔ ص ۴۷۶
۹۔ الخصائص الکبریٰ۔ اول۔ ص ۱۷۱
۱۰۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ اول۔ ص ۴۷
۱۱۔ سرورِ کائناتؐ۔ ص ۳۱
۱۲۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۲۹
۱۳۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۳۷
۱۴۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ دوم۔ ص ۱۳۲ متن و حاشیہ
۱۵۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۲۹
۱۶۔ رسالتمآبؐ ص ۳۷
۱۷۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ دوم۔ ص ۱۳۲ حاشیہ
۱۸۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۲۹
۱۹۔ سرورِ کائنات۔ ص ۳۱

تئیس برسوں کے دوران میں کیے گئے چند سفر

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباؤ اجداد تجارت پیشہ تھے۔ ان کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلب بھی تاجر تھے۔ (۱) محمد شفیع خاں بلوچ لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی بڑے ہو کر اپنا پاک اور آبائی پیشہ تجارت اختیار کیا اور اس سلسلے میں شام بصرہ اور یمن کے متعدد سفر اختیار فرمائے۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایمانداری، راست بازی اور صداقت کے چرچے قرب و جوار میں زبان زدِ عام تھے۔ یہاں تک کہ زمانۂ جاہلیت کے اس دور میں لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو "صادق" اور "امین" کے القاب سے یاد کرنے لگے تھے۔ (۲)

شاہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں "جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جوان ہوئے تو معیشت کا یہی دروازہ کھٹکھٹایا۔ ان دنوں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے مختلف تجارتی میلوں میں شرکت کی غرض سے نجد، یمن، بحرین اور شام کے سفر کیے۔ ہر بار دیانت، امانت، معاملہ فہمی اور خوش اسلوبی سے کام انجام دیا۔ جب سفر پر نہیں جاتے تھے تو شہر ہی میں مصروفِ تجارت ہوتے"۔ (۳) تنویر چشتی لکھتے ہیں کہ ابتدائے شباب ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے چچا کے ہمراہ تجارت کی غرض سے مختلف مقامات کے دورے شروع کر دیئے تھے۔ (۴) تنویر چشتی چچا کا نام نہیں لکھتے مگر ان سے مراد حضرت ابوطالبؓ ہیں کیونکہ وہ لکھتے ہیں کہ "نہ باپ کا سایہ ہے نہ ماں کی شفقت نہ بھائی کا سہارا نہ بہن کا پیار۔ ایک چچا ہی دمساز ہیں"۔ (۵) پیر محمد کرم شاہ الازہری کے مطابق بعثت سے پہلے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے گہرے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ بیرونِ ملک کئی تجارتی سفر کیے تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہم سفر رہے تھے۔ (۶) محمد احسان الحق لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سن شعور کو پہنچنے کے بعد اپنے چچا زبیرؓ کے ہمراہ تجارتی سفروں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ (۷) "تاریخِ محمد" میں لکھا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے چچا زبیر بن عبدالمطلب کے تجارتی سفروں میں شریک ہوتے اور ان کی معیت، معاونت اور تربیت سے فائدہ حاصل کرتے۔ حضرت خدیجہؓ سے نکاح سے پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) شام، یمن اور بحرین کے کئی تجارتی سفر کر چکے تھے۔ (۸)

ملکِ شام کے سفر

ملکِ شام کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پہلا سفر وہ تھا جو انھوں نے اپنے چچا اور سرپرست حضرت ابوطالبؓ کے ہمراہ کیا۔ (۹) ملکِ شام کی طرف دوسرا سفر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ کیا۔ (۱۰) اس سفر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عمر ۱۸ سال اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک بیس برس تھی۔ (۱۱) تیسری بار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت خدیجہؓ کے شریکِ تجارت کی حیثیت سے ملکِ شام کی طرف گئے۔ یہ سفر حضرت میسرہ کے ہمراہ کیا گیا تھا۔ (۱۲) باڈلے لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تجارتی قافلہ لے کر دمشق تک یہ سفر کیا تھا۔ (۱۳) یہ چوتھا سفرِ شام تھا۔

یمن کے سفر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب اور حضرت عباسؓ کے ہمراہ یمن کا سفر کیا۔ (۱۳) عبدالقدوس ہاشمی یمن کی طرف ایک اور سفر کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ حضرت خدیجہؓ اور قریش کے دوسرے تاجروں کے مال کے ساتھ کیا گیا۔ (۱۵) میسرہ اور خزیمہ کے ہمراہ شام کا سفر کرنے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واپس مکہ آئے تو حضرت خدیجہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں فوری طور پر یمن کی طرف تجارتی سفر کرنے کی گزارش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ گزارش قبول کی اور تجارت کی غرض سے یمن کی طرف تشریف لے گئے۔ (۱۶) سید محمد رضوان و انتظام اللہ شہابی کے مطابق

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ملک یمن کی طرف سے تجارتی تعلقات کی بنا پر متعدد سفر کیے۔ (۱۷)

ذوالمجاز اور دوسری تجارتی منڈیاں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بچپن میں حضرت ابوطالبؓ کے ساتھ وادی ذی المجاز میں بھی گئے تھے۔ یہ وادی عرفات سے تین میل کے فاصلے پر ہے اور یہاں میلہ لگا کرتا تھا۔ (۱۸) ان کے علاوہ عرب کے دیگر تجارتی میلوں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تجارتی مقاصد کے لیے شرکت ثابت ہے۔

دیگر ممالک کی طرف سفر

جرش کی طرف بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تجارت کی غرض سے جانا ثابت ہوتا ہے۔ شبلی نعمانی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دو مرتبہ یمن یا جرش کی طرف جانے کے بارے میں لکھا ہے۔ (۱۹) ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق بھی دو بار جرش کی طرف جانا ثابت ہے۔ جرش کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جُرش نامی علاقہ مکہ کے جنوب میں طائف سے یمن کے رخ ایک علاقہ میں جہاں بڑا بازار لگا کرتا تھا۔ اور جُرَش نامی علاقہ شرق اردنی میں واقع ہے۔ (۲۰) بحرین کی طرف بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تجارت کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔ (۲۰۔ اے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حبشہ اور (۲۱) جاشہ (۲۲) جانا بھی ثابت ہے۔

عبدالقدوس ہاشمی کے مطابق حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد دس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خود بازار میں تجارتی لین دین کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ ان دس برسوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان دس برسوں میں کم از کم تین بار یمن، نفود یعنی نجد اور نجران تک سفر لکھا تھا۔ (۲۳)

اس کے علاوہ اختر راہی لکھتے ہیں کہ تجارت کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شام، یمن، بحرین، عمان اور غالباً حبشہ کا سفر بھی کیا تھا اور ان مقامات کی خوب سیر کی تھی۔ (۲۴)

نور محمد غفاری کے مطابق شاید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دبا کی بین

الاقوامی منڈی میں بھی شرکت کی تھی۔ (۲۵) باڈلے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے تجارتی سفروں میں دمشق، حلب، انطاکیہ، بیت المقدس، بیروت، پامیرا اور بعلبک کے سفر میں شامل ہیں۔ (۲۶)

حواشی

۱ ۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۱۲۰
۲ ۔ ماہنامہ "روحانی ڈائجسٹ" کراچی۔ اکتوبر ۱۹۸۳ء ص ۸۵۔ مضمون مونس رسولؐ۔ از محمد شفیع خاں بلوچ
۳ ۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۰۳
۴ ۔ ماہنامہ "الجامعہ" جامعہ محمدی شریف۔ ربیع الثانی جلد ۳۲۔ شمارہ ۴۔ ص ۳۶۔ مضمون "شفیع الامم کا عالمِ شباب" از تنویر چشتی
۵ ۔ ایضاً
۶ ۔ ماہنامہ "نورِ اسلام" شرقپور شریف۔ نومبر ۱۹۹۳ء۔ ص ۹۔ مضمون حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ از پیر محمد کرم شاہ الازہری
۷ ۔ شبلی۔ سیرتِ طیبہ۔ ص ۳۱ حاشیہ از محمد احسان الحق
۸ ۔ تاریخ محمدؐ۔ ص ۲۱۱، ۲۰۸
۹ ۔ شبلی نعمانی۔ سیرت النبیؐ۔ حصہ اول
۱۰ ۔ سیرۃُ المصطفیٰؐ۔ حصہ اول۔ ص ۱۳۶ / سیرتِ محمدیہؐ۔ حصہ اول۔ ص ۱۹۶
۱۱ ۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۷۵
۱۲ ۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۹
۱۳ ۔ باڈلے۔ الرسولؐ۔ ص ۸۹
۱۴ ۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۸ / نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۷۵ / الوفا۔ ص ۱۳۲ / آلِ احمد رضوی۔ ہمارے پیارے نبیؐ۔ ص ۳۷
۱۵ ۔ خاتونِ پاکستان۔ رسولؐ نمبر۔ حصہ دوم۔ ص ۴۹
۱۶ ۔ محمد کلیم ارائیں۔ سرورِ عالمؐ کے سفر مبارک۔ ص ۴۶

۱۷- سیرت الرسولؐ من القرآن- ص ۹۰
۱۸- الوفا- ص ۶۸ / سیرتِ دحلانیہ- ص ۲۴۳
۱۹- شبلی نعمانی- سیرت النبیؐ- حصہ اول-
۲۰- رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی- ص ۶۱
۲۰- الف- سیر الصحابہ- جلد دوم- مہاجرین- اول- ص ۳۸
۲۱- رسولِؐ مبین- ص ۲۳۵ / "الاعلان" لاہور- یکم ۱۵ اپریل ۱۹۷۸ء- ص ۱۹
۲۲- نور محمد غفاری- نبیؐ اکرمؐ کی معاشی زندگی- ص ۸۳
۲۳- فاران- سیرت نمبر ۱۹۵۶ء- ص ۱۳۱، ۱۳۲
۲۴- محرش- لاہور- رسولِ مقبولؐ نمبر- حصہ اول- ۱۳۰، ۱۳۱
۲۵- نبیؐ کریمؐ کی معاشی زندگی- ص ۳۶
۲۶- باڈلے- الرسولؐ- ص ۸۹

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہم سفر افراد

حضرت ابوطالبؓ

میجر احسان الحق لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اوائل عمر میں ہی حضرت ابوطالبؓ کے ساتھ تجارتی مُہموں پر جایا کرتے تھے اور جب بڑے ہوئے تو تجارت کو ہی ذریعۂ معاش بنایا- (۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے چچا اور سرپرست حضرت ابوطالبؓ کے ہمراہ شام اور وادی ذی المجاز میں بھی تشریف لے گئے- یہ مقام وادیٔ عرفات سے تین میل کے فاصلے پر ہے اور یہاں پر جاہلیت کے زمانے میں میلا لگا کرتا تھا- (۲) حضرت ابوطالبؓ نے فرمایا کہ ایک بار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ ذی المجاز کے بازار میں گیا- مجھے پیاس محسوس ہوئی اور میں نے اپنی اس تکلیف کا ذکر اپنے بھتیجے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے کیا- میری حاجت سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سواری سے اترے اور زمین پر ایڑی ماری تو جس جگہ ایڑی ماری تھی وہاں سے پانی کا ایک چشمہ ابل پڑا- حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا- چچا جان پانی پی لیں- اور اس طرح حضرت ابوطالب نے پانی پی لیا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوبارہ اپنا پاؤں مبارک ہلایا اور وہ جگہ پہلے جیسی ہو گئی- (۳)

اس کے علاوہ ابوطالبؓ کے ہمراہ سفر شام کا ذکر بھی ملتا ہے کہ حضرت ابوطالبؓ تاجر تھے اور تجارت کی غرض سے شام کے سفر کے لیے جانے لگے تو اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی اپنے ساتھ لے لیا- اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک کتنی تھی، اس میں اختلاف ہے- جب یہ قافلہ

بصرٰی کے مقام پر پہنچا تو وہاں پر موجود ایک راہب بحیرا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہچان لیا کہ یہ نبیؐ آخر الزماں ہیں۔ ڈر ہے کہ کہیں یہودی ان کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ اس لیے انھیں شام کی بجائے واپس مکہ لے جائیں۔ (۵)

حواشی

۱۔ ہفت روزہ "ہلال" راولپنڈی۔ ۱۲ مارچ ۱۹۷۶ء ص ۳۰۔ مضمون رسولِ اکرمؐ بحیثیتِ تاجر
۲۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۴۳
۳۔ الوفا۔ ص ۱۲۸
۴۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۴۳
۵۔ شواہد النبوۃ۔ ص ۷۴، ۷۵ / حبیبِؐ خدا۔ ص ۵۷ / الوفا۔ ص ۱۷۱

حضرت حارثؓ بن عبدالمطلبؓ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت حارثؓ بن عبدالمطلبؓ کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔ "شواہد النبوۃ" میں لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ہمراہ شام کے سفر کو گئے تھے تو اس موقع پر حضرت حارثؓ بھی موجود تھے۔ ان کی موجودگی کا علم یوں ہوتا ہے کہ جب بُحیرا راہب نے اہل قافلہ کو دعوت دی تو تمام قافلہ والے دعوت میں شریک ہوئے مگر وہ نہ آئے جن کا بحیرا کو انتظار تھا۔ اس لیے بحیرا راہب کے اصرار پر حضرت حارث بن عبدالمطلبؓ گئے اور اپنے بھتیجے کو لے آئے۔ (۱)

جب راہب نے قافلہ والوں کو دعوت دی اور سب آ گئے تو بحیرا نے اپنے صومعہ کی چھت پر چڑھ کر دیکھا کہ قافلے کے افراد کے آجانے کے باوجود بادل کا ٹکڑا وہیں موجود ہے تو اس نے نیچے آکر دریافت کیا کہ تم میں کوئی باقی ہے یا سب لوگ آ چکے ہیں۔ (۲) تو اسے بتایا گیا کہ صرف ایک لڑکا سواریوں کے پاس موجود ہے۔ راہب

نے کہا کہ جب تک وہ نہ آئیں کھانا نہ کھایا جائے۔ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے آیا۔ (۳) علامہ سیوطی اس شخص کا نام نہیں لکھتے۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ بُحیرا نے اصرار کیا کہ اس بچے کو ضرور لائیں کیونکہ یہ بُری بات ہے کہ تم لوگ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو اور کوئی ایک آدمی رہ جائے اور وہ بھی تمہی لوگوں میں سے ہو۔ لوگوں نے کہا خدا کی قسم وہ ہم سب میں شریف النسب ہے۔ وہ ابوطالبؓ کا بھتیجا اور عبدالمطلب کی اولاد ہے۔ حضرت حارث بن عبدالمطلب نے کہا خدا کی قسم، ہمارے لیے یہ بات قابلِ ملامت ہے کہ عبدالمطلبؓ کا لڑکا ہم میں نہ ہو۔ یہ کہہ کر اٹھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لاکر کھانے پر بٹھا لیا۔ (طبقاتِ ابنِ سعد۔ جلد اول۔ ص ۲۳۸)

اہلِ سیر کے مطابق جب حضرت عبدالمطلبؓ کو یہ اطلاع ملی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبداللہؓ مدینہ میں بیماری کی حالت میں ٹھہرے ہوئے ہیں تو انھوں نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو حضرت عبداللہ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے مدینہ بھیجا تھا مگر احمد بن زینی دحلان مکی لکھتے ہیں کہ حارث یا زبیر گئے تھے۔ (۴)

حواشی

۱۔ شواہد النبوۃ۔ ص ۷۴، ۷۵
۲۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۶، ۲۷
۳۔ الخصائص الکبریٰ، جلد اول۔ ص ۱۵۳، ۱۵۴
۴۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۱۳۵

حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ

محمد احسان الحق لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سن شعور کو پہنچنے کے بعد اپنے چچا حضرت زبیرؓ کے ہمراہ تجارتی سفروں میں شریک ہوا کرتے تھے۔

(۱) ایم ڈی فاروق کے مطابق "تجارتی سفروں میں حضرت زبیرؓ ہی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے ساتھ رکھتے تھے"۔ (۲)

راجا محمد شریف کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا زبیرؓ کے ہمراہ یمن کی طرف گئے اور اس سفر میں کامیاب تجارت کی۔ (۳)

اس سفر میں ایک معجزہ بھی رونما ہوا تھا کہ یمن کی طرف جاتے وقت ایک وادی سے گزر ہوا۔ اس وادی میں ایک سانڈ اونٹ تھا جو کسی کو گزرنے نہیں دیتا تھا۔ مگر جب اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو زمین پر بیٹھ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اونٹ سے اتر کے اس سانڈ اونٹ پر سوار ہو گئے اور اسی حالت میں اس وادی کو عبور کیا۔ وادی کو عبور کرنے کے بعد اس سانڈ سے اتر گئے۔ پھر جب یمن سے واپسی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایک ایسی وادی سے ہوا جو پانی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھی قافلے والوں سے فرمایا کہ تم لوگ میرے پیچھے پیچھے چلو۔ سب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چلے اور بآسانی اس پانی سے گزر گئے۔ مکہ پہنچ کر قافلے والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ ان کی شان بڑی نرالی ہے۔ (۴) شیخ محمد رضا لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر اسپرنجر نے اس سفر کی تردید کی ہے کہ اس کا ذکر کسی معتبر کتاب میں نہیں دیکھا گیا۔ (۵)

حواشی

۱۔ شبلی۔ سیرتِ طیبہ۔ ص ۳۱ حاشیہ از محمد احسان الحق

۲۔ تاریخ محمدؐ۔ ص ۲۱۱، ۲۰۸

۳۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۵۷۴ مضمون از راجا محمد شریف

۴۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۶۴، ۲۶۵

۵۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۴۰

حضرت عباسؓ

"روضۃ الاحباب" میں لکھا ہے کہ حضرت عباسؓ یا حضرت زبیرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرپرست حضرت ابوطالبؓ کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے ساتھ یمن کی طرف سفر کی غرض سے بھیج دیں کیونکہ ہم بھی اپنے پیارے بھتیجے کی برکتوں سے مستفید ہونا چاہتے ہیں۔ حضرت ابوطالبؓ نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ (۱) اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زبیرؓ اور حضرت عباسؓ کے ہمراہ یمن کی طرف سفر کی غرض سے تشریف لے گئے۔

حاشیہ

۱۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۸

حضرت ابوبکر صدیقؓ

ابراہیم سیالکوٹی حضرت ابوبکرؓ صدیق کی معیت میں کیے گئے شام کے سفر کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ سفر بھی تاجرانہ تھا۔ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک بیس سال تھی تو آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ دوسری بار "بصریٰ" (شام) کا سفرِ تجارت کیا تھا۔ مزید لکھتے ہیں کہ اس سفر کا ذکر عام سیرت نگار نہیں کرتے۔ (۱)

حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ سفرِ شام کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر بیس سال اور حضرت ابوبکرؓ کی عمر ۱۸ سال تھی۔ ابوالجلال ندوی لکھتے ہیں کہ یہ سفر تجارت کی غرض سے کیا گیا تھا اور اسی سفر نے حضرت ابوبکرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندگی بھر کا رفیق بنا دیا تھا۔ انھوں نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما ہوئے تو ایک راہب نے حضرت ابوبکرؓ سے ان کا نام پوچھا اور کہا کہ یہ وہی ہیں جن کی نوید حضرت سلمان نے دی تھی۔ (۲)

حواشی

۱- ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرتُ المصطفیٰؐ۔ حصہ اول۔ ص ۱۳۶ ‘ ۱۳۷
۲- نقوش۔ جلد ۲۔ ص ۴۷۵

حضرت خزیمہؓ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہم سفر افراد میں خزیمہؓ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ باڈلے حضرت خزیمہؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ کئی تجارتی مہموں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اور اس وجہ سے حضرت خزیمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تجارتی معاملات اور آپؐ کی دیانت داری کے معترف ہو چکے تھے۔ (۱)

ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ کسی تجارت میں بصریٰ کی طرف گئے تھے۔ (۲) حضرت خذیمہؓ کے ہمراہ کیے گئے سفروں میں یمن کا ذکر بھی شامل ہے جس میں حضرت خدیجہؓ کے غلام حضرت میسرہؓ بھی شریک تھے۔ (۳)

حواشی

۱- الرسولؐ۔ ص ۸۸
۲- اُسُد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۱۵۹
۳- رسالتمآبؐ۔ ص

حضرت میسرہؓ

حضرت میسرہؓ کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صرف ایک سفر کے حالات ملتے ہیں۔ میسرہ حضرت خدیجہؓ کے ملازم تھے۔ یہ حضرت خدیجہؓ کے ایک طرح سے مختارِ عام تھا۔ (۱)

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت خدیجہؓ کے شریکِ تجارت کی حیثیت سے شام کی طرف گئے تو میسرہ بھی ہمراہ تھے۔ (۲)

مال کی خرید و فروخت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس طرح کی کہ کثیر نفع ہوا۔ (۳) میسرہ کو اپنے یہ ہمراہی اس قدر اچھے لگے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ یوں پیش آنے لگا کہ جیسا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام ہو۔ (۴)

اس سفر کی واپسی پر حضرت خدیجہؓ سے میسرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوبیاں بتاتے ہوئے کہا کہ میں نے انھیں سفر کی مشکلات میں بھی پُرسکون دیکھا ہے۔ یہ گاہکوں اور خریداروں کے شور و غل میں بھی بُردبار اور متحمل رہے ہیں۔ یہ جب مسکراتے ہیں تو ان کے دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ ہوائیں ان کی وجہ سے معطر ہو جاتی ہیں اور ان کے اونٹ کی رفتار بڑھ جاتی ہے اور جب یہ سودا کرتے ہیں تو نفع ہوتا ہے۔ (۵) اور بادل دھوپ میں ان پر سایہ کرتے ہیں۔ (۶)

حواشی

۱- محمد کلیم ارائیں۔ سرورِ عالمؐ کے سفرِ مبارک۔ ص ۴۸ حاشیہ
۲- انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۵۴
۳- رسولِ کائناتؐ۔ ص ۴۷
۴- نقوش۔ جلد ۱۱۔ ص ۷۶
۵- سرورِ عالمؐ کے سفرِ مبارک۔ ص ۴۵
۶- سید محمد عابد۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ ص ۱۴۶

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریکِ تجارت افراد

حضرت خُزیمہؓ

حضرت خُزیمہؓ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے اور آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عمر تھے۔ حضرت خدیجہؓ کی تجارت میں شرکت سے پہلے یہ کئی تجارتی مہموں میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ حضرت خزیمہؓ کو دوسرے کئی لوگوں کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سابقہ پڑا تھا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تجارتی معاملات اور دیانت داری کے قائل ہو چکے تھے۔ اور ان کا شمار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مداحوں میں ہوتا تھا۔ حضرت خزیمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کاروباری صلاحیت کے بارے میں خود حضرت خدیجہؓ سے بات کی۔ (۱) یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوستوں میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ ان کا تفصیلی ذکر "حضرت خدیجہؓ سے نکاح" میں کیا جائے گا۔

حاشیہ

۱۔ الرسولؐ۔ ص ۸۸

حضرت نواسؓ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی مکہ ہی میں تھے کہ حضرت نواسؓ بن سمعان بن خالد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ملاقات کی غرض سے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو۔ انھوں نے عرض کی کہ ضیعہ بن ربیعہ سے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ربیعہ کے ذیلی قبیلوں میں عبدالقیس کا نمبر پہلا ہے اور پھر تمہارا۔ پھر دو حلے حضرت نواسؓ کو دے کر خرید و فروخت کے لیے یمن کو روانہ کیا۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ اسد الغابہ۔ جلد نہم۔ ص ۸۶

حضرت حکیمؓ بن حزام

حضرت حکیمؓ بن حزام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست تھے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے سگے بھتیجے تھے اور بہت بڑے تاجر بھی تھے۔ ان کا تفصیلی ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احباب میں کیا جا رہا ہے۔ یہاں ان کا ذکر صرف شریکِ تجارت کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں کہ حضرت حکیمؓ بن حزام کبھی کبھی شعبِ ابی طالب میں گیہوں پہنچایا کرتے تھے۔ ایک بار گیہوں لے جا رہے تھے کہ ابوجہل سے ٹکراؤ ہو گیا اور وہ غلہ روکنے پر اڑ گیا۔ اس موقع پر ابوالبختری نے ابوجہل سے مداخلت کی اور حضرت حکیمؓ بن حزام کو غلہ لے جانے دیا۔ (۱)

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں کہ ابوجہل نے حضرت حکیمؓ بن حزام کو گندم کی بوری لے جاتے دیکھا تھا۔ (۲) ابن ہشام کے مطابق اس موقع پر ابوالبختری نے ابوجہل کی پٹائی بھی کی تھی۔ (۳) یہ یقیناً حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریکِ تجارت تھے اور آپؐ کے مالِ تجارت میں سے وہ گندم شعبِ ابی طالب میں پہنچاتے تھے۔ ان کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شریکِ تجارت ہونا یوں بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک بار آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حکیمؓ بن حزام کو قربانی کے جانور خریدنے کے لیے ایک دینار دیا۔ انھوں نے ان پیسوں سے ایک مینڈھا خریدا اور دو دینار میں اسے بیچ ڈالا۔ پھر ایک اور جانور خریدا اور اسے

ایک دینار سمیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپؐ نے بچا ہوا دینار صدقہ کر دیا اور ان کے لیے دعا کی کہ اللہ ان کی تجارت میں برکت عطا فرمائے۔ (۴)

حواشی

۱۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۹۰
۲۔ ضیاء النبیؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۱
۳۔ سیرتِ ابن ہشام۔ جلد اول۔ ص ۳۸۷
۴۔ آسمانِ ہدایت کے ستر ستارے۔ ص ۲۰۷

ہشام بن عمرو العامری

شعبِ ابی طالب کی محصوری کے دوران کچھ لوگ رات کی تاریکی میں کفار کی نظروں سے بچ کر کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز وہاں پہنچا دیا کرتے تھے۔ ان لوگوں میں ہشام بن عمرو العامری سرفہرست تھے۔ ایک بار سامانِ خوراک سے لدے ہوئے تین اونٹ لے کر یہ شعبِ ابی طالب میں گئے۔ قریش کو اس واقعہ کی خبر مل گئی تو صبح سویرے سب اکٹھے ہو کر ہشام بن عمرو العامری کے گھر پہنچے اور انھیں بُرا بھلا کہا۔ انھوں نے کہا کہ آئندہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ مگر دوسری بار پھر قریش کو اطلاع ملی کہ وہ دوسری رات پھر ایک دو لدے ہوئے اونٹ شعبِ ابی طالب کے محصورین کے پاس پہنچا آئے۔ اس بات پر کفار نے ان پر تلواریں بے نیام کر لیں۔ آخر ابوسفیان نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ (۱)

ہشام بن عمرو یا دیگر جو افراد بھی شعبِ ابی طالب کے محصورین کو غلہ پہنچاتے تھے، میرے نزدیک وہ تمام لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجارت میں شریک تھے۔ اسی طرح ہشام بن عمرو شعب ابی طالب میں غلہ پہنچا کر ان کی امداد نہیں کر رہے تھے بلکہ وہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریکِ تجارت کی حیثیت

سے مالِ تجارت غلہ کی صورت میں مہیا کر رہے تھے۔ کیونکہ محصوری کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجارت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے اس موقع پر پہلے سے پس انداز کی ہوئی رقم کام آئی اور یہاں پر محصور تمام افراد کی خوراک اور تمام ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجارت کی رقم کام آئی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محصورین کے اخراجات پورے نہ کر رہے ہوتے تو انھیں آپؐ کی وجہ سے تین سال ایک گھاٹی میں گزارنے کی کیا ضرورت تھی۔ جبکہ ان میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم افراد بھی شامل تھے۔ شعبِ ابی طالب کے سلسلے میں سیرت نگاروں کی کئی باتوں کی تطبیق میری کتاب "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی زندگی" میں موجود ہے۔

صفی الرحمٰن مبارکپوری اس سلسلے میں یوں لکھتے ہیں کہ "محرم ۱۰ نبوت میں صحیفہ چاک کیے جانے اور اس ظالمانہ عہد و پیمان کو ختم کیے جانے کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شروع ہی سے قریش کے کچھ لوگ اگر اس عہد و پیمان سے راضی تھے تو کچھ ناراض بھی تھے اور ان ہی ناراض لوگوں نے اس صحیفے کو چاک کرنے کی تگ و دو کی۔ اس کا اصل محرک قبیلہ بنو عامر بن لوی کا ہشام بن عمرو نامی ایک شخص تھا۔ یہ رات کی تاریکی میں چپکے چپکے شعبِ ابی طالب کے اندر غلہ بھیج کر بنو ہاشم کی مدد بھی کیا کرتا تھا"۔ (۳)

حواشی

۱۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری۔ ضیاء النبیؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۵، ۳۸۶
۲۔ نبیٔ رحمتؐ۔ ص ۱۴۱
۳۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۹۱

حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب

حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریک تجارت بھی۔ حضرت زبیر کا شمار مکہ کے متمول تاجروں میں ہوتا تھا۔ (۱) آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضرت آمنہؓ نے ایک تدبر اور دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت عبداللہ کے ترکے کو حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب کے کاروبار میں لگا دیا جو ایک کامیاب تاجر تھے۔ اس طرح سرمائے میں اضافہ ہوتا رہا۔ (۲) ایم ڈی فاروق کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام کاروبار حضرت زبیرؓ ہی کی زیر نگرانی رہا۔ آپؐ نے دس برس کی عمر میں چچا زبیرؓ کے ہمراہ یمن کا سفر کیا۔

محمد احسان الحق کہتے ہیں: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن شعور کو پہنچنے کے بعد اپنے چچا حضرت زبیرؓ کے ہمراہ تجارتی سفروں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ (۳)

حواشی

۱۔ محفل۔ خیر البشرؐ نمبر۔ مارچ ۱۹۸۱ء۔ ص ۱۸۰۔ مضمون حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی کے چالیس سال از محمد اسلم

۲۔ تاریخ محمدؐ۔ ص ۲۱۰

۳۔ شبلی۔ سیرتِ طیبہ۔ ص ۳۱ حاشیہ

حضرت ابوطالبؓ

یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریک تجارت ہیں۔ یہ قریش کے بڑے سردار تھے۔ (۱) سید سلیمان ندوی کے مطابق حضرت ابوطالب تاجر تھے۔ (۲) اور قریشِ مکہ کی طرح تجارت کیا کرتے تھے۔ (۳) نور محمد غفاری کے مطابق حضرت ابوطالب عطر اور گیہوں فروش تھے۔ (۴) حضرت ابوطالب اپنے والد اور دادا کی طرح شام اور یمن کے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ بصرہ اور شام کے دوسرے شہروں میں حج

کی کھجوریں اور یمن کا عطر لے جاتے اور ان کے بدلے بازنطینی اشیا لے آتے تھے۔ (۵)

علامہ سیوطی ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک بار کچھ یہودی حضرت ابوطالبؓ کے پاس کچھ سامان خریدنے کے لیے آئے۔ معاملات ابھی طے پا ہی رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے آئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی بچے تھے۔ (۶) اوائلِ عمر میں ہی آپؐ حضرت ابوطالب کے ساتھ تجارتی مہموں پر جاتے رہے اور جب بڑے ہوئے تو تجارت کو ہی ذریعہ معاش بنایا۔ (۷) ایک بار ابوطالب شام کے سفر کے لیے روانہ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہمراہ لے گئے تھے اور ایسا انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترس کھا کر نہیں کیا بلکہ اپنے شریکِ تجارت کی حیثیت سے لے گئے تھے۔ ایک بار ذوالمجاز کے میلے میں بھی ان کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جانا ثابت ہوتا ہے۔

عرب معاشرہ میں سالانہ میلے بھی عدلیہ کے اداروں میں سے تھے۔ الیعقوبی نے ایسے دس میلوں کا ذکر کیا ہے کہ جو مختلف مہینوں میں عرب کے مختلف مقامات پر لگتے تھے۔ ان میں عکاظ کا میلہ سب سے مشہور اور بڑا ہوتا تھا۔ عکاظ کے ججوں کے سامنے پیش ہونے والے مقدمات کی نوعیت اور حدود بہت وسیع تھیں۔ بنو ہاشم کے ایک شخص کو قریش کی ایک دوسری شاخ کے خدلیش نامی شخص نے ایک رسی کے بدلے میں قتل کر دیا۔ اس کا فیصلہ حضرت ابوطالب نے یہ دیا کہ تم تین شرائط میں سے ایک مان لو۔ یعنی یا تو سو اونٹ دیت ادا کر دو یا پھر تمھاری قوم کے پچاس آدمی اس بات کا حلف اٹھائیں کہ تم نے قتل نہیں کیا۔ اگر تم اس کا بھی انکار کر دو تو ہم تمھیں اس شخص کے بدلے میں قتل کر دیں گے۔ اب ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ پچاس حلف اٹھانے والوں میں سے میرے اس بیٹے کو مستثنیٰ قرار دے دیں۔ یعنی اس سے حلف نہ لیں۔ حضرت ابوطالبؓ نے اس بات کو منظور کر لیا۔ دوسرا شخص آیا اور کہا کہ آپ نے کہا ہے کہ سو اونٹوں کے بدلے میں پچاس آدمی حلف اٹھائیں۔ ہر آدمی کے بدلے دو اونٹ آتے ہیں۔ یہ میرے دو اونٹ انھیں قبول کر لیں اور مجھے بھی حلف سے مستثنیٰ قرار دے دیں۔ حضرت ابوطالبؓ نے قبول کیا۔ اب

اڑتالیس آدمی آئے اور حلف اٹھایا۔ (۸) زبیر بن بکر کے مطابق فیصلہ ولید بن مغیرہ نے کیا تھا۔ (ایضاً")

اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالبؓ نہ صرف تجارتی میلوں میں شریک ہوئے بلکہ بعض اوقات وہاں ثالث بن کر فیصلہ بھی کیا کرتے تھے۔

حواشی

۱۔ حضرت محمدؐ (ولادت سے نزولِ وحی تک) حصہ اول۔ ص ۲۰۶
۲۔ رحمتِ عالمؐ۔ ص ۱۵
۳۔ شہدائے عہدِ نبویؐ۔ ص ۴۰ / ساجد الرحمان۔ سیرتِ رسولؐ۔ ص ۱۰
۴۔ نبیؐ کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۵۱
۵۔ سید امیر علی۔ سرورِ کائناتؐ۔ ص ۲۵ حاشیہ
۶۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۸
۷۔ ہفت روزہ "ہلال" راولپنڈی۔ ۱۲ مارچ ۱۹۷۶ء "رسولِ اکرمؐ بحیثیتِ تاجر"
۸۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۱۳، ۱۱۴

حضرت عباسؓ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لڑکپن میں اپنے چچا زبیرؓ بن عبدالمطلبؓ کے ہمراہ یمن کے تجارتی سفر کو گئے تھے۔ اس سفر میں آپؐ کے دوسرے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ بھی ہمراہ تھے۔ "روضۃ الاحباب" میں ہے کہ حضرت زبیرؓ اور ایک اور روایت کے مطابق حضرت عباسؓ نے حضرت ابوطالبؓ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ہمارے ہمراہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یمن کی طرف سفر کی غرض سے بھیج دیں۔ چنانچہ حضرت ابوطالبؓ نے اجازت دے دی۔ (۱)

اور یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت عباسؓ یمن سے عطر لا کر ایامِ حج میں فروخت کیا کرتے تھے۔ (۲) میرے نزدیک یہ بزرگ بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے شریکِ تجارت ہیں۔

حواشی

۱۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۸
۲۔ نبیؐ کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۵۱

حضرت ابوبکر صدیقؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ پارچہ فروش تھے۔ (۱) یہ مکہ کی ایک ممتاز شخصیت تھے، کپڑے کے تاجر اور صاحبِ مال و دولت تھے۔ (۲) یہ بچپن ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست یعنی ندیم و مصاحب تھے۔ (۳) شاہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں کہ "قریش کے ایک بڑے سوداگر حضرت ابوبکرؓ بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شریکِ کاروبار تھے۔ وہ کبھی کبھی تجارتی سفر میں آپؐ کے ساتھ ہوتے۔ وہ شروع ہی سے آپؐ کی کاروباری صداقت و امانت کے بڑے گرویدہ تھے"۔ (۴) بعثت سے پہلے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ ایک دوسرے کے پاس آمد و رفت، نشست و برخاست پر اہم بات پر صلاح مشورہ، ہر روز کا معمول تھا۔ کئی تجارتی سفر جو بیرونِ ملک پیش آئے۔ ان میں ابوبکرؓ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہم سفر رہے۔ (۵) یہ ہجرتِ مدینہ کے بعد بھی تجارت کرتے رہے۔ یہ شام سے سفید کپڑوں کی درآمد کیا کرتے تھے اور جب مدینہ میں داخل ہوتے تو سفید لباس پہنے ہوتے تھے۔ (۶) نہ صرف زمانۂ جاہلیت بلکہ تاحیات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریکِ تجارت رہے۔

حواشی

۱۔ نبیؐ کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۵۱
۲۔ تاریخِ محمدؐ۔ ص ۲۳۳
۳۔ الوفا۔ ص ۱۹۶

۴ - سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۰۵
۵ - نورِ اسلام۔ نومبر ۱۹۹۲ء۔ ص ۹۔ مضمون حضرت سیدنا صدیقِ اکبرؓ از پیر محمد کرم شاہ الازہری
۶ - نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۔ ص ۵۵۸

حضرت خدیجہؓ

حضرت خدیجہؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کی تاجرانہ شہرت کی وجہ سے شراکت پر آمادہ کیا اور بیرونِ ملک اسفار پر بھیجا۔ (۱) یہ خیال غلط ہے کہ آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کی ملازمت اختیار کی تھی۔

محمد کلیم ارائیں لکھتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے وقت مکہ کے ایک مشہور تاجر تھے۔ تجارتی امور میں مہارت اور امانت و دیانت میں ہر کوئی آپؐ کا معترف تھا۔ یہ تاثر غلط ہے کہ آپؐ کو حضرت خدیجہؓ نے اپنا ملازم یا تجارتی کارندہ بنایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک خود مختار اور خوش حال تاجر تھے اور آپؐ نے کبھی کسی تاجر کی ملازمت اختیار نہیں فرمائی۔ (۲)

حواشی

۱ - فکر و نظر۔ مارچ ۱۹۸۴ء۔ ص ۷
۲ - سرورِ عالمؐ کے سفرِ مبارک۔ ص ۴۳

سائب

حضرت سائب کہتے ہیں کہ میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا۔ لوگ میرا ذکر کر رہے تھے اور میری تعریف کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ میں اسے خوب جانتا ہوں۔ میں نے عرض کی یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! آپ نے سچ فرمایا ہے۔ آپؐ میرے شریکِ تجارت تھے، کتنے اچھے شریک تھے، نہ کھینچا تانی کرتے تھے اور نہ جھگڑا کرتے تھے۔ (۱)

حاشیہ

۱ - سُنن ابی داؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی کراہیۃ المرآء۔ حدیث نمبر ۴۳۰۹

سائب بن ابی سائب

ابنِ ہشام نے کہا "السائب بن ابی السائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک تھا۔ جس کے متعلق آپؐ کی حدیث ہے۔ (ترجمہ) السائب بہترین شریک ہے کہ نہ وہ اصرار کرتا ہے، نہ جھگڑتا ہے"۔

ہماری اطلاعات کے مطابق اس نے اسلام اختیار کیا اور اللہ بہتر جانتا ہے وہ اسلام میں بھی بہتر تھا۔ ابن شہاب الزہری نے عبید بن عبداللہ بن عتبہ سے ابنِ عباس کی روایت کا ذکر ہے کہ السائب بن ابی السائب بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ان لوگوں میں سے ہے جنھوں نے قریش میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی اور آپؐ نے الجعرانہ کے روز حنین کی غنیمت میں سے بھی اسے حصہ عطا فرمایا تھا۔ ابن ہشام نے کہا ابنِ اسحاق کے سوا بھی بعض نے بیان کیا ہے کہ اسے الزبیر بن عوام نے قتل کیا۔ (۱)

حاشیہ

۱ - سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۸۲۰

عبداللہ بن سائب

نور محمد غفاری اصابہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن سائب کہتے

ہیں، میں زمانۂ جاہلیت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شریک تجارت تھا۔ جب اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ مجھے پہچانتے ہو۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپؐ تو میرے شریکِ تجارت تھے۔ کیا ہی اچھے شریک تھے، نہ کسی بات کو ٹالتے تھے، نہ ہی تکرار کرتے تھے۔ (۱) ابنِ اثیر نے ان کا پورا نام عبداللہ بن سائب بن ابی سائب لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اہلِ مکہ نے ان سے قراءت حاصل کی تھی۔ مجاہد بن جبیر نے عبداللہ بن سائب سے قرآنِ پاک پڑھا اور ابنِ کثیر نے مجاہد سے۔ (۲)

حواشی

۱۔ نبی کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۷۶
۲۔ اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۲۳۲

قیس بن سائب

قیس بن سائب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شریکِ تجارت تھے۔ شبلی حضرت سائبؓ کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ قیس بھی انھی الفاظ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن معاملہ کی شہادت دیتے ہیں۔ (۱) ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ قیس بن سائب زمانہ جاہلیت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ شریک تھے۔ (۲)

حواشی

۱۔ شبلی۔ سیرتُ النبیؐ۔ جلد اول
۲۔ اسد الغابہ۔ جلد ہفتم۔ ص ۲۹۰

ابوسفیان بن حرب

ابوسفیان بن حرب زمانۂ جاہلیت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شریکِ تجارت تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ عبدالرحمٰن ابنِ جوزی لکھتے ہیں ابوسفیان بن حرب اور امیہ بن ابی الصلت شام کے تجارتی سفر کو گئے۔ وہاں نصرانی عالموں سے نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کی بشارتیں سنیں۔ ابوسفیان نے مکۂ مکرمہ واپس پہنچ کر چند روز قیام کیا اور پھر حبشہ کی طرف چلے گئے۔ وہاں سے پانچ ماہ کے بعد واپسی ہوئی۔ حضرت ابوسفیان کہتے ہیں کہ میرے پاس لوگ آتے اور اپنے سامان کے متعلق دریافت کرتے اور قیمت فروخت کے بارے میں پوچھتے تھے۔ سب سے آخر میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے پاس آئے اور اپنے سامانِ تجارت کے بارے میں پوچھنے کے بجائے مجھ سے میرا حال پوچھا، سفر کی تفصیلات دریافت کی اور واپس تشریف لے گئے۔ حالانکہ میرے پاس ان کا سامان موجود تھا۔ (۱) ابوسفیانؓ بن حرب تیل اور چمڑا فروخت کیا کرتے تھے۔ (۲)

حواشی

۱۔ الوفا۔ ص ۷۱
۲۔ نبی کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۵۱

عبداللہ بن ابی الحمسا

شاہ مصباح الدین شکیل عبداللہ بن ابی الحمساء کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تجارتی معاہدہ کیا تھا۔ (۱) ایفائے عہد کے سلسلے میں ان کا ذکر بیشتر کتابوں میں ملتا ہے۔

حاشیہ

۱۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۴۳

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احبابؓ

حضرت ضحاکؓ بن سفیان (سیافِ رسولؐ)

"جوامع السیرة" کے ایک باب میں زمانۂ جاہلیت کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوستوں میں حضرت ضحاک بن سفیان کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ "ضحاک بن سفیان کلابیؓ رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے تیغ بردار تھے۔ یعنی یہ آپؐ کے قریب گردن میں تلوار لٹکائے کھڑے رہتے تھے یعنی آپ کے ذاتی محافظ تھے"۔ (۱) عبدالرحمٰن ابنِ جوزی لکھتے ہیں کہ ضحاکؓ کے علاوہ دوسرے راویوں نے مجھے بتایا ہے کہ حربِ فجار ثانی ماہ شوال میں ہوئی اور حلف الفضول کا معاہدہ ذوالقعدہ میں ہوا اور حِلفُ الفضول ان تمام عہد و پیمان سے افضل تھا جو کسی بھی زمانہ کے اندر طے پاتے تھے۔ (۲)

حضرت ضحاک کے بارے میں بہت سے اہلِ سیرَ لکھتے ہیں کہ وہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کے لیے' تلوار اٹھائے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کھڑے رہتے تھے۔ (۳) اسی خدمت کے عوض انھیں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے "سیافِ رسولؐ" کا لقب عطا ہوا تھا۔ کئی اہم امور کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہ انتخاب انھی کی طرف اٹھتی تھی۔ (۴)

نام و نسب

ان کا نام ضحاکؓ کنیت ابوسعید اور لقب سیافِ رسولؐ تھا۔ (۵) ابنِ اثیر ان کا نسب یوں لکھتے ہیں۔ ضحاک بن سفیان بن عوف بن کعب بن ابی بکر بن کلاب بن

ربیعہ بن عامر بن صعصعہ عامری کلابی (۶) "مدارج النبوت" میں ہے۔ حضرت امام حسن بصریؒ نے ان سے ایک حدیث بیان کی جسے بغوی اور ابنِ قانع نے نقل کیا ہے کہ وہ بڑے شمشیر زن تھے۔ وہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سرہانے تلوار حمائل کر کے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اس بنا پر ان کو پاسبانانِ بارگاہِ رسالت میں بھی شمار کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ (۷) مگر کہیں بھی نہیں لکھا کہ حضرت ضحاکؓ زمانۂ جاہلیت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ بھی ہوا کرتے تھے۔ صرف "جوامع السیرة" میں اس کا تاثر دیا گیا ہے۔ مگر طالب ہاشمی نے لکھا کہ جمہور اربابِ سیَر نے ان کو مہاجرین میں شامل کیا ہے تو اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ضرور زمانۂ جاہلیت میں بھی آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریبی لوگوں میں سے ہوں گے۔ کیونکہ مہاجرین میں یہ شامل تھے اور انھوں نے فتحِ مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی اور حافظ ابنِ عبدالبر کے مطابق ضحاکؓ کا مسکن مدینہ کے نواحی دیہات میں تھا۔ اس لیے وہ اہلِ مدینہ میں شمار ہوتے تھے لیکن جمہور اربابِ سیَر نے ان کو مہاجرین میں شامل کیا ہے۔ اور قرینِ قیاس بھی یہی ہے کیونکہ نجدی قبائل کو مدینہ کے باشندے نہیں قرار دیا جا سکتا۔ (۸) ابنِ اثیریوں لکھتے ہیں کہ یہ "بادیۂ مدینہ میں اترا کرتے تھے"۔ (۸-اے)

قبولِ اسلام

حضرت ضحاکؓ بن سفیان کے قبولِ اسلام کے زمانہ کے بارے میں کہیں کوئی معلومات نہیں ملتیں۔ طالب ہاشمی لکھتے ہیں کہ سب اہلِ سیَر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ فتحِ مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ صرف واقدی نے لکھا ہے کہ وہ بیئرِ معونہ صفر ۴ ہجری سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ (۹) اس کا مطلب یہ ہے کہ واقدی بھی ان کے قبولِ اسلام کے زمانہ سے واقف نہیں۔ یہاں اہلِ سیَر صرف یہ دیکھتے ہیں کہ کہاں حضرت ضحاکؓ کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔ جہاں ان کی موجودگی ثابت ہوتی ہے' اس کے بارے میں یوں لکھ دیتے ہیں کہ اس زمانہ سے پہلے انھوں نے اسلام قبول کیا۔

خصوصیاتِ ضحاکؓ بن سفیان

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ان کی قوم کے مسلمانوں پر حاکم مقرر کیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قبیلہ بنی سُلیم پر سردار بنایا تو ان افراد کی تعداد سو تھی۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو سو کے برابر ہو تاکہ تم پورے ہزار ہو جاؤ۔ (۱۰) یہ سن کر سب خاموش رہے۔ اس پر آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ضحاکؓ بن سفیان کو ان کا امیر مقرر کیا اور فرمایا۔ "میں نے تمہارے قبیلہ کی تعداد ہزار کر دی ہے"۔ (۱۱)

حضرت ضحاکؓ اپنی قوم کے صدقات پر عامل تھے۔ (۱۲) وہ صحابۂ کرامؓ جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کفار کی گردنیں مارتے تھے، ان افراد میں "حضرت علیؓ" حضرت زبیرؓ بن عوام، مقداد بن اسودؓ، عاصم بن ثابت اور ضحاک بن سفیان شامل ہیں۔ (۱۳)

حضرت ضحاک بن سفیان پر عباس بن مرداس سلمی نے کچھ اشعار کہے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے "بہ تحقیق وہ لوگ جنھوں نے آپؐ کے عہد کو پورا کیا، اس لشکر کے لوگ تھے جن پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ضحاکؓ کو سردار بنایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو سردار بنایا تھا۔ جب ان کو دشمن دیکھ لیتا تھا تو الٹا گھر جاتا تھا۔ ان کا نیزہ کبھی ہاتھوں سے معانقہ کرتا تھا اور کبھی کھوپڑیوں کو کاٹ کے پھینک دیتا تھا"۔ (۱۴)

حضرت عمرؓ ان کی معلومات پر فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ دیت عاقلہ کو ملے گی، مقتول کی دیت میں اس کی بیوی کا کوئی حصہ نہیں لیکن ضحاکؓ کی شہادت پر یہ رائے بدل دی۔ (۱۵)

حضرت ضحاکؓ بن سفیان نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ میں جس قبیلے کا عامل تھا، اس کا ایک شخص اشیم ضبابی غلطی سے قتل ہو گیا تھا۔ جب اس بات کی اطلاع حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی تو انھوں نے مجھے تحریری حکم دیا کہ اشیم مقتول کی دیت میں سے اس کی بیوی کو بھی حصہ دیا جائے۔ چنانچہ میں نے اسی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ (۱۶) ڈاکٹر حمید اللہ "سیاسی وثیقہ جات" میں بھی اس خط کا ذکر

کرتے ہیں جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشیم ضبابی کی زوجہ کو حصہ دینے کا حکم دیا تھا۔ (۱۷)

حضرت ضحاکؓ بن سفیان کو آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے حد محبت تھی۔ علامہ بلاذری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ضحاکؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شیر دار اونٹنی ہدیہ" پیش کی تھی جو دودھ کی کثرت کی وجہ سے مشہور تھی۔ (۱۸)

حضرت عائشہؓ اور حضرت ضحاکؓ بن سفیان

جمال حسینی لکھتے ہیں کہ حضرت ضحاکؓ بن سفیان ایک بدصورت صحابیؓ تھے۔ ایک بار یہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت عائشہؓ بھی موجود تھیں۔ باتوں باتوں میں کہنے لگے کہ میرے پاس دو بیویاں ہیں اور حضرت عائشہؓ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ وہ دونوں ان سے زیادہ حسین ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے مزاح فرماتے ہوئے کہا کہ وہ دونوں زیادہ خوبصورت ہیں یا تم۔ حضرت ضحاکؓ نے کہا۔ میں زیادہ حسین ہوں۔ یہ سن کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ (۱۹)

ربیع الاول ۹ ہجری میں بنو کلب کی طرف حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا۔ جس کے امیر ضحاکؓ بن سفیان تھے۔ اصید بن سلمہ بھی ہمراہ تھے۔ یہ لوگ مقام "زخوخ" پر ان سے ملے۔ اور ان کو اسلام لانے کی دعوت دی جو انھوں نے قبول نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شدید لڑائی کے بعد ان کو شکست دی۔ اس دوران اصیدؓ کی اپنے باپ سلمہ سے ملاقات ہوئی جو پانی کے ایک تالاب پر اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ انھوں نے اپنے باپ کو اسلام کی دعوت دی اور اس کو امن دینے کا وعدہ کیا۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ بلکہ اپنے بیٹے اور اس کے دین اسلام کو برا بھلا کہا۔ اصیدؓ نے تلوار مار کر سلمہ کے گھوڑے کی کونچ کاٹ دی مگر سلمہ اپنے نیزے کے سہارے پانی میں کھڑا رہا۔ بیٹے نے باپ کو مارنے سے اجتناب کیا اور ایک دوسرے صحابیؓ نے آکر اسے قتل کیا۔ (۲۰)

حواشی

۱- جوامع السیرۃ۔ ص ۵۷
۲- الوفا۔ ص ۱۷۵
۳- خیر البشرؐ کے چالیس جانثار۔ ص ۴۳۶
۴- جرنیل صحابہؓ۔ ص ۲۸۷، ۲۸۸
۵- سیر الصحابہ۔ جلد چہارم۔ حصۂ ہفتم۔ ص ۱۰۳
۶- اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۴۵
۷- مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۰۲
۸- خیر البشرؐ کے چالیس جانثار۔ ص ۴۳۶
۸- اے- اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۴۵
۹- خیر البشرؐ کے چالیس جانثار۔ ص ۴۳۷
۱۰- اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۴۵
۱۱- جرنیل صحابہؓ۔ ص ۲۸۷
۱۲- مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۰۲
۱۳- سیرتِ محمدیہؐ ترجمہ مواہب اللدنیہ۔ جلد دوم۔ ص ۳۲۰
۱۴- اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۴۵ حاشیہ
۱۵- سیر الصحابہ۔ جلد چہارم۔ حصۂ ہفتم۔ ص ۱۰۳
۱۶- خیر البشرؐ کے چالیس جانثار۔ ص ۴۳۹، ۴۴۰
۱۷- محمد حمید اللہ، ڈاکٹر۔ سیاسی وثیقہ جات۔ ص ۱۹۱
۱۸- خیر البشرؐ کے چالیس جانثار۔ ص ۴۴۰
۱۹- رسالتمآبؐ۔ ص ۲۵۴، ۲۵۵
۲۰- مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۴۲۶

حضرت حکیمؓ بن حزام

حضرت حکیمؓ بن حزام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجۂ محترم حضرت خدیجہؓ کے بھائی حزام بن خویلد کے بیٹے تھے۔ (۱) یہ بعثت سے پہلے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوستوں میں سے تھے۔ (۲) محمود احمد غضنفر انھیں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گہرے دوستوں میں شمار کرتے ہیں۔ (۳) مودودی لکھتے ہیں کہ حضرت حکیم بن حزام عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پانچ برس بڑے تھے۔ مُسندِ احمد میں عراک بن مالک کی روایت ہے کہ ان سے خود حضرت حکیمؓ نے بیان کیا کہ جاہلیت کے زمانہ میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ کو سب سے زیادہ محبت تھی۔ زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ نبوت کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ان کی محبت جوں کی توں رہی۔ اگرچہ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے۔ (۴)

نام و نسب

حضرت حکیم بن حزام کی کنیت ابوخالد تھی اور ان کا نسب یہ ہے۔ "حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیؔ قرشی"۔ قصیؔ پر ان کا سلسلۂ نسب آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام فاختہ بنتِ زہیر بن حارث بن اسد بن عبدالعزیٰ تھا۔ حضرت حکیمؓ بن حزام کی حقیقی پھوپھی حضرت خدیجہؓ اور چچی حضرت صفیہ بنتِ عبدالمطلب تھیں۔ یہ حضرت زبیرؓ بن عوام کے چچا زاد بھائی تھے۔ (۵) حضرت حکیم کی بیوی زینبؓ بنتِ عوّام حضرت زبیر بن عوام کی بہن تھیں۔ (۶) ابنِ اثیر کہتے ہیں کہ حکیمؓ بن حزام عام الفیل کے تیرہ سال پہلے پیدا ہوئے۔ ان کے دو بھائی خالد اور ہشام تھے۔ (۷)

حضرت حکیمؓ بن حزام کی دادی فاطمہ بنتِ زائدہ ہیں۔ ان کے چچا عوّام بن خویلد سب سے بڑے تھے۔ ان کے بعد حضرت خدیجۃؓالکبریٰ پیدا ہوئیں۔ ان کے چچا عوام کے علاوہ ہالہ اور رقیقہ نامی پھوپھیوں کے نام بھی ملتے ہیں۔ حضرت حکیمؓ سے روایت ہے کہ وہ حضرت خدیجہؓ سے دو برس چھوٹے تھے۔ اور واقعۂ فیل سے تیرہ برس پہلے پیدا ہوئے تھے۔ (۸)

زمانۂ بعثت کے حالات اور حضرت حکیمؓ بن حزام

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہ دوست چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قریب سے جانتے تھے اس لیے ابنِ سعد کے مطابق بعثت سے قبل کے واقعات حضرت حکیمؓ کی روایت سے ہی آتے ہیں۔ مثلاً انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حربِ فجار میں شرکت کا حال بیان کیا ہے۔ (۹) حِلفُ الفضول کے بارے میں حکیمؓ بن حزام کہتے ہیں کہ یہ حربِ فجار سے واپسی پر منعقد ہوا اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیس سال کے تھے۔ (۱۰) آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طائف کے سفر کے بارے میں حضرت حکیمؓ روایت کرتے ہیں کہ طائف کا یہ سفر ۲۷ شوال ۱۰ بعثت کو ہوا۔ (۱۱) ان سب باتوں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریبی عزیزوں اور دوستوں میں سے تھے۔

دارالندوہ اور حکیمؓ بن حزام

دارالندوہ (۱۲) حضرت قُصَیّ بن کلاب کا گھر تھا۔ یہاں ہر قسم کی رسوم اور مشوروں اور کئی اہم معاملات کا فیصلہ (۱۳) ہوا کرتا تھا۔ (۱۴) دارالندوہ میں حاضر ہونے والے افراد کی عمر کم از کم چالیس سال ہونا ضروری تھی۔ (۱۵) مؤرخین کے بقول ایسے کم عمر افراد جن کی ذہانت غیر معمولی' جن کی رائے پختہ اور فیصلے معقول ہوتے تھے' ان میں ابوجہل بن ہشام کو تیس سال کی عمر میں دارالندوہ میں داخل ہونے کی اجازت ملی۔ اور ڈاکٹر محمد یُوسُف گورایہ اپنے مضمون میں حضرت حکیمؓ بن حزام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حزام کو پندرہ سال کی عمر میں شامل کر لیا گیا تھا۔ اسی دارالندوہ میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دادا حضرت عبدالمطلبؓ کے ہمراہ جایا کرتے تھے۔ اور وہاں بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیثیت نمایاں رہتی تھی۔ (۱۷) دارالندوہ قریش کی ایک قابلِ فخر یادگار تھا' حضرت حکیم بن حزام کے قبضہ میں تھا۔ (۱۸) ابنِ خلدون لکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم میں بیچ ڈالا تھا۔ (۱۹) اور اس کی تمام رقم خیرات کر دی تھی۔ (۱۹۔ اے)

قاضی احمد بن زین دحلان مکی لکھتے ہیں کہ "بعض نے کہا کہ دارالندوہ بنی عبدالدار کے پاس ہی رہا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی اولاد نے حکیمؓ بن حزام بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے ہاتھ شراب کی ایک مشک کے عوض بیچ دیا اور پھر وہ اسلام کے زمانہ میں ایک لاکھ درہم کا فروخت ہوا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حکیمؓ بن حزام کو کہا کہ اسے میرے ہاتھ بیچ دیں' یہ میرے آباؤ اجداد کا عزو شرف ہے۔ حکیمؓ نے کہا تقویٰ کے بغیر مکارم چلے جاتے ہیں' واللہ! اسے میں نے جاہلیت کے زمانہ میں شراب کی ایک مشک کے عوض خریدا تھا۔ اگر یہ ایک لاکھ کا فروخت ہو جائے تو میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ اس کی قیمت اللہ کی راہ میں خرچ کروں گا"۔ (۲۰)

ایک قریشی نوجوان نے حضرت حکیمؓ سے دریافت کیا کہ آپ نے عزت و اکرام کی نگاہ سے دیکھا جانے والا قریش کا ایک عظیم مرکز کیوں بیچ ڈالا۔ آپ نے یہ غضب کیوں کیا۔ یہ سن کر حضرت حکیمؓ بن حزام نے کہا مجھے تمہاری سوچ پر افسوس ہے کہ کیونکہ اب تقویٰ اور ایمان کے علاوہ تمام عزتیں ملیا میٹ ہو گئیں۔ میں نے دارالندوہ کو اس لیے بیچا ہے کہ اس کی قیمت سے جنت میں ایک گھر مزید لوں۔ میں نے اس سے حاصل کی ہوئی تمام رقم اللہ کی راہ میں خرچ کے لیے وقف کر دی ہے۔ (۲۱)

شعبِ ابی طالبؓ اور حکیمؓ بن حزام

شعبِ ابی طالب کی محصوری کے دوران اگر کوئی شخص محصورین کے پاس کچھ پہنچانا چاہتا تو وہ قریش سے چھپ کر ہی ایسا کرتا تھا۔ (۲۲) حضرت حکیمؓ بن حزام چونکہ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے بھی تھے۔ اس لیے وہ کبھی کبھار اپنی پھوپھی کے لیے گیہوں بھجواتے تھے۔ (۲۳) ایک بار حکیمؓ بن حزام ایک لڑکے کے ہمراہ کچھ گیہوں شعبِ ابی طالب کے محصورین کے لیے لے جا رہے تھے کہ ان کا ٹکراؤ ابوجہل سے ہو گیا۔ ابوجہل حضرت حکیمؓ بن حزام سے چمٹ گیا اور کہا کہ تم یہ کھانا لے کر بنی ہاشم کے پاس جا رہے ہو۔ واللہ میں تمھیں اور تمہارے کھانے کو اس جگہ سے نہیں جانے دوں گا جب تک میں تمہاری رسوائی نہ کر دوں۔ اتنے میں ابوالبختری بن ہشام

آ گیا۔ اس نے ابوجہل کو منع کیا کہ اگر یہ بنو ہاشم کے لیے کھانا لے جا رہا ہے تو جانے دو۔ یہ اس کی پھوپھی کا کھانا تھا۔ جو یہ ان کے پاس لے جا رہا ہے۔ تو پھوپھی کا کھانا روک رہا ہے۔ اسے چھوڑ دے۔ ابوجہل نے انکار کیا تو ابوالبختری (۲۴) نے اونٹ کی ہڈی لے کر مارا اور اس کا سر زخمی کر دیا۔ اور خوب لاتیں لگائیں۔ (۲۵)

غزوۂ بدر اور حکیمؓ

غزوۂ بدر کے موقع پر عتبہ بن ربیعہ کفار کی فوج کا سردار تھا۔ مگر اس کا ارادہ لڑائی کا نہ تھا کیونکہ اسے حکیمؓ بن حزام نے مشورہ دیا تھا کہ حضرمی کا خون بہا اس کے بھائی عامر کو دے دیتے ہیں، جو جنگ کی وجہ ہے۔ مگر ابوجہل نے اسے نامردی کا طعنہ دیا جس پر عتبہ بن ربیعہ غیرت سے برہم ہو گیا اور کہنے لگا کہ نامردی کا داغ اٹھانے کی بجائے میدانِ جنگ بنا دوں گا۔ اس لیے جنگِ بدر میں سب سے پہلے عتبہ ہی اپنے بھائی اور بیٹے کے ساتھ میدان میں نکلا تھا۔ (۲۶)

ایک بار حضرت حکیمؓ بن حزام کے بیٹے نے انہیں روتے دیکھا تو وجہ دریافت کی۔ کہنے لگے کہ تین باتوں سے رونا آتا ہے۔ ☆ ۱۔ میں نے اسلام کو قبول کرنے میں بہت تاخیر کی ☆ ۲۔ جب اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا تو میں سردارانِ قریش کو دیکھتا اور ان کے شانہ بشانہ چلتا۔ ☆ ۳۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بدر اور اُحد کی جنگ سے بچا لیا اور میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ میں آج کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقابلے میں قریش کی مدد نہ کروں گا اور کسی بھی معرکے میں شرکت کے لیے مکہ سے باہر قدم نہ رکھوں گا مگر مجھے قریش کی مدد کے لیے میدان میں لایا گیا اور مجھے مجبور کر دیا گیا کہ میں قریش کی ہمنوائی کروں۔ (۲۷)

غزوۂ بدر میں مشرکین حضرت حکیمؓ کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے تھے مگر جب کفار کو شکست ہوئی تو حکیمؓ بن حزام بھاگ کر بچ گئے۔ ابنِ اثیر کے مطابق جب وہ بہت بڑی قسم کھاتے تو کہا کرتے۔ "اس کی جس نے مجھے بدر کے دن بچا لیا"۔ (۲۸)

طبری نے ان کا بیان یوں نقل کیا ہے کہ ایک بار مدینہ کے گورنر مروان کے دربان نے اسے اطلاع دی کہ ابوخالد حکیمؓ بن حزام آئے ہیں تو اس نے کہا "آنے

دو"۔ جب حکیمؓ اندر گئے تو اس نے کہا "خوش آمدید ابوخالد! قریب آ جاؤ"۔ مروان صدرِ مجلس سے ہٹ گیا اور قریب ہو بیٹھا کہ دونوں کے درمیان تکیہ آ گیا۔ اب مروان نے گزارش کی کہ ہمیں بدر کا قصہ سنائیں۔ (۲۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُن سے محبت

محمود احمد غضنفر لکھتے ہیں کہ حضرت حکیمؓ بن حزام اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دوستی بہت قدیم تھی کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں بیٹھ کر سکون اور دلی اطمینان محسوس کرتے اور خوش ہوتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ان سے محبت اور الفت سے پیش آتے تھے۔ پھر ان کی پھوپھی حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد یہ تعلقات اور مضبوط ہو گئے۔ (۳۰) انہوں نے سُوقِ عکاظ سے ایک غلام خدیجہ کو ہدیہ کیا۔ (۳۱) اور انہوں نے یہ غلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں کفر و شرک میں مبتلا دیکھ کر آزردہ ہوتے مگر یہ اپنی روش پر قائم تھے۔ ایک بار انہوں نے ایک قیمتی حلّہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں تحفہ کے طور پر پیش کیا۔ مگر آپؐ نے اسے لینے سے انکار کیا اور فرمایا "میں مشرکین سے ہدیہ نہیں لیتا۔ اگر آپ چاہیں تو میں قیمت ادا کر کے یہ حُلّہ لے سکتا ہوں"۔ (۳۲)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان سے محبت کا یہ عالم تھا کہ فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مرّ الظہران کے مقام پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن عباس سے فرمایا "مجھے حکیم بن حزام کا شرک میں مبتلا رہنا سخت ناگوار ہے۔ میری خواہش ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں"۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مرّ الظہران سے آگے بڑھنے ہی نہ پائے تھے کہ حضرت حکیمؓ بن حزام خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ (۳۳)

ایک بار حضرت حکیمؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا سوال پورا کر دیا۔ پھر مانگا، پھر دیا، پھر مانگا، پھر

عنایت فرمایا اور اس کے ساتھ یہ نصیحت بھی کی کہ "اے حکیمؓ مال نہایت شیریں اور خوش رنگ چیز ہے جو شخص اسے فیاض دلی کے ساتھ لیتا ہے۔ اس کو برکت نصیب ہوتی ہے اور جو شخص اس کو حرص و طمع کے ساتھ حاصل کرتا ہے۔ اس کو برکت نصیب نہیں ہوتی اور وہ مثل اس آدمی کے ہوتا ہے جو کھاتا تو ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے"۔ حضرت حکیمؓ بن حزام نے اسی وقت عہد کر لیا کہ اب مرتے دم تک کسی سے کچھ نہ مانگوں گا۔ اور اس شدت کے ساتھ اس عہد کو پورا کیا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ان کو عطیہ دینا چاہتے تو یہ انکار کر دیتے۔ آخر ان کے بارے میں حضرت عمرؓ نے کہا۔ مسلمانو! گواہ رہنا کہ میں حکیمؓ کو ان کا حق دیتا ہوں اور وہ قبول ہی نہیں کرتے۔ (۳۴)

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے اعلان کروایا کہ جو شخص مسلمان ہو جائے یا کعبہ کے اندر بیٹھ جائے اور ہتھیار پھینک دے یا اپنے گھر میں پناہ لے اور دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے یا ابوسفیان کے گھر پناہ لے لے اور حکیمؓ بن حزام کے گھر پناہ لے' اسے امان ہے۔ ان دنوں حکیم بن حزام کا گھر مکہ کے نشیبی علاقے اور ابوسفیان کا گھر بالائی علاقہ میں تھا۔ (۳۵)

قبولِ اسلام

حضرت حکیم بن حزام نے اسلام (۳۶) قبول کرنے میں بہت دیر (۳۷) کی۔ جب اسلام قبول کیا تو ان کی عمر ۷۴ سال تھی۔ (۳۸) یہ زمانۂ جاہلیت میں ہی نیک کاموں میں مشہور تھے۔ جس جس طرح کے نیک کام زمانۂ جاہلیت میں کیے تھے' اسلام قبول کرنے کے بعد اسی قسم کے نیک کام کیے۔ (۳۹) ایک بار یہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ صلی اللہ علیکؐ وسلم میں نے زمانۂ جاہلیت میں جو نیک کام کیے تھے' کیا مجھے ان کا ثواب ملے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ہاں مسلمان ہو جانے پر تمہاری تمام نیکیاں قائم رہیں۔ حضرت حکیمؓ نے ایک بار زمانہ اسلام میں حج کیا تو ان کے ہمراہ سو اونٹ تھے اور ان اونٹوں پر حبرہ (جو یمن کی قیمتی چادر ہوتی ہے) کی جھولیں اڑھائی

ہوئی تھیں۔ یہ سب اونٹوں کو انھوں نے قربان کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ جب عرفہ سے وقوف کیا تو ان کے ساتھ سو غلام تھے جن کی گردنوں پر چاندی کے طوق پڑے ہوئے تھے اور ان پر یہ عبارت لکھی تھی کہ یہ خدا کی راہ میں آزاد کیے گئے ہیں اور انھوں نے ہزار بکریوں کی قربانی بھی کی تھی۔ یہ بڑے سخی تھے۔ (۴۰)

مولانا عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں کہ حضرت حکیمؓ بن حزام نے زمانۂ جاہلیت میں سو غلام آزاد کیے تھے اور زمانۂ اسلام میں بھی سو غلام آزاد کیے۔ ایک روایت میں ہے کہ جس جس غلام کو آزاد کیا اسے ایک ایک اونٹ بھی دیا۔ (۴۱)

راویٔ حدیث

قلت و کثرتِ روایت کی بنا پر صحابہؓ کے پانچ طبقے ہیں۔ ان میں حضرت حکیمؓ بن حزام طبقۂ چہارم میں ہیں۔ اس طبقہ میں ان صحابہ کا ذکر ہے جن کی تعدادِ روایت چالیس سے سو تک ہے۔ اس طبقہ میں ان سمیت ۳۳ صحابہ ہیں۔ حضرت حکیمؓ نے ۴۰ احادیث روایت کیں۔ (۴۲)

ان کی بیان کردہ احادیث میں سے چند یہ ہیں۔

○ ایک بار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں ایک دینار قربانی کا جانور خریدنے کے لیے دیا۔ انھوں نے ایک مینڈھا ایک دینار میں خریدا اور دو دینار میں بیچ ڈالا۔ پھر ایک جانور ایک دینار میں خریدا اور اس کو مع اس دینار کے جو نفع حاصل ہوا تھا۔ لے کر بارگاہِ رسالتؐ میں آ پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ دینار صدقہ کر دیا اور ان کے لیے دعا کی کہ اللہ ان کی تجارت میں برکت عطا فرمائے۔ (۴۳)

○ حضرت حکیمؓ بن حزام سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ لوگ میرے پاس آئے ہیں اور مجھ سے ایسی چیز خریدنا چاہتے ہیں جو میرے پاس نہیں ہے' کیا میں بازار سے خرید کر ان کے ہاتھ بیچ دیا کروں۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ایسی چیز کی بیع نہ کرو جو تمہارے پاس نہ ہو۔ (۴۴)

○ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خریدار اور فروخت کرنے والے اختیار رکھتے ہیں' جب تک جدا نہ ہوں۔ اگر خریدنے والا اور بیچنے والا دونوں سچ بولیں اور چیز کی حقیقت بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت دی جاتی ہے اور اگر چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع سے برکت مٹا دی جاتی ہے۔ (۴۵)

○ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساعت مبارک کا ذکر کرتے ہوئے ابو نعیم کہتے ہیں کہ حضرت حکیمؓ بن حزام نے بیان کیا ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ہمراہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں۔ صحابہؓ نے عرض کی۔ ہم تو کچھ نہیں سن رہے۔ فرمایا میں آسمان کی چرچراہٹ سن رہا ہوں اور وہ مستقل چرچراتا ہے کیونکہ اس میں ایک بالشت کی جگہ بھی ایسی نہیں جس میں کوئی فرشتہ سجدے یا قیام کی حالت میں نہ ہو۔ (۴۶)

ان کے راویٔ حدیث میں حضرت سعیدؓ بن مسیبؒ' حضرت عروہ' حضرت صفوان بن محرز' حضرت موسیٰ بن طلحہ' اور حضرت محمد بن سیرین شامل ہیں۔ (۴۷)

ازواج

حضرت حکیم بن حزام کا نکاح حضرت زینبؓ بنتِ عوام سے ہوا جو حضرت حکیم کی چچا زاد تھیں اور حضرت زبیر بن عوام کی بہن تھیں۔ ان کے والد کا نام عوام بن خویلد تھا۔ یہ اپنے بھائی زبیر بن عوام کے ہمراہ مسلمان ہو گئی تھیں۔ (۴۸) ان کا نسب یہ ہے۔ زینب بنتِ عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی قرشی اسدی (۴۹) جنگ جمل میں ان کے بیٹے عبداللہ بن حکیم اور بھائی زبیر بن عوام شہید ہوئے تو اس موقع پر حضرت زینبؓ بنت عوام نے جو مرثیہ لکھا اس میں سے چار اشعار کا ترجمہ دیکھیں۔

○ اے میری آنکھو! جلدی کرو اور خوب دل کھول کر آنسو بہاؤ' اس آدمی کی موت پر جو بڑا کشادہ دست اور سخی تھا۔

○ زبیرؓ اور عبداللہؓ پر آنسو بہاؤ جنھیں مصیبت کے وقت بلایا جاتا ہے۔ جو ہم میں دوستی اور پاسداری کرتے ہیں اور یتیم کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

○ تم نے حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جان نثار اور قرابتدار اور صحابی کو قتل کیا ہے۔ میں تمھیں جہنم کی بشارت دیتی ہوں۔

○ عثمان بن عفان کے قتل نے پیشتر ازیں مجھے تباہ کر دیا تھا۔ اب میں اپنے بیٹے کی موت پر زار و قطار رو رہی ہوں۔ (۵۰)

حضرت حکیمؓ کی ایک اور بیوی ملیکہ بنتِ مالک کا نام بھی ملتا ہے جو بنو حارث بن فہر سے تھیں۔ ان کی کنیت ام ہشام تھی۔ یہ ہشام بن حکم کی ماں تھیں۔ (۵۱)

اولاد

حضرت حکیمؓ بن حزام کی اولاد میں چار بیٹوں میں خالد' ہشام' عبداللہ اور یحییٰ شامل ہیں۔ (۵۲) حضرت عبداللہ بن حکیمؓ بن حزام کا ذکر ابو عمر اور ابو موسیٰ نے کیا ہے کہ ان کے والد اور والدہ زینب بنتِ عوام اور بھائی ہشام' خالد اور یحییٰ صحابیوں میں سے ہیں۔ یہ فتحِ مکہ کے دن اسلام لائے اور جنگِ جمل میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھے اور وہیں شہید ہوئے۔ یہ طلحہؓ اور زبیرؓ کے علمبرداروں میں سے تھے۔ (۵۳)

خالد بن حکیم بن حزام کے بارے میں ہے کہ انھی کی وجہ سے حکیم بن حزام کی کنیت ابو خالد تھی۔ ایک بار حضرت ابوعبیدہ بن جراح لوگوں کو جزیہ کے متعلق سزا دے رہے تھے کہ ان کا گزر وہاں سے ہوا۔ اور انھوں نے ان سے کہا آپ نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ قیامت میں سب سے زیادہ سخت سزا اس شخص کو ملے گی جو دنیا میں دوسروں کو سخت سزا دیتا ہو۔ حضرت عبیدہ بن جراح نے فوراً" ان لوگوں سے کہا جاؤ اور انھیں چھوڑ دو۔ ان کی والدہ کا نام معلوم نہیں۔ (۵۴)

حضرت یحییٰ بن حکیمؓ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا فیض پایا۔ ان کے تذکرہ میں ماں کا نام نہیں لکھا۔ (۵۵) مولانا عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت ہشام بن حکیم بن حزام سورۂ فرقان پڑھ رہے تھے۔ اس مقام پر حضرت عمرؓ کا گزر ہوا اور یہی سورہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ

کو بھی پڑھائی تھی۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو ان کو اس قراءت میں اختلاف معلوم ہوا۔ چنانچہ انھوں نے چادر سے ہشام بن حکیم کو باندھا اور پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے آئے اور عرض کی کہ جس طرح آپ نے مجھ کو پڑھایا ہے' ان کی قراءت اس کے مخالف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ "قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ جس طرح ہو سکے پڑھو"۔ (۵۶) ہشام بن حکیم کی والدہ کا نام ملیکہ بنتِ مالک ہے۔ حضرت ہشامؓ اپنے والد سے پہلے فوت ہوئے۔ (۵۷)

وفات

ابنِ خلدون لکھتے ہیں کہ حضرت حکیمؓ بن حزام عہدِ اسلام میں سات سال تک زندہ رہے۔ (۵۸) ابنِ اثیر کے مطابق یہ ۵۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ مزید لکھتے ہیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے ساٹھ سال زمانۂ جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ سال زمانۂ اسلام میں گزارے۔ اس پر ابنِ اثیر اعتراض کرتے ہیں کیونکہ یہ فتحِ مکہ کے سال اسلام لائے تھے۔ لہٰذا ان کی عمر حالتِ شرک میں ۷۳ برس تھی۔ تیرہ برس قبل واقعہ فیل کے اور چالیس برس بعثت تک۔ اور آٹھ برس فتح مکہ تک یہ کل ۷۳ برس عمر بنی۔ مزید لکھتے ہیں کہ شاید یہ درست ہو کہ ان کی عمر ایک سو بیس سال ہو مگر یہ تفصیل کہ ساٹھ برس اسلام سے پہلے اور ساٹھ برس اسلام قبول کرنے کے بعد زندہ رہے' بہرحال میں ان کی عمر میں اس قول کو نہیں مانتا۔ (۵۹)

حواشی

۱۔ اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۳۹ / سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۴۴

۲۔ سیرۃ الرسولؐ من القرآن۔ ص ۹۳ / ساجد الرحمٰن۔ سیرتِ رسولؐ۔ ص ۴۱ / عبدالمصطفیٰ محمد اشرف۔ سیرتُ المصطفیٰؐ۔ دوم۔ ص ۱۰۹ / عرفان خلیلی۔ ہمارے حضورؐ۔ ص ۳۶

۳۔ حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو۔ ص ۳۰۵

۴۔ مودودی۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ دوم۔ ص ۱۴۴

۵۔ طالب ہاشمی۔ آسمانِ ہدایت کے ستر ستارے۔ ص ۱۹۸

۶۔ اسد الغابہ۔ جلد سوم۔ ص ۲۷۲

۷۔ اسد الغابہ۔ جلد سوم۔ ص ۵۵

۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۳۵' ۳۶ / نیر ندیم۔ اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔ ص ۵۴

۹۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ اول۔ ص ۱۹۸ مترجم علامہ عبداللہ العمادی

۱۰۔ الوفا۔ ص ۱۷۵

۱۱۔ نقوش۔ جلد ۱۔ ص ۵۳۹ حاشیہ

۱۲۔ دارالندوہ کا سببِ تسمیہ فقط یہ ہے کہ وہ قریش کا منتدی یعنی محل اجتماع تھا۔ نیک و بد' خیر و شر' کوئی معاملہ ہو سب کے لیے وہیں جمع ہوتے۔ جب وہ مجتمع ہوں تو اسی مناسبت سے ان کے دارالاجتماع کو ندوہ یا دارالندوہ کہیں گے"۔ (طبقاتِ ابنِ سعد۔ اول۔ ص ۶۵)

۱۳۔ جب مشرکین مکہ کو معلوم ہو گیا کہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جگہ قیام پذیر ہو چکے ہیں جہاں ان کے خلاف کارروائی نہیں ہو سکتی تو انھیں یقین ہو گیا کہ رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثنا بھی ضرور ان کی طرف ہجرت کر کے چلے جائیں گے۔ چنانچہ وہ دارالندوہ (مجلسِ مشاورت) میں جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق باہم صلاح مشورے کرنے لگے۔ دارالندوہ قصیٰ بن کلاب کا مکان تھا اور قریش جو بھی فیصلہ کرتے' وہ اسی دار میں کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی اس مکان میں داخل ہوئے تاکہ آئندہ لائحۂ عمل کے متعلق مشورہ کریں"۔ (الوفا۔ ص ۲۸۰)

۱۴۔ نبیٔ رحمتؐ۔ ص ۹۱

۱۵۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۳ حاشیہ

۱۶۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۔ ص ۶۰۵

۱۷۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۳ حاشیہ

۱۸۔ سیر الصحابہ۔ جلد ۵۔ ص ۴۶

۱۹۔ تاریخِ ابنِ خلدون۔ حصہ اول (العرب قبل الاسلام وعہدِ رسالتؐ) مترجم ڈاکٹر شیخ

۱۹ - اے - سیرُ الصحابہ۔ جلد ۵۔ ص ۲۶

۲۰ - سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۷۵

۲۱ - حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو۔ ص ۱۳۹، ۱۴۰

۲۲ - سیرتِ ابن ہشام۔ اول۔ ص ۳۸۷

۲۳ - الرحیق المختوم۔ ص ۱۹۰

۲۴ - اس موقع پر ابو البختری نے جو اشعار کہے، ان کا ترجمہ یہ ہے۔

○ اے ابوجہل! اپنی غمزدگی کا مزہ چکھو، اس طرح جہالت اور سخت کلامی مذمت کا باعث بنتی ہے۔

○ تو دیکھے گا کہ میں جلد لوٹ کر آؤں گا۔ اسی طرح سرزنش اور دھمکی لوٹ کر مذمت بن جاتی ہے۔

○ تو جانتا ہے کہ ہم مہماتِ امور کو سر کرتے ہیں اور کشادہ رو اور ہشاش بشاش آدمی کو مغلوب نہیں کیا جا سکتا"۔ (نقوش۔ جلد ۱۱۔ ص ۴۸)

۲۵ - سیرتِ ابن ہشام۔ جلد اول۔ ص ۳۸۷

۲۶ - ماہنامہ نعت لاہور۔ شہیدانِ ناموسِ رسالتؐ۔ حصہ اول۔ ص ۷۷ مضمون "توہین رسالتؐ کی سزا" از حاجی نواب الدین گولڑوی

۲۷ - حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو۔ ص ۱۳۷

۲۸ - آسمانِ ہدایت کے ستر ستارے۔ ص ۲۰۲

۲۹ - نقوش۔ جلد ۱۔ ص ۷۲۵

۳۰ - حیاتِ صحابہ کے درخشاں پہلو۔ ص ۱۳۶

۳۱ - نقوش۔ جلد ۱۔ ص ۵۵۷

۳۲ - آسمانِ ہدایت کے ستر ستارے۔ ص ۲۰۲

۳۳ - آسمانِ ہدایت کے ستر ستارے۔ ص ۲۰۲

۳۴ - سیر الصحابہ۔ جلد پنجم۔ اسوۂ صحابہ۔ حصہ اول۔ ص ۱۶۷، ۱۶۸

۳۵ - حیاتِ صحابہ کے درخشاں پہلو۔ ص ۱۳۸، ۱۳۹

۳۶ - حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے ہم لوگ بغرضِ تجارت شام میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ میں تھے۔ ہمیں روم کے بادشاہ نے بلوا بھیجا۔ جب ہم اس کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ تم میں سے کسی عرب نے نبیؐ ہونے کا دعویٰ کیا ہے، میں نے کہا ہاں جنھوں نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت سے میرے نسب میں مل جاتا ہے۔

روم کے بادشاہ نے کہا میں تم سے جو پوچھوں گا کیا تم اس کا جواب سچائی سے دو گے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا کیا تم اس کی تردید کرتے ہو یا تائید۔ ہم نے کہا کہ ہم ان کی تردید کرتے ہیں، ان سے دشمنی کرتے ہیں۔ اس نے دریافت کیا کہ وہ کن چیزوں کے ساتھ رسول بن کر آئے ہیں۔ ہم نے بتایا تو وہ ہمیں محل کے ایک مقام پر لے گیا اور ایک پردہ کھولا اور ایک تصویر دکھلا کر کہنے لگا۔ یہ آدم علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اس کے بعد مختلف دروازے کھولے اور ان کی تصویریں دکھا دکھا کر پوچھنے لگا کہ وہ یہ تو نہیں۔ آخر ایک تصویر کھولی تو وہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تھی۔ ہم نے اسے بتایا کہ یہ وہ صاحب ہیں۔ کہنے لگا کہ یہ تصویر ایک ہزار سال پہلے کی ہے اور بے شک تمہارے صاحب نبیؐ مرسل ہیں۔ اس لیے ان کی اتباع کرو اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں کا دھوون پیتا۔ (سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۳۶)

۳۷ - علامہ زرقانی کے حوالے سے پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت حکیمؓ بن حزام کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت حکیمؓ کی لونڈی آئی اور اس نے اپنے مالک کو بتایا کہ ان کی پھوپھی آج کہہ رہی تھیں کہ ان کے خاوند موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبیؐ مرسل ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ بات سنی تو فوراً وہاں سے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

۳۸ - آسمانِ ہدایت کے ستر ستارے۔ ص ۲۰۳

۳۹ - سیرُ الصحابہ۔ جلد ۵۔ ص ۲۶

۴۰ - اُسُد الغابہ۔ جلد سوم۔ ص ۵۶

۴۱ - سیر الصحابہ۔ جلد پنجم۔ حصۂ ہشتم و نہم۔ ص ۲۴۰
۴۲ - سیر الصحابہ۔ جلد پنجم۔ حصۂ ہشتم و نہم۔ ص ۲۴۰
۴۳ - مشکوٰۃ' ترمذی و ابوداؤد بحوالہ آسمانِ ہدایت کے ستر ستارے۔ ص ۲۰۷
۴۴ - اسد الغابہ۔ جلد سوم۔ ص ۵۶
۴۵ - صحیح بخاری و مسلم بحوالہ آسمانِ ہدایت کے ستر ستارے۔ ص ۲۰۷' ۲۰۸
۴۶ - الخصائص الکبریٰ۔ اول۔ ص ۳۹
۴۷ - آسمانِ ہدایت کے ستر ستارے۔ ص ۲۰۷
۴۸ - تذکارِ صحابیات۔ ص ۵۲۵
۴۹ - اسد الغابہ۔ جلد سوم۔ ص ۲۷۲
۵۰ - اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۹' ۳۰
۵۱ - اسد الغابہ۔ جلد نہم۔ ص ۱۰
۵۲ - تذکار صحابیات۔ ص ۲۰۷
۵۳ - اسد الغابہ۔ جلد پنجم۔ ص ۲۰۰
۵۴ - اسد الغابہ۔ جلد سوم۔ ص ۱۰۶
۵۵ - اسد الغابہ۔ جلد نہم۔ ص ۱۷۳
۵۶ - سیر الصحابہ۔ جلد پنجم۔ حصہ ہشتم' نہم۔ ص ۱۵۰
۵۷ - اسد الغابہ۔ جلد نہم۔ ص ۱۰
۵۸ - تاریخ ابن خلدون۔ حصہ اول (العرب قبل الاسلام و عہدِ رسالتؐ۔ مترجم ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ)
۵۹ - اسد الغابہ۔ جلد سوم۔ ص ۵۷

عمروؓ بن عنبسہ اسلمی

لکھتے ہیں کہ حضرت عمروؓ بن عنبسہ زمانۂ جاہلیت سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوست تھے۔ (۱) محمد سردار احمد ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عمرو بن

عنبسہ کے بارے میں طبقاتِ ابنِ سعد' استیعاب اور اُسُد الغابہ اور مُسندِ احمد میں یہ نہیں لکھا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوست تھے۔ مگر اول اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا نام آتا ہے۔ (۲)

ابنِ خلدون ان کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ بنو سُلَیم کے "عمرو بن عنبسہ بھی جو جاہلیت میں رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے دوست تھے۔ ان کے قبولِ اسلام کے وقت صرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ مسلمان ہوئے تھے۔ اس لیے عمرو بن عنبسہ کہا کرتے تھے کہ ان دنوں میں چوتھائی اسلام تھا"۔ (۳) ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ابنِ خلدون کی اس بات پر یوں لکھتے ہیں کہ "ابنِ خلدون نے عمرو بن عبسہ کی دوستی کے ذکر میں ابنِ حزم کی پیروی کی ہے مگر دیگر مشہور حفاظ وغیرہ مثلاً ابنِ عبدالبر' نووی اور ابن حجر نے اس دوستی کی طرف کہیں اشارہ تک نہیں کیا"۔ (۴)

حضرت عمروؓ بن عنبسہ قبیلہ بنو سلم کے رئیس اور حضرت ابوذر غفاریؓ کے ماموں تھے۔ (۵) جب آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو ان دنوں حضرت عمرو بن عنبسہ مکہ میں نہیں تھے۔ (۶)

اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت عمروؓ بن عنبسہ سلمی کو بت پرستی سے نفرت ہو گئی تھی۔ حضرت عمروؓ بن عنبسہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے دورِ جاہلیت میں اپنی قوم کے معبودوں کی عبادت ترک کر دی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک اہلِ کتاب جو کہ مدینۂ منورہ اور شام کے درمیان ایک بستی تما کا رہنے والا تھا' مجھ سے ملا تو کہنے لگا کہ میں نے ایک پتھر پوجنے والے کو دیکھا۔ اس کے ساتھ اس کا معبود نہیں تھا۔ اس لیے وہ اِدھر اُدھر سے چار پتھر اٹھا لایا۔ ان میں سے تین پتھروں سے اس نے استنجا کیا اور چوتھا پتھر جو اسے اچھا لگا تھا اسے معبود بنا کر اس کی عبادت کرنے لگا۔ جب چلنے لگا تو اس سے اچھا پتھر نظر آ گیا تو اس نے پہلے معبود کو وہیں پھینک دیا اور نئے معبود کو اٹھا کر چل پڑا۔ جب اپنی منزل پر پہنچا تو اسے سے اچھا پتھر دیکھ کر اسے معبود بنا لیا اور پرانا چھوڑ دیا۔ یہ دیکھ کر مجھے اس شخص کے ان معبودوں سے نفرت ہو گئی جو کسی کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ حضرت عمروؓ بن عنبسہ کہتے ہیں کہ مجھے اس کی دلیل اچھی لگی تو اس نے مجھے بتایا کہ مکہ سے ایک شخص نکلے گا جو اپنی قوم کے معبودوں

کے برعکس کسی اور معبود کی طرف بلائے گا۔ اگر تم انھیں دیکھ سکو تو ان کی پیروی کرنا۔ بے شک وہ افضل دین لائیں گے۔ جب اس نے مجھے یہ بات بتائی تو اس وقت میرا ارادہ نہیں تھا۔ (۷) مگر خوشی کی اس بات کو سن کر مجھے اور کوئی کام نہ تھا سوائے اس کے کہ مکہ مکرمہ کی راہ پر چل کے آتا تو لوگوں سے کوئی نئی بات' کوئی نیا واقعہ پوچھتا۔ وہ سب لوگ نفی میں جواب دیتے تھے۔ آخر مجھے اس بات کی اطلاع ملی کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص نے اپنی قوم کے معبودات و نظریات سے اعلان براء ت و بیزاری کرتے ہوئے انھیں ایک اور دین کی دعوت دے رکھی ہے۔ اب میرا مقصد حل ہو چکا تھا۔ اس لیے میں تیزی سے اس مقام پر پہنچا جہاں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے اور فوراً" مسلمان ہو گیا۔ (۸)

ابنِ خلدون لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ' حضرت ابوبکرؓ' حضرت زید بن حارثؓ' حضرت بلالؓ کے بعد حضرت عمروؓ بن عبسہ سلمی اور خالد بن سعید بن العاص بن امیہ اور قریش کے چند افراد ایمان لائے۔ جن کو خداوندِ کریم نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی محبت کے لیے چن لیا تھا۔ چنانچہ اس میں سے اکثر کے لیے جنت کی شہادت دی گئی۔ (۹)

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عمروؓ بن عبسہ نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گزارش کی کہ آپ فرمائیں کہ میں ہمیشہ آپؐ کے پاس ٹھہروں یا اپنے علاقے میں واپس چلا جاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں ان کے علاقے میں جانے کی اجازت دے دی۔ (۱۰) امیر الدین لکھتے ہیں کہ ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کی کہ میں دل و جان سے آپؐ کا ساتھ دینے کو حاضر ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو یہی فرمایا کہ ابھی تم میری رفاقت کے متحمل نہ ہو سکو گے۔ اپنے وطن لوٹ جاؤ۔ جب میرے غلبہ کی خبر سنو تو پھر میرے پاس چلے آنا۔ (۱۱)

حواشی

۱۔ جوامع السیرۃ۔ ص ۵۷

۲۔ جوامع السیرۃ۔ ص ۵۷ حاشیہ
۳۔ تاریخِ ابنِ خلدون۔ حصہ اول (تاریخِ عربِ قدیم) ص ۲۲۲
۴۔ ایضاً"۔ ص ۱۲۲ حاشیہ
۵۔ سیرتِ طیبہ (امیر الدین)۔ ص ۱۹۰
۶۔ جوامع السیرۃ۔ ص ۸۱
۷۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۱۸
۸۔ الوفا۔ ص ۷۷' ۷۸
۹۔ تاریخِ ابنِ خلدون (عہد اسلام) ص ۲۹۵
۱۰۔ سیرت دحلانیہ۔ ص ۳۱۸
۱۱۔ امیر الدین۔ سیرتِ طیبہ۔ ص ۱۹۰

حضرت عیاضؓ بن حماد

حضرت عیاض بن حماد زمانۂ جاہلیت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کپڑے پہن کر خانۂ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ "جوامع السیرۃ" میں زمانۂ جاہلیت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوستوں میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۱)

حضرت عیاض کا نسب یہ ہے۔ عیاض ابن حماد بن ابی حماد بن ناجیہ بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم تمیمی مجاشعی۔ ابوعبیدہ کے مطابق یہ عیاض بن حماد بن عرفجہ بن ناجیہ ہیں اور یہ بصرہ میں رہتے تھے۔ (۲)

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے دو مذہبی گروہ تھے۔ ایک حمس اور دوسرا حل کہلاتے تھے۔ حل زمانۂ جاہلیت میں خانۂ کعبہ کا برہنہ (۳) طواف کیا کرتے تھے مگر حمس برہنہ طواف نہیں کرتے تھے۔ قریش کا تعلق حمس سے تھا۔ حمس کے مذہبی گروہ میں کوئی شخص حل کے گروہ کے کسی فرد کو اپنے کپڑے عاریتہً" دے دیتا تو وہ برہنہ طواف کی بجائے ان کپڑوں میں طواف کر لیا کرتے تھے۔ حضرت عیاضؓ بن حماد کا تعلق بنو مجاشع سے تھا اور بنو مجاشع حل سے تھا۔ اس لیے حضرت عیاض (۴) آقا

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کپڑے پہن کر خانۂ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ (۵) عیاضؓ نے کفر کی حالت میں ایک بار حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا تو آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے فرمایا کہ ہم کافر کی چیز قبول نہیں کرتے۔ (۶)

حضرت عیاض بن حماد نے ایک بار آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم ایک شخص جو میری قوم کا ہے' وہ مجھے گالی دیتا ہے۔ حالانکہ وہ مجھ سے درجہ میں کم ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ گالی دینے والے دونوں شیطان ہیں' جھوٹ اور خرافات بکتے ہیں۔ ان دونوں کی خطا چھیڑ کرنے والے کے ذمہ ہے۔ جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔ (۷)

حضرت عیاضؓ بن حماد حضرت اقرع بن حابس بن عقال کے چچا زاد تھے۔ اقرع (۸) بن حابس وہی ہیں جنھوں نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حضرت حسنؓ و حسینؓ سے پیار کرتے دیکھا تو کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں مگر میں کسی کو پیار نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ (۹)

حواشی

۱۔ جوامع السیرۃ۔ ص ۵۷

۲۔ اسد الغابہ۔ جلد ۷۔ ص ۲۱۸

۳۔ ابنِ سعد لکھتے ہیں کہ قریش و کنانہ و خزاعہ اور بقیہ اہلِ عرب کے وہ تمام لوگ جو قریش کے سلسلہ اولاد میں شامل تھے' یہ سب کے سب خمس تھے۔ جو حاجی باہر سے آتا تو اس پر لازم ہوتا تھا کہ کپڑے پہنے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کرے لیکن یہ پابندی اس شرط کے ساتھ تھی کہ وہ عرفات میں نہ گیا ہو۔ عرفات سے واپس آتے تو برہنہ ہو کر خانۂ کعبہ کا طواف کرتے یا پہنتے بھی تو وہ احمسی کپڑے پہنتے۔ اگر کوئی اپنے دو کپڑے پہنے ہوئے طواف کرتا تو پھر ان کپڑوں کا پہننا اس کے لیے حلال نہ ہوتا۔

(طبقاتِ ابنِ سعد۔ اول۔ ص ۱۰۸' ۱۰۹)

ابنِ ہشام کے مطابق مرد تو برہنہ طواف کیا کرتے مگر خواتین چاک والے ترکے کے سوا کچھ نہ پہنتیں۔ اور اگر حرم کے باہر کا کوئی شخص انھی کپڑوں سمیت طواف کرلیتا جنھیں پہنے ہوئے وہ بیرونِ حرم سے آیا تھا تو وہ انھیں اتار پھینکتا۔ اور انھیں کوئی شخص نہ پہنتا۔ عرب کا ایک شخص اپنے اتارے ہوئے ایک کپڑے کا ذکر شعر میں کرتا ہے۔ یہ کپڑا اسے بہت پسند تھا مگر اب وہ اسے چھو بھی نہیں سکتا۔ شعر کا ترجمہ یہ ہے "میرا اس کے پاس سے بار بار گزرنا غم کھانے کے لیے کافی ہے۔ وہ طواف کے بعد کا پھینکا ہوا کپڑا ہو جو طواف کرنے والوں کے سامنے پڑا ہے لیکن لوگوں کے ہاتھ لگنے سے محروم ہے"۔ (سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۲۲۵)

۴۔ طبقاتِ ابنِ سعد اور اُسُد الغابہ میں ان کا نام عیاض بن حماد لکھا ہے مگر لسان المیزان اور اصابہ میں حمار درج ہے۔ (جوامع السیرۃ۔ ص ۵۷ حاشیہ) ابنِ قتیبہ کے مطابق ابوحماد بن ناجیہ بن عقال دارمی' فرزدق شاعر کے دادا صعصعہ بن ناجیہ کے بھائی تھے۔ (کتابُ المعارف۔ ص ۳۴۰)

۵۔ جوامع السیرۃ۔ ص ۵۷

۶۔ کتابُ المعارف۔ ص ۳۴۰

۷۔ اُسُد الغابہ۔ جلد ۷۔ ص ۲۱۹

۸۔ ابنِ درید نے کہا ہے کہ اقرع کا اصل نام فراس تھا اور اقرع لقب تھا کیونکہ اس کے سر میں کچھ گنجا پن تھا۔ یہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی باعزت تھے اور اسلام میں بھی باعزت رہے۔ اقرع بن حابس خالد بن ولید کے ساتھ اہل عراق کی لڑائی میں شریک تھے اور فتح انبار میں بھی ان کے ہمراہ تھے۔ یہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے آگے رہتے تھے۔ عبداللہ بن عامر نے ان کو لشکر کا سردار بنایا تھا۔ جس کو انھوں نے خراسان کی طرف بھیجا تھا جو زجان میں تھا۔ یہ تمام لشکر سمیت شہید ہو گئے تھے۔ (اسد الغابہ۔ جلد ۱۔ ص ۱۵۷)

۹۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۔ ص ۱۵۶

حضرت صہیبؓ بن سنان (رومی)

محمد احمد پانی پتی الاستیعاب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت سہیبؓ بن سنان رومی کو آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت سے سب سے زیادہ مستفید ہونے کا موقع ملا۔ حضرت سہیبؓ خود فرماتے ہیں کہ "مجھے نزولِ وحی سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کا شرف حاصل تھا"۔ (۱) حضرت سہیبؓ کو بچپن میں روم اور ایران کی ایک لڑائی کے موقع پر گرفتار کر لیا گیا اور ایک مدت تک یہ رومیوں کی غلامی میں رہنے کے بعد فروخت ہوتے ہوئے آخر مکہ پہنچے اور عبداللہ بن جُدعان نے ان کو خرید لیا۔ عبداللہ بن جُدعان چونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اس لیے ان کی وساطت سے یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعارف ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مانوس ہو کر اکثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے لگے۔ (۲)

نام و نسب

ان کا نسب یہ ہے۔ سہیب ابنِ سنان بن مالک بن عبد عمرو بن عقیل بن عامر بن جذلہ بن جذیمہ بن کعب بن سعد بن اسلم بن اوس مناہ بن نمر بن قاسط بن ہنب بن اقصیٰ بن دعمی بن حدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ ربعی نمری کلبی۔ یہ نمر بن قاسط کے خاندان سے تھے۔ ان کی والدہ کا نام سلمٰی ہے اور نسب یہ ہے۔ سلمٰی بنتِ قعید بن مہیص بن خزاعی بن مازن بن مالک بن عمرو بن تمیم۔

حالاتِ زندگی

ان کے والد اور چچا شاہِ فارس کسریٰ کی طرف سے مقام ابلہ میں حاکم تھے۔ ان لوگوں کے مکانات شہر موصل میں لبِ دجلہ یا لبِ فرات تھے۔ حضرت سہیبؓ کے بچپن میں رومیوں نے شب خون مارا اور ان کو بھی غلام بنا لیا۔ انھوں نے روم میں ہی پرورش پائی۔ اہلِ روم سے قبیلہ کے لوگوں نے ان کو خرید لیا اور مکہ میں عبداللہ بن جُدعان کے ہاتھ بیچ دیا۔ عبداللہ بن جُدعان نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ یہ عبداللہ بن جُدعان کی وفات تک ان کے ساتھ رہے۔ ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ سہیب کی

بیوی اور بیٹے کہتے تھے کہ رومیوں کی قید سے نکل کر یہ خود مکہ پہنچے تھے اور یہاں آکر ابنِ جدعان سے حلف کی دوستی کی تھی اور ابنِ جدعان کی وفات تک ان کے ساتھ رہے۔ (۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دارِ ارقم میں تھے کہ حضرت عمارؓ بن یاسر کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ اس وقت تیس آدمی اسلام قبول کر چکے تھے۔ (۴) یہ مکہ کے ان کمزور لوگوں میں سے تھے جن کو اسلام قبول کرنے پر سزائیں دی جاتی تھیں۔ (۵)

حضرت سہیبؓ نے مکہ میں تجارت سے کافی دولت پیدا کر لی تھی۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجرت کے بعد حضرت سہیبؓ نے بھی مدینہ کی راہ لی۔ کفار کو خبر ملی تو انھوں نے کہا "تم ہمارے یہاں مفلس اور محتاج آئے تھے اور یہاں قیام کے دوران تم نے کافی دولت جمع کی تھی۔ اب تم اس دولت کو ساتھ لے جا رہے ہو۔ خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہو گا"۔ حضرت سہیبؓ نے ترکش نکال کر کہا کہ جب تک میرے پاس تیر ہیں، تم میرے پاس نہیں پہنچ سکتے۔ تیروں کے بعد میں تلوار سے لڑائی کروں گا۔ لیکن کیا تم میرے مال و اسباب لے کر میرا راستہ چھوڑ دو گے۔ کفار نے رضامندی ظاہر کر دی تو انھوں نے تمام مال و دولت ان کے حوالے کر کے خود خالی ہاتھ قبا میں آپہنچے۔ اس وقت آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت کلثومؓ بن ہدم کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے آکر تمام واقعہ سنایا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ "ابو یحییٰ! تمہاری تجارت فائدہ مند رہی"۔ حضرت سہیبؓ مدینہ میں حضرت سعدؓ بن خیثمہ کے گھر میں رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حارثؓ بن الصمہ انصاری سے ان کی مواخاۃ کرا دی۔ (۶)

ہجرت کے دوران ان کی آنکھ آشوب کر آئی تھی۔ حضرت سہیبؓ کی طبیعت میں مزاح تھا۔ جب یہ ہجرت کر کے قبا میں پہنچے تو اس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے کھجوریں رکھی تھیں جنھیں آپ کھا رہے تھے۔ انھوں نے بھی آتے ہی کھجوریں کھانی شروع کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "تم آشوبِ چشم کی حالت میں بھی کھجوریں کھا رہے ہو"۔ حضرت سہیبؓ نے عرض کی یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم میں اس آنکھ سے کھا رہا ہوں جو اچھی ہے۔ یہ سن کر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے کہ دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے۔ (۷)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ سبقت کر جانے والے چار ہیں۔ اہلِ عرب میں میں ہوں، اور صہیبؓ اہلِ روم، سلمانؓ اہلِ فارس میں اور بلالؓ اہلِ حبش میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ (۸)

ایک بار حضرت عمرؓ نے حضرت صہیبؓ سے کہا اے صہیبؓ! تم میں صرف تین باتیں ہیں جن کو میں بُرا سمجھتا ہوں۔ اگر وہ تم میں نہ ہوتیں تو میں کسی کو تم پر فضیلت نہ دیتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے آپ کو عرب کی طرف منسوب کرتے ہو حالانکہ تمہاری زبان عجمی ہے۔ اور تم اپنی کنیت ابو یحییٰ بتاتے ہو جو ایک نبی کا نام ہے اور اپنا مال فضول خرچ کرتے ہو۔ (۹) حضرت صہیبؓ نے جواب دیا کہ "میری کنیت ابو یحییٰ خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی ہے اس لیے مجھے اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا بلکہ میں اس کو محبوب سمجھتا ہوں اور اسے کبھی ترک نہ کروں گا۔ دوسرا اعتراض بھی درست نہیں۔ میں اپنا مال ہرگز فضول خرچ نہیں کرتا۔ میرا عمل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول پر ہے کہ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو کھلائے اور سلام کا جواب دے۔ تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ میں حقیقت میں عربی النسل ہوں مگر میری کم سنی میں رومی مجھے پکڑ کر لے گئے تھے اور میری پرورش بھی انہی میں ہوئی اس لیے میں ان کی زبان بولنے لگا"۔ (۱۰)

حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کے بعد اسلام کی دعوت عمومی دور میں داخل ہوئی۔ ان کے اسلام لانے سے غلاموں اور مظلوموں میں اتنی ہمت پیدا ہو گئی کہ صحنِ کعبہ میں حلقہ بنا کر بیٹھنے لگے۔ اور بے خوف و خطر طواف بھی کرنے لگے اور سب سے بڑی بات کہ اگر کوئی کافر انہیں برا بھلا کہتا تو وہ الٹ کر جواب بھی دینے لگے۔ (۱۱)

حضرت عمرؓ حضرت صہیبؓ سے بہت محبت کرتے تھے اور بہت اچھا سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ زخمی ہوئے تو انہوں نے وصیت کی کہ صہیب میری نماز جنازہ پڑھائیں اور تین مرتبہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ یہاں تک کہ اہلِ

شوریٰ کسی اور کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ (۱۲) حضرت صہیبؓ شوال ۳۸ ہجری میں فوت ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ستّر برس تھی۔ مدینہ میں دفن ہوئے۔ (۱۳)

حضرت صہیبؓ کو تیر اندازی میں ملکہ حاصل تھا۔ غزوہ بدر، احد، خندق اور دیگر تمام جنگوں میں یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ اپنے بڑھاپے میں لوگوں کو جمع کر کے بڑے پرلطف انداز میں اپنی بہادری اور جوانمردی کے قصے سنایا کرتے تھے۔ اپنی فضیلتیں خود بیان کرتے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی اہم واقعہ پیش نہیں آیا مگر میں اس موقع پر حاضر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بیعت ایسی نہ لی جس میں میں شریک نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی سفر ایسا نہیں کیا جس میں میں آپؐ کے ہمرکاب نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جنگ ایسی نہیں کی جس میں میں آپؐ کے دائیں بائیں نہیں لڑا۔ کوئی موقع ایسا نہیں آیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اور دشمنوں کے درمیان کیا ہو"۔ (۱۴)

حضرت صہیبؓ کے آٹھ بیٹے تھے۔ حبیب، حمزہ، سعد، صالح، صیفی، عباد، عثمان اور محمد بن صہیبؓ (۱۵)

حواشی

۱۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۱۰۵
۲۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۴ / سیرتِ ابن ہشام۔ جلد اول۔ ص ۲۷۷
۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۳۸، ۳۹
۴۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۱۰۱
۵۔ اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ۳۹
۶۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۳
۷۔ سعید احمد۔ غلامانِ اسلام۔ ص ۳۶
۸۔ اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۳۹
۹۔ غلامانِ اسلام۔ ص ۳۶، ۳۷

۱۰ - غلامانِ محمدؐ۔ ص ۱۰۵' ۱۰۶
۱۱ - شاہ مصباح الدین شکیل۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۱۰
۱۲ - اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۴۱ / سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۲۴
۱۳ - اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۴۱
۱۴ - غلامانِ محمدؐ۔ ص ۱۰۴' ۱۰۷
۱۵ - غلامانِ محمدؐ۔ ص ۱۰۴

حضرت مجاہدؓ بن جبیر

تنویر چشتی حضرت مجاہدؓ بن جبیر کو آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حلقۂ احباب میں شمار کرتے ہیں۔ (۱) حضرت مجاہدؓ بن جبیر کے بارے میں محمد احمد پانی پتی اصابہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ مشہور بدری صحابی حضرت عتبہ بن مروان کی بہن کے غلام تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے بھی اس خاتون کے پاس ملازم کے طور پر کام کیا تھا۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے جب مصر پر چڑھائی کی تو حضرت مجاہدؓ بھی اس فوج میں شامل تھے۔ جب مصر فتح ہو گیا تو حضرت مجاہدؓ بن جبیر نے وہاں رہائش اختیار کر لی۔ اس پر حضرت عمروؓ بن العاص نے انہیں خراج کی وصول کا کام سپرد کر دیا۔ (۲)

حواشی

۱ - الجامعہ۔ جلد ۳۲۔ شمارہ ۴۔ ربیع الثانی۔ ص ۳۶ مضمون شفیع الامم کا عالمِ شباب از تنویر چشتی
۲ - غلامانِ محمدؐ۔ ص ۲۴۳' ۲۴۴

حضرت عمارؓ بن یاسر

حضرت عمارؓ بن یاسر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوستوں میں شامل ہیں۔ یہ دوستی زمانۂ جاہلیت سے تھی۔ (۱) یہ اسلام کی پہلی شہید خاتون حضرت سمیہؓ

کے بیٹے تھے اور جلیل القدر صحابیؓ بھی۔ حضرت عمارؓ بن یاسر کا تفصیلی ذکر "حضرت خدیجہ سے نکاح" کے باب میں کیا جائے گا۔

حاشیہ

۱ - مودودی۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۲۴

حضرت خزیمہؓ

حضرت خزیمہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوستوں میں شمار ہوتے ہیں۔ (۱) یہ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے اور آپؐ کے ہم عمر بھی تھے۔ (۲) باڈلے کے مطابق حضرت خزیمہؓ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعارف ہوئے تھے۔ (۳) باڈلے کی یہ بات غلط ہے کیونکہ حضرت خدیجہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قریبی عزیزہ تھیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی صفیہؓ حضرت خدیجہؓ کی بھاوج تھیں اور حکیم بن حزام آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عزیز دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا ذکر تفصیل کے ساتھ "حضرت خدیجہؓ سے نکاح" میں کیا جائے گا۔

حواشی

۱ - رسالتمآبؐ۔ ص ۲۹
۲ - باڈلے۔ الرسولؐ۔ ص ۸۸ مترجم ایم ایس ناز
۳ - الرسولؐ۔ ص ۹۴

عبداللہ بن جُدعان

مودودی عبداللہ بن جُدعان حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احباب میں شامل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن جُدعان حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قریبی رشتہ دار تھے اس

لیے ان کی توسط سے ان کے غلام صہیبؓ بن سنان رومی آپؐ سے متعارف ہوئے۔
(۱) ان کا تفصیلی ذکر "حلف الفضول" میں ہے۔

عبداللہ بن جدعان کا کاروبار یہ تھا کہ وہ جانور پالتا اور ان کے بچے فروخت کرتا تھا۔ (ا۔ الف) مودودی یوں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن جدعان، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اس لیے ان کے توسُّط سے ان کے غلام صہیب بن سنان رومی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعارف ہوئے۔ (۲) عبداللہ بن جدعان نے صہیبؓ کو خرید کر آزاد کر دیا تھا اور صہیب عبداللہ بن جدعان کی وفات تک ان کے ہمراہ رہے تھے۔ (۳) صہیب اول ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ ان سے پہلے صرف تیس افراد نے اسلام قبول کیا تھا۔ (۴) بعثت کے بعد قریش نے الزام لگایا کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسلام کا پیغام غلاموں سے سیکھا ہے۔ اس سلسلے میں وہ کچھ غلاموں کے نام لیتے تھے جن میں صہیبؓ بن سنان رومی کا نام بھی شامل ہے۔ (۵)

حواشی

۱-۱- سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۳ - ۳۵
۱- الف- نبیٔ کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۵۱
۲- مودودی۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۴
۳- اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۳۸، ۳۹
۴- غلامانِ محمدؐ۔ ص ۱۰۱
۵- نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۵۹۸

ورقہ بن نوفل

ورقہ بن نوفل حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوستوں میں سے ہیں۔ (۱) اور حضرت خدیجہؓ کے رشتہ دار بھی، اس لیے ان کا تفصیلی ذکر "حضرت خدیجہؓ سے نکاح" میں کیا جائے گا۔

حاشیہ

۱- محمد میاں۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۵۸ / عبدالمقتدر۔ سیرتِ طیبہ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۵۳ / راجا رشید محمودؔ۔ سیرتِ منظوم۔ ص ۳۰ / ام المومنین حضرت خدیجۃؓ الکبریٰ۔ ص ۳۷

حضرت قیسؓ بن سائب

یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوستوں میں سے ہیں۔ (۱) اس کے علاوہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلمؐ کے شریک تجارت بھی تھے اس لیے ان کا ذکر شریکِ تجارت افراد کے باب میں کیا جائے گا۔

حاشیہ

۱- اسد الغابہ۔ ص ۳۳۲ / شبلی۔ سیرتُ النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۹۱، ۱۹۲ / راجا رشید محمودؔ۔ سیرتِ منظوم۔ ص ۳۰

حضرت ابوبکرؓ صدیق

حضرت ابوبکرؓ صدیق آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بہترین دوستوں میں شامل ہیں۔ بلکہ یوں کہیں کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دوستی بہت پرانی تھی کہ ابتدائی سالوں سے لے کر آخر وقت تک مخلص اور بے مثال دوست حضرت ابوبکرؓ صدیق ہی ہیں۔ تمام اہلِ سِیَر انھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دوست لکھتے ہیں۔ (۱) ان کا تفصیلی ذکر "شریکِ تجارت افراد" کے باب میں کیا جائے گا۔

حاشیہ

۱۔ سعید احمد اکبر آبادی۔ سیدنا صدیق اکبرؓ۔ ص ۴ / محمد حسین ہیکل۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ (مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی) ص ۴۱ / نبیٔ اکرم کاشانۂ نبویؐ میں۔ ص ۲۱ / غلام ربانی عزیز۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ ص ۸۴

حضرت ضمادؓ بن ثعلبہ

حضرت ضمادؓ بن ثعلبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوستوں میں شمار ہوتے ہیں۔ (۱) حافظ ابنِ حجرؒ حافظ ابنِ عبدالبرؒ حافظ ابنِ حبان اور ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ حضرت ضمادؓ زمانۂ جاہلیت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوست تھے۔ (۲) یہ قبیلہ ازدشنوہ سے تعلق رکھتے تھے۔ طبابت اور جھاڑ پھونک ان کا پیشہ تھا۔ یہ قبیلہ عرب کے نامور قبیلوں میں سے ایک تھا۔ ضماد اس قبیلہ کے رئیس تھے۔ (۴) حضرت ضمادؓ بن ثعلبہ نہ صرف اپنے قبیلہ بلکہ قریشِ مکہ میں بھی بڑی قدر و منزلت اور عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے۔ (۵)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اعلانِ نبوت فرمایا تو قریباً انہی دنوں میں حضرت ضمادؓ کسی کام سے مکہ آئے اور جب انھوں نے کفارِ قریش سے سنا کہ نعوذ باللہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مجنون ہو گئے ہیں تو دوستانہ تعلقات اور مراسم کی وجہ سے یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ میں آسیب کا علاج کر لیتا ہوں، میرے ہاتھوں بہت سے لوگوں کو شفا ہوتی ہے۔ میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا علاج بھی کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چند آیتیں تلاوت کیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔ (۶) (ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کو زیب دیتی ہیں۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور ہر معاملہ میں اس کی استعانت کے خواستگار ہیں۔ جسے اللہ پاک ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ جسے راہ سے ہٹا دے، کسی کو مجال نہیں کہ اسے راہ راست پر لے آئے۔ میں گواہی دیتا ہوں، اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ واحد ہے، لاشریک ہے۔ اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

ضمادؓ بن ثعلبہ نے یہ کلام تین بار سنا اور کہا "میں نے کاہنوں کے قول سنے، ساحروں کے منتر پڑھے، شاعروں کے اشعار سے محظوظ ہوا لیکن بخدا ان کلمات کا جواب نہیں۔ ایسا کبھی سننے میں نہیں آیا۔ بخدا یہ تو بحرِ معرفت کے دُرِ بے بہا ہیں۔ ان کی گہرائی کے کیا کہنے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنا ہاتھ بڑھایئے میں آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں"۔ (۷) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کر لی، پھر فرمایا۔ یہ بیعت صرف تمہاری طرف سے نہیں بلکہ تمہاری قوم کی طرف سے بھی ہے۔ اس نے کہا بے شک۔ یہ بیعت میری قوم کی طرف سے بھی قبول فرمائیں۔ (۸)

ضماد کے مزید حالات نہیں ملتے۔ طالب ہاشمی لکھتے ہیں کہ مسلمان حضرت ضماد کے قبیلے کا بہت لحاظ رکھتے تھے۔ اگر کسی مہم کے دوران اس قبیلے کی کوئی چیز بھول چوک سے کسی مسلمان کے ہاتھ لگ جاتی تو حقیقت معلوم ہونے پر اس قبیلے کو واپس کر دی جاتی۔ (۹)

عبدالرحمٰن ابنِ جوزی کے مطابق ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک سریّہ جہاد کے لیے روانہ فرمایا تو اس لشکر کا گزر ضمادؓ کے قبیلے کے پاس سے ہوا تو لشکر کے سردار نے دریافت کیا کہ تم میں سے کسی شخص نے ان لوگوں سے کوئی چیز تو نہیں لی۔ ایک شخص نے بتایا میں نے سواری کی غرض سے ایک اونٹ ان سے لیا ہے تو امیرِ لشکر نے حکم دیا کہ اسے واپس کر دیا جائے کیونکہ یہ حضرت ضمادؓ کی قوم ہے۔ (۱۰)

شاہ معین الدین ندوی اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس شخص کو ایک مطہرہ ملا تھا جس کو امیرِ لشکر نے واپس کروا دیا تھا۔ (۱۱)

حواشی

۱۔ عبدالمصطفیٰ محمد اشرف۔ سیرتِ سیدُ المرسلینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۹، ۱۰ / عرفان خلیلی۔ ہمارے حضورؐ۔ ص ۳۶ / سیر الصحابہ۔ جلد پنجم۔ حصہ ہفتم۔ ص ۱۰۵ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ (ظہورِ قدسی سے مسجدِ قبا تک) ص ۲۹۱

۲- رحمتِ دارینؐ کے سو شیدائی۔ ص ۳۸۸
۳- سیرالصحابہ۔ جلد پنجم۔ حصۂ ہفتم۔ ص ۱۰۵
۴- ضیاءُ النبی۔ جلد دوم۔ ص ۴۱۰
۵- رحمتِ دارینؐ کے سو شیدائی۔ ص ۳۸۸
۶- سیرالصحابہ۔ جلد پنجم۔ حصۂ ہفتم۔ ص ۱۰۵
۷- نقوش۔ جلد ۷۔ ص ۲۸، ۲۹
۸- سیرت الحلبیہ۔ جلد اول۔ ص ۳۲۹ بحوالہ ضیاءُ النبی۔ جلد دوم۔ ص ۴۱۱
۹- رحمتِ دارینؐ کے سو شیدائی۔ ص ۳۸۹
۱۰- الوفا۔ ص ۲۴۸
۱۱- سیرالصحابہ۔ جلد پنجم۔ حصہ ہفتم۔ ص ۱۰۶

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص

مودودی حضرت سعد بن ابی وقاص کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوستوں میں شمار کرتے ہیں۔ (۱) حضرت سعدؓ تیر سازی کا کام کرتے تھے۔ (۲) حضرت سعدؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلانِ نبوت سے ۱۹ سال قبل پیدا ہوئے۔ والد کا اصل نام مالک تھا مگر وہ ابی وقاص کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ دادا کا نام وہب تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نانا جان تھے۔ سعد بن ابی وقاص کی کنیت ابواسحاق تھی۔ یہ ۱۹ برس کی عمر میں ایمان لائے۔ یہ ساتویں مسلمان تھے۔ جب یہ مسلمان ہوئے تو ان کی والدہ ان سے ناراض ہو گئیں اور ان کا دانہ پانی بند کر دیا۔ مگر یہ اپنے اسلام پر ڈٹے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ (۳)

غزوۂ اُحد (۴) میں تیر اندازوں کی غفلت سے اتفاقاً مسلمانوں کی فتح شکست میں بدلنے لگی اور کفار کے اچانک حملہ سے اکثر مجاہدین کے قدم اکھڑ گئے۔ اس موقع پر ثابت قدم صحابہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص بھی تھے۔ یہ بہترین تیر انداز تھے۔

اس لیے جب کفار کا نرغہ ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کمالِ محبت سے ان کو اپنے ترکش کے تیر دیتے جاتے اور فرماتے۔ "اے سعدؓ تیر چلا۔ میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں"۔ (۵) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد سے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیونکہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے سوا کسی اور کے لیے ماں باپ کے فدا ہونے کی بات نہیں کی۔ (۶)

حضرت سعدؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جانثار تھے۔ یہ سفر میں عموماً اپنی خوشی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خیمۂ مبارک کا پہرہ دیا کرتے تھے۔ ایک بار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی غزوے سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ رات کے وقت ایک جگہ قیام فرمایا۔ یہاں دشمنوں کا سخت خطرہ تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کاش میرے اصحابؓ میں سے کوئی مردِ صالح آج پہرہ دیتا۔ ابھی ارشادِ نبویؐ ختم نہیں ہوا تھا کہ اسلحہ کی جھنکار سنائی دی۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کون ہے۔ جواب میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے عرض کہ کہ میں سعدؓ ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کی غرض سے آیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ بات سن کر خوش ہوئے اور ہمیں دعا دی۔ حضرت سعدؓ ۵۵ ہجری میں فوت ہوئے اور وصیت کی کہ مجھے اس اونی کپڑے میں کفن پہنایا جائے جو جنگِ بدر میں میرے جسم پر تھا۔ (۷)

حواشی

۱- مودودی۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۲۵
مودودی نے "نبوت سے پہلے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو قریب سے جاننے والے" کے عنوان سے آپؐ کے دوستوں کا ذکر کیا ہے جن میں ابوبکرؓ، صہیب بن سنان رومیؓ، عمار بن یاسرؓ، حکیم بن حزام اور ضماد بن ثعلبہ کا ذکر کیا ہے۔ اسی سرخی میں حضرت عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی

وقاص اور عمیر بن ابی وقاص، ابو سلمہ، عبداللہ بن جحش اور جعفر بن ابی طالب کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ یہ لوگ قریبی رشتہ داری کی وجہ سے آپؐ کو خوب جانتے تھے اور ان سے آپؐ کی زندگی کا کوئی پہلو چھپا ہوا نہیں تھا۔ (ایضاً"۔ ص ۱۳۳ - ۱۳۵)

۲ - نبیؐ اکرمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۵۱

۳ - شاہ مصباح الدین شکیل۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ ص ۱۸۱

۴ - حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا ایک بھائی عتبہ بن ابی وقاص نہ صرف کافر تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن تھا۔ اس نے غزوۂ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید کر دیئے تھے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی بہت خواہش تھی کہ وہ اپنے اس گستاخ بھائی کو اپنے ہاتھوں سے قتل کریں۔ مگر ان سے پہلے حضرت حاطب بن ابی بلتہ نے عتبہ کو جا لیا اور اس کو قتل کر دیا۔ (الرحیق المختوم۔ ص ۴۴۳)

۵ - قومی ڈائجسٹ۔ جلد دوم۔ ص ۸۶ (صحابۂ کرام نمبر)

۶ - الرحیق المختوم۔ ص ۴۳۷

۷ - قومی ڈائجسٹ۔ جلد دوم۔ ص ۸۶، ۸۷، ۹۱

حضرت عُمیرؓ بن ابی وقاص

مودودی حضرت عُمیر بن ابی وقاص کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوب جاننے والوں میں شمار کرتے ہیں۔ (۱) مگر اعلانِ نبوت کے وقت حضرت عُمیر بن ابی وقاص کی عمر ۶ برس تھی۔ کیونکہ جب وہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تو ان کی عمر سولہ برس تھی۔ (۲)

غزوۂ بدر میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ سب کم عمر صحابہ واپس چلے جائیں کیونکہ انھیں جنگ میں شریک نہ کیا جائے گا۔ اس موقع پر عمیرؓ بن ابی وقاص جو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی تھے، اِدھر اُدھر چھپنے لگے۔ حضرت سعدؓ نے اپنے بھائی عمیرؓ سے چھپنے کی وجہ دریافت کی تو حضرت عمیرؓ نے

کہا مجھے شہید ہونے کا بہت شوق ہے، اس لیے میں جنگ لڑنا چاہتا ہوں۔ یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت عُمیر رونے لگے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا جذبہ شہادت کو دیکھ کر انھیں جنگ میں حصہ لینے کی اجازت دے دی۔ (۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کم عمر صحابہ کو مدینہ واپس بھیج دیا تھا۔ ان میں عبداللہ بن عمر فاروق، اسامہ بن زید، رافع بن خدیجؓ، اسد بن حضیرؓ، زید بن ارقمؓ، زید بن ثابت، اور براء بن عازب وغیرہ شامل تھے۔ (۴)

"سیرتِ رسولِ عربیؐ" میں ان کم عمر صحابۂ کرامؓ میں حضرت اَنَس بن مالک کا نام بھی شامل ہے۔ (۵) "رسالتمآبؐ" میں صرف عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابت اور براء بن عازب کا ذکر ہے۔ (۶) شیخ محمد رضا، عبداللہ بن عمر کا ذکر نہیں کرتے مگر عمیر بن ابی وقاص کی اجازت ملنے کا ذکر کرتے ہیں۔ (۷)

حضرت عُمیر بن ابی وقاص کے ایک بھائی عتبہ بن ابی وقاص بڑھئی تھے۔ (۸)

حواشی

۱ - مودودی۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ ص ۱۳۵

۲ - المشاہد۔ ص ۱۲ - ۱۹

۳ - المشاہد۔ ص ۹، ۱۰ / واقدی، مغازی الرسولؐ۔ ص ۱۱ / سیرتِ رسولؐ عربیؐ۔ ص ۱۳۰ / غزواتِ نبویؐ۔ ص ۱۷، ۱۸ / اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۸۲ / عہدِ نبویؐ کے غزوات و سرایا۔ ص ۵۴

۴ - المشاہد۔ ص ۹

۵ - سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۱۳۱

۶ - رسالتمآبؐ۔ ص ۱۳۵

۷ - محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۲۹

۸ - نور محمد غفاری۔ نبیؐ کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۵۱

حضرت عثمانؓ بن عفان

حضرت عثمانؓ بن عفان نے ابتدائے اسلام ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے احباب میں بھی شامل ہیں (۱) اور رشتہ دار بھی۔ کیونکہ ان کی والدہ اروی بنتِ کریز حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی پھوپھی امِ حکیم بیضا بنتِ عبدالمطلب تھیں۔ (۲) حضرت عثمان پارچہ فروش تھے۔ (۳)

حضرت عثمان بن عفان کو "ذوالنورین" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا کیونکہ یکے بعد دیگرے آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی دو صاحبزادیوں کا نکاح ان سے ہوا۔ (۴) حضرت عثمان غنی کی پہلی بیوی حضرت رقیہ بنتِ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تھیں۔ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جنگِ بدر کے لیے تشریف لے جانے لگے تو حضرت رقیہؓ سخت بیمار ہو گئیں اور چند دنوں بعد ان کی وفات ہو گئی۔ (۵) ان کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ بے حد مغموم رہنے لگے۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا اے عثمانؓ تم اس قدر کیوں حُزن و ملال میں مبتلا ہو۔ عرض کیا مجھ سے زیادہ بدنصیب کون ہو گا کہ نبی زادی خاک بسر ہوئیں اور خانوادۂ نبوت سے ہمیشہ کے لیے میرا رشتہ ٹوٹ گیا۔ ابھی یہ گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ جبرئیلِ امینؑ اس حکم کے ساتھ حاضر ہوئے کہ آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے اُمِ کلثومؓ کا عقد حضرت عثمان سے کر دیا ہے۔ تعمیلِ حکم میں حضرت رقیہؓ کے مہر کے برابر مہر پر عقد ہوا۔ (۶)

حضرت عثمانؓ اپنے اسلام لانے کے واقعے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں اپنی خالہ اروی بنتِ عبدالمطلب کے یہاں ان کی عیادت کے لیے گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ میں نے آپؐ کی طرف بغور دیکھنا شروع کیا۔ آپؐ کی نبوت کا تھوڑا بہت ان دنوں تذکرہ ہو چلا تھا۔ آپؐ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا' اے عثمان! کیا بات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے آپؐ پر بڑا تعجب ہے کہ آپؐ کا ہم لوگوں میں کیا مرتبہ تھا اور اب آپؐ پر کیا افترا پردازی کی جا رہی ہے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ آپؐ نے جواب میں "لا الٰہ الا اللہ" کہا۔ خدا گواہ ہے کہ یہ سن کر میں کانپ گیا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت کی۔ (ترجمہ) اور آسمان میں

تمہارا رزق ہے اور وہ چیزیں جن کا تم سے وعدہ کیا گیا' آسمان و زمین کے پروردگار کی قسم۔ بے شک یہ سب اسی کا حق ہے جس طرح کہ تم بات کرتے ہو"۔ اس کے بعد آپؐ چل پڑے اور میں بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے چل دیا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ (۷)

مختلف وقتوں میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے لیے اس طرح دعائیں مانگیں۔

○ زید بن اسلمؓ نے بیان کیا۔ حضرت عثمانؓ نے خاکستری رنگ کی اونٹنی حضور (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کے پاس بھیجی تو آپؐ نے فرمایا۔ اے میرے اللہ عثمان کو پُل صراط سے گزار دے۔

○ حضرت ابو سعیدؓ سے مرفوعاً روایت ہے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی) اے میرے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ تین مرتبہ آپ نے یہ کلمات کہے۔

○ حضرت ابنِ مسعود سے روایت ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) نے کہا' اے میرے اللہ! عثمانؓ کے ان گناہوں کی مغفرت فرما جو پہلے ہو چکے اور بعد میں ہوں گے اور جو خفی طور پر کیے اور جو اعلانیہ طور پر کیے اور جو کچھ چھپ کر کیا اور جو کھلم کھلا کیا ہے۔ (۸)

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔ "اے عائشہؓ میں اس شخص سے حیا کیسے نہ کروں جس سے اللہ کی قسم فرشتے حیا کرتے ہیں"۔ (۹)

حواشی

۱۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۵
۲۔ حضورؐ کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۱۸۸
۳۔ نبی کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۵۱
۴۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۷ / مدارج النبوت۔ جلد

دوم۔ ص ۱۹۱ / سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۳۳۲ / عہدِ نبویؐ کے نادر واقعات۔ ص ۵۶ / اسوۂ حسنہ۔ ص ۳۱ / رہبرِ کاملؐ۔ ص ۶۵ / سیرتِ رسولِ اکرمؐ۔ ص ۵۲

۵ - مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۱ / عمر ابوالنصر۔ رسولِ عربیؐ۔ ص ۳۳۳

۶ - مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۰ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۰ / ابنِ جوزی۔ النبی الاطہرؐ۔ ص ۸۷ / غلام ربانی عزیز۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ ص ۳۲۱ / نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۷۔ ص ۲۰۳ / مدینۃ الرسولؐ۔ ص ۱۸۷ / صحابیات۔ ص ۱۳۴ / حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۸۱ / سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۔ ص ۲۳۰ / محمد رسولؐ اللہ۔ ص ۳۵۹ / تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۳۶ / سیرُ الصحابیات مع اسوۂ صحابیات۔ ص ۸۹ / سلمان منصوری پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۸ / سیرُ الصحابیات۔ ص ۱۱۷ / تاریخ مدینہ۔ ص ۸۲ / قوسِ قزح۔ ص ۱۳۶

۷ - محمد یوسف کاندھلوی، مولانا۔ حیات الصحابہؓ۔ جلد اول مشتمل بر حصہ اول، دوم، سوم۔ ص ۳۲، ۳۳

۸ - محمد یوسف کاندھلوی۔ حیاتُ الصحابہؓ۔ جلد سوم مشتمل بر حصہ ہشتم، نہم، دہم۔ ص ۳۶۳

۹ - رضی الدین احمد فخری، مولانا۔ عہدِ نبویؐ کا اسلامی تمدن۔ ص ۳۳۶

حضرت ابو سلمہؓ

حضرت ابو سلمہؓ قدیم الاسلام ہیں (۱) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی برہ بنتِ عبدالمطلب کے بیٹے بھی۔ جب یہ مسلمان ہوئے تو حلقۂ اسلام میں داخل ہونے والوں میں ان کا گیارہواں نمبر تھا۔ (۲) حضرت ابو سلمہ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ثوبیہؓ کا دودھ پیا تھا۔ اس لیے یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ (۳)

غزوۂ ذی العشیرہ میں مدینہ کی امارت حضرت ابو سلمہؓ بن عبدالاسد مخزومی کو سونپی گئی (۴) اور محرم ۴ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابو سلمہؓ

کو بنو اسد کی سرکوبی کے لیے ڈیڑھ سو انصار و مہاجرین کا ایک دستہ دے کر بھیجا تھا۔ کیونکہ اطلاع کے مطابق بنو اسد کے مسلمانوں کے خلاف حملہ کا ارادہ رکھتے تھے۔ مگر ابو سلمہ نے بنو اسد کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی اچانک حملہ کر دیا اور بنو اسد ادھر ادھر بکھر گئے اور ان کے اونٹ اور بکریاں مالِ غنیمت میں پائیں۔ واپسی پر ابو سلمہؓ کا ایک زخم جو جنگ اُحد میں لگا تھا، پھوٹ پڑا اور اس کی وجہ سے وہ جلد ہی فوت ہو گئے۔ (۵)

حواشی

۱ - النبی الاطہرؐ۔ ص ۵۹ حاشیہ

۲ - ہادیٔ کونینؐ۔ ص ۳۸

۳ - حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۱۳۹ / ازواجِ مطہرات۔ جلد دوم۔ ص ۱

۴ - الرحیق المختوم۔ ص ۳۳۰

۵ - الرحیق المختوم۔ ص ۴۷۲

حضرت عبداللہؓ بن جحش

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنتِ عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ اس لیے یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریبی عزیزوں میں سے ہیں۔ مودودی انھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احباب میں شامل کرتے ہیں۔ (۱) ان کا نسب یہ ہے۔ عبداللہ بن جحش بن رباب بن یعمر (۲) اُمُّ المومنین حضرت زینبؓ بنتِ جحش حضرت عبداللہ بن جحش کی بہن تھیں۔ (۳) سریہ نخلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عبداللہؓ بن جحش کو امیر مقرر کیا۔ (۴)

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میدانِ اُحد میں حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے مجھے کہا آؤ ایک طرف بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے کچھ دعا مانگیں۔ ہم دونوں سب سے الگ جا بیٹھے۔ میں نے دعا کی۔ الٰہی کل میرا مقابلہ ایک بہادرُ تلوار والے دشمن

کے ساتھ ہو۔ ہم خوب لڑیں۔ پھر میں اسے گرا لوں۔ حضرت عبداللہؓ بن جحش نے کہا آمین اور پھر انھوں نے دعا مانگی الٰہی کل میرا مقابلہ ایک بہادر تلوار والے دشمن کے ساتھ ہو اور ہم خوب لڑیں۔ بالآخر وہ مجھے گرا لے اور قتل کر ڈالے۔ میری ناک اور کان کاٹ لے اور جب میں اس شکل میں تیرے سامنے حاضر ہوں تو تو مجھ سے پوچھے کہ عبداللہؓ تیرے ناک اور کان کیوں کاٹے گئے۔ میں تیری بارگاہ میں عرض کروں کہ میرے ناک اور کان تیری اور تیرے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی راہ میں کٹے۔ اور تو فرمائے کہ سچ ہے۔ (۵)

حضرت عبداللہ بن جحش کا نسب یہ ہے جحش بن رباب بن یعمر بن صبرۃ بن مرۃ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ سے تھا جو مشہور عدنانی قبیلہ بنو مضر کی ایک شاخ سے تھا اور زمانۂ جاہلیت میں یہ بنو عبد شمس یعنی قریش کا حلیف تھا۔ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ جحش کا حلیفانہ تعلق حرب بن امیہ سے تھا یعنی وہ بنو امیہ کے حلیف تھے۔ چونکہ بنو امیہ بھی بنو عبد شمس ہی کی شاخ تھے اس لیے ان کے خاندان کو بنی غنم بن دودان بھی کہا جاتا ہے۔ (۶)

حواشی

۱۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ ص ۳۵
۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۶۵
۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۳۱ - ۳۳
۴۔ الرحیق المختوم۔ ص ۲۳۰
۵۔ قومی ڈائجسٹ۔ جلد اول۔ ص ۲۵۹ (صحابۂ کرام نمبر)
۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۶۵

حضرت عقیلؓ بن ابی طالب

یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محبوب چچا حضرت ابوطالبؑ اور چچی حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد کے بیٹے ہیں۔ فاطمہ بنتِ اسد کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم ماں کے مقدس لفظ سے پکارا کرتے تھے۔ (۱) حضرت عقیلؓ کے والدین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش و خدمت نہایت محبت سے کی۔ (۲) آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے بچپن سے لے کر حضرت خدیجہؓ سے شادی تک حضرت ابوطالب کے گھر میں رہے۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوستوں اور قریبی احباب میں حضرت عقیلؓ بن ابی طالب بھی شامل ہیں۔ حضرت عقیل بن ابوطالبؓ کی کنیت ابویزید تھی۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا۔ "اے ابویزید! میں تم سے دوگونہ محبت رکھتا ہوں۔ ایک تو محبتِ قرابت' دوم اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ میرے چچا کو تم سے محبت تھی۔ عقیل بن ابی طالب صلح حدیبیہ سے پہلے ایمان لائے اور غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے"۔ (۳)

معجزات کے شاہد

حضرت عقیلؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک سفر میں میں آپؐ کے ساتھ تھا۔ دو فرسنگ راستہ طے کیا ہو گا کہ پیاس نے مجھ پر غلبہ کیا۔ پانی میرے پاس موجود نہ تھا۔ میں نے آپؐ سے عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس پہاڑ پر جاؤ اور کہو اے پہاڑ مجھے پانی دے۔ حضرت عقیلؓ نے ایسا ہی کیا تو وہ پہاڑ بولا۔ "آپ اپنے پیغمبرؐ سے کہیں کہ جس دن سے یہ آیت میں نے سنی ہے' دوزخ سے ڈرو کہ اس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں"۔ اس دن سے میں رو رہا ہوں اور میرا پانی خشک ہو گیا ہے"۔

اسی سفر میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ آپؐ کو قضائے حاجت لاحق ہوئی۔ آڑ کے لیے کوئی چیز موجود نہ تھی۔ تین درخت علیحدہ علیحدہ خاصے دور کھڑے تھے۔ آپؐ نے ان درختوں کو پکارا' وہ تینوں ایک جگہ جمع ہو گئے اور مل گئے کہ آپؐ کے لیے خیمہ کی ایک شکل بن گئی۔ تب آپؐ نے قضائے حاجت کی۔

اسی سفر میں ہم ایک جگہ پہنچے اور ایک اونٹ کو زانو ٹیکے ہوئے دیکھا۔ جب آپؐ اس کے پاس پہنچے تو کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا کہتا ہے۔ بولا "یا رسولؐ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم) میرے قبیلہ کے لوگ عشا کی نماز پڑھے بغیر سو جاتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ان پر عذاب نہ نازل ہو جائے اور میں بھی اس میں مبتلا ہو

جاؤں"۔ آپ نے اس قبیلہ کے آدمیوں کو طلب کیا۔ آپؐ نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ (۴)

عقیلؓ کی خصوصیات

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیداوار خیبر میں فاتحین کے حصہ میں حضرت عقیل بن ابی طالب کو ۱۳۰ وسق عطا کیے تھے۔ (۵) حضرت عقیلؓ واقعات اور انسابِ عرب کے بڑے واقف تھے اور اس علم میں انھیں خاص امتیاز حاصل تھا۔ (۶) نوری نے تہذیب الاسماء ص ۳۴۶، ۳۴۷ پر لکھا ہے کہ حضرت عقیلؓ بن ابوطالب قریش کے سب سے بڑے نسابوں میں سے تھے اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کی جنگوں کے حالات کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ مسجدِ نبویؐ میں ان کے لیے غالیچہ بچھایا جاتا تھا۔ لوگ انساب اور عرب کی جنگوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے ان کے گرد اکٹھے ہو جاتے تھے۔ (۷)

حضرت عقیلؓ کے بیٹے سلمہ بن عقیل جو حضرت امام حسینؓ کے نائب کی حیثیت سے کوفہ گئے تھے اور ۳ ذی الحجہ ۵۹ ہجری میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت عقیلؓ کے دو بیٹے محمد اور عبدالرحمٰن اور ایک پوتا عبداللہ بن مسلم بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ (۸) حضرت عقیل بن ابوطالب کی بیویوں میں فاطمہ بنتِ شیبہ، خلیلہ، امِ سعید، امِ ولد، اسما بنتِ سفیان اور امِ بنین اور لڑکیوں میں امِ ہانی، اسماء، فاطمہ، رملہ، امِ قاسم، زینب اور امِ نعمان بن عقیل شامل ہیں۔ (۹)

حواشی

۱۔ سیرتِ رسولِ عربی۔ ص ۸۳۶
۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن۔ ص ۱۴۱، ۱۴۷
۳۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۷۵
۴۔ رسالتمآب۔ ص ۳۰۲
۵۔ ڈاکٹر حمید اللہ۔ سیاسی وثیقہ جات۔ ص ۴۳
۶۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۷۵

۷۔ نقوش۔ جلد ۱۱۔ ص ۳۴۹
۸۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۵
۹۔ ان سب خواتین کا ذکر میری کتاب "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین" میں ہے

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف

مودودی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احباب میں شمار کرتے ہیں۔ (۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ان دس اصحاب میں سے ایک ہیں جن کو حضورِ پُرنُور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے جنت کی بشارت دی۔ یہ حضرت فاروق کی مقرر کردہ چھ رکنی شوریٰ کمیٹی کے ایک رکن بھی تھے۔ آپؓ نے پہلے حبشہ پھر مدینۂ طیبہ ہجرت کی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی معیت میں تمام معرکوں میں شریک ہوئے۔ اُحُد کی جنگ میں انھیں اکیس زخم آئے اور اگلے دو دانت ٹوٹ گئے۔ کامیاب تاجر، بڑے دولتمند اور بڑے سخی تھے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پانی کی طرح روپیہ بہایا کرتے تھے۔ سفید سرخ رنگت، خوبرو، سیاہ چشم، لمبی پلکیں، اونچی بینی، ہتھیلی پرگوشت، انگلیاں بھاری تھیں۔ آخر عمر تک بال کالے تھے۔ بہتر سال کی عمر میں ۳۳ ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی بیوی ام جیبہؓ بنت جحش آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سالی ہیں۔ یہ اپنے بہن بھائیوں کی طرح دعوت توحید کے ابتدائی زمانے میں مسلمان ہو گئی تھیں۔ یہ مدتوں راہ حق میں مصائب جھیلتی رہیں۔ یہاں تک کہ یہ ہجرتِ نبوی سے پہلے مکہ سے مدینہ جا کر آباد ہو گئیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے نکاح ہوا۔ صحیح مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام جیبہؓ کو اپنی بہن اُمُّ المؤمنین حضرت زینبؓ بنتِ جحش سے بہت محبت تھی اور دن میں کئی کئی مرتبہ ان کے گھر آیا کرتی تھیں۔ (۲)

حواشی

۱۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۳۵
۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۲۴۹

حضرت جعفرِ طیارؓ

بنو عبدِ مناف میں پانچ اشخاص ایسے تھے جن کی شکل و صورت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملتی جلتی تھی۔ ان پانچ افراد میں حضرت جعفرؓ بن ابوطالبؓ بھی شامل ہیں۔ (۱)

حضرت جعفرؓ حضرت علیؓ کے سگے بھائی تھے اور ان سے دس برس بڑے تھے۔

(۲) مسلمان حبشہ کو ہجرت کر گئے اور نجاشی کے پاس پناہ لی۔ ان میں جعفرؓ اور اسماء بھی تھے۔ قریش کو اس بات سے تکلیف پہنچی اور وہ تحفے تحائف لے کر نجاشی کے پاس پہنچے اور عرض کی کہ ہمارے چند سادہ لوح آدمیوں نے ایک نیا مذہب گھڑ لیا ہے جو ہمارے اور آپ کے دین کے خلاف ہے۔ اس لئے ہماری درخواست ہے کہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیں۔ نجاشی نے کہا میں جب تک خود ان لوگوں کو بلا کر تحقیق نہ کر لوں تم لوگوں کے حوالے نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس نے مہاجرین کو دربار میں بلایا۔ مہاجرین نے اپنا ترجمان حضرت جعفرِؓ طیار بن ابوطالب کو بنایا۔ نجاشی نے دریافت کیا کہ وہ کون سا مذہب ہے جس کی خاطر تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا۔

حضرت جعفرؓ طیار نے اس موقع پر جو تقریر کی' وہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم جہالت میں مبتلا تھے' بتوں کو پوجتے' اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے' مُردار کھاتے تھے۔ خدا نے ہم میں سے ایک صاحب کو رسولؐ بنایا جنہوں نے ہمیں توحید کی دعوت دی۔ سچ بولنے' وعدہ پورا کرنے' امانت میں خیانت نہ کرنے' بت پرستی ترک کرنے' بدکاری اور فریب سے بچنے' ہمسایوں سے نیک سلوک کرنے' نماز پڑھنے' روزہ رکھنے کے لئے کہا اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھایا۔ اس پر ہماری قوم نے ہمیں اذیتیں دیں اور پھر بت پرستی اور بدکاریوں میں مبتلا کرنا چاہا۔ اس لئے ہم ان

لوگوں کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر آپ کی حکومت میں آ گئے ہیں۔

نجاشی متاثر ہوا اور کہا تم اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی کتاب کا کوئی حصہ سناؤ۔ اس پر حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کا ابتدائی حصہ سنا دیا۔ یہ سن کر نجاشی پر رقت طاری ہو گئی اور وہ اس قدر رویا کہ اس کی ڈاڑھی تر ہو گئی اور وہ پکار اٹھا کہ تمہارے نبیؐ کی کتاب اور انجیلِ مقدس ایک ہی نور کی کرنیں ہیں۔ میں تمہیں ان لوگوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ نجاشی نے قریش کو صاف انکار کر دیا۔ حضرت جعفرؓ سے روایت ہے کہ پھر اس نے اعلان کر دیا کہ جو شخص ان لوگوں (مہاجرین) میں سے کسی کو ستائے گا' اس پر چار درہم جرمانہ کیا جائے گا۔ پھر نجاشی نے ہم سے پوچھا کہ یہ جرمانہ کافی ہے۔ ہم نے کہا "نہیں"۔ اس پر اس نے جرمانہ دوگنا کر دیا۔ (۳)

قبولِ اسلام

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابھی دارِ ارقم میں مقیم نہیں ہوئے تھے کہ یہ مسلمان ہو گئے۔ اسی زمانے میں حضرت جعفر نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس وقت صرف تیس آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ (۴) اس طرح حضرت اسماء بنتِ عُمیس کو اول ایمان لانے والوں میں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

حضرت جعفرؓ جب حبشہ سے واپس آئے تو انھیں معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غزوۂ خیبر کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔ اس لیے حضرت جعفرِؓ طیار بھی خیبر کے مقام پر پہنچے۔ انھیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ "میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا جعفرؓ کے آنے کی"۔ (۵)

حضرت جعفرؓ کی شہادت

موتہ کے رئیس شُرَحبیل بن عَمرو غسانی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سفیر حضرت حارث بن عُمیر ازدی کو شہید کر دیا تھا۔ حارثؓ بن عُمیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نامۂ مبارک کو حاکمِ بصریٰ حارث بن شمر غسانی کے پاس جا رہے تھے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے سفیر کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر موتہ کی طرف روانہ کیا۔ (۶) اور اس لشکر کا

سردار حضرت زیدؓ بن حارثہ کو مقرر کیا اور ارشاد فرمایا کہ "اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ بن ابوطالبؓ کو لشکر کی قیادت سونپ دی جائے اور اگر جعفرؓ شہید ہو جائیں تو عبداللہؓ بن رواحہ کو قائد لشکر بنا دیا جائے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مجاہدینِ اسلام اپنے میں سے جس کو بہتر سمجھیں' اپنا سالار مقرر کر لیں"۔ (۷)

مُوتہ کے میدان میں سالارِ لشکر حضرت زیدؓ بن حارثہ مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ تو حکمِ سرکار صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے مطابق حضرت جعفرؓ نے علم سنبھالا اور اس بہادری سے لڑے کہ ان کے جسم پر نوّے زخم آئے۔ آخر شہید ہو گئے۔ ان کے بعد عبداللہ بن رواحہؓ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا تو حضرت خالدؓ بن ولید نے علم سنبھال لیا۔ (۸)

حضرت عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ ہمارے والد کے انتقال کے بعد ہماری والدہ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے ہماری یتیمی اور اپنے غم کا ذکر کیا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا "کیا تو ان کی ناداری سے ڈرتی ہے۔ حالانکہ میں دنیا اور آخرت میں ان کا ولی ہوں"۔ (۹)

حضرت اسماء کے بچوں میں حضرت جعفر کے صُلب سے عبداللہ بن جعفر' محمد بن جعفر اور عون بن جعفر پیدا ہوئے۔ حضرت جعفرؓ کی اولاد میں عبداللہ زیادہ مشہور ہیں۔ وہ سخت ترین لوگوں میں سے تھے اور پانچویں طبقے میں سے تھے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے وصال کے وقت نوعمر تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی بیویوں کے بارے میں معلوم ہو سکا ہے جن میں ام عَمرو بنتِ خراشی بن بغیض' زینب بنتِ علی' جمانہ بنتِ مسیب بن نجبہ فزاری' حفصہ جو قبیلہ بکر بن وائل سے تھیں' لیلیٰ بنتِ مسعود اور ام الحسین بنتِ عمریہ بنی معصعہ سے تھیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے ۲۷ بیٹے بیٹیاں تھیں۔ (۱۰)

حواشی

۱۔ حیاتِ صحابہؓ کے چند درخشاں پہلو۔ ص ۱۰۷

۲۔ سِیَر الصحابیات۔ ص ۱۳۷

۳۔ ابن عساکر و طبرانی بحوالہ تذکارِ صحابیات۔ ص ۲۳۲

۴۔ سیر الصحابہ۔ جلد ششم۔ ص ۳۷

۵۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۷۹' ۷۷

۶۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۲۳۴

۷۔ حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو۔ ص ۶۸

۸۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۲۳۴

۹۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ۔ جلد اول۔ ص ۳۳۹

۱۰۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۴۰' ۱۱

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ سایہ بچے

اولادِ پاک

بیہقی نے معصب بن عبداللہ الزبیری کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے لڑکے قاسمؓ تھے۔ پھر صاحبزادی زینبؓ پھر صاحبزادے عبداللہؓ پھر ام کلثومؓ پھر فاطمہؓ پھر رقیہؓ۔ یونس بن بکیر نے ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ القاسمؓ عبداللہؓ فاطمہؓ ام کلثوم، زینبؓ اور رقیہؓ۔ عبدالرزاق نے اپنی کتاب "مصنف" میں ابنِ جریج کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دو لڑکے عبداللہؓ اور قاسمؓ اور چار لڑکیاں تھیں۔ جن میں حضرت زینبؓ سب سے بڑی اور حضرت فاطمہؓ سب سے چھوٹی تھیں۔ (۱)

بعض لوگ بیٹوں میں طیب، مطیب، طاہر اور مطہر کا اضافہ کرتے ہیں۔ (۲) علامہ قسطلانی اولاد کے ذکر میں لکھتے ہیں، کہا گیا ہے کہ طیب اور مطیب جڑواں پیدا ہوئے اور طاہر اور مطہر بھی ایک بطن سے توأم ہوئے تھے۔ (۳)

مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین لڑکے قاسم، طاہر اور طیب اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ (۴)

حواشی

۱۔ مودودی۔ سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۲۶ حاشیہ

۲۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۱۹۳

۳۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۳۶

۴۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۳

حضرت قاسمؓ بن محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت قاسمؓ کی نسبت سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کنیت "ابوالقاسم" فرماتے تھے۔ حضرت قاسمؓ پاؤں پاؤں چلتے تھے کہ انتقال فرما گئے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سب سے پہلے پیدا ہوئے اور سب سے پہلے فوت ہوئے۔ (۱) ایک روایت کے مطابق یہ صرف دو برس زندہ رہے۔ (۲) علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ حضرت قاسمؓ اپنی وفات پر چلتے پھرتے تھے مگر ابھی رضاعت پوری نہیں ہوئی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دو سال زندہ رہے اور مجاہد نے کہا ہے کہ سات راتیں ٹھہرے یعنی زندہ رہے۔ اس میں مفضل بن غسان الغلابی نے مجاہد کی خطا ظاہر کی ہے اور کہا ہے کہ یہ سترہ مہینہ زندہ رہے اور ابن فارس نے کہا ہے کہ جانور پر سوار ہونے کے زمانے کو پہنچ گئے تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مبعوث ہونے سے پہلے انھوں نے وفات پائی۔ اور فریابی کی مسند میں جو روایت ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت قاسم نے اسلام میں وفات پائی ہے۔ وہ پہلے شخص ہیں جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اولاد میں فوت ہوئے ہیں۔ (۳) عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ ان کی وفات اظہارِ نبوت سے پہلے ہوئی تھی۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے کہ حضرت قاسمؓ دو برس کی عمر میں فوت ہوئے اور محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ بنتِ عبدالمطلب کی ایک لونڈی سلمیٰ تھی۔ یہ حضرت خدیجہؓ کی اولاد کے معاملہ میں کفالت و خدمت کرتی تھیں۔ آپؓ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک لڑکی بطور عقیقہ ذبح کیا کرتی تھیں اور اولاد میں ایک ایک سال کا وقفہ ہوتا تھا۔ (۴)

حواشی

۱- مصباح الدین شکیل- سیرتِ احمدِ مجتبیٰ- جلد اول- ص ۳۳
۲- انوارِ محمدیہ- ص ۴۳
۳- سیرتِ محمدیہ- جلد دوم- ص ۲۳۲
۴- الوفا- ص ۶۸۹

حضرت عبداللہؓ

ابنِ بکار نے کہا کہ حضرت عبداللہؓ نے صغر سنی میں وفات پائی۔ ان کی عمر کے بارے میں صحیح معلومات نہیں ملتیں۔ حضرت عبداللہؓ کو ہی طاہر اور طیّب کہا جاتا ہے۔ ابنِ بکار کا یہ قول اکثر اہل نسب کا قول ہے۔ ابو عمر اور دار قطنی نے کہا ہے کہ یہ قول اثبت ہے۔ اور عبداللہ کا نام طیب اور طاہر تھا۔ اور وہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبداللہ طیب اور طاہر کے غیر ہیں۔ (۱)

حضرت عبداللہؓ بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور عہدِ طفولیت میں وفات پائی۔ (۲)

تو مشہور دشمنِ خدا عاص بن وائل سہمی نے حرمِ کعبہ میں بنی قریش کی محفلوں میں جا کر خوشی سے اعلان کیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ابتر ہو گئے ہیں۔ اسی بات پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ کوثر نازل فرمائی اور آپؐ کو خیرِ کثیر کے عطا کیے جانے کی بشارت دی۔ (۳)

حواشی

۱- سیرتِ محمدیہ- جلد دوم- ص ۲۳۶
۲- مدارج النبوت- جلد دوم- ص ۷۷۷
۳- سیرتِ احمدِ مجتبیٰ- جلد اول- ص ۳۳

حضرت زینبؓ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔

ولادت

یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کی بڑی بیٹی ہیں۔ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں کہ "ابو عمر کا قول ہے کہ یہ سب صاحبزادیوں میں بڑی صاحبزادی ہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور جو لوگ اختلاف کرتے ہیں، غلطی پر ہیں اور ان کا دعویٰ ناقابلِ التفات ہے۔ اگر اختلاف ہے تو اس امر میں کہ اولادِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں اولاً حضرت زینبؓ پیدا ہوئیں یا حضرت قاسمؓ۔ علمائے نسب میں ایک گروہ کا قول ہے کہ اول حضرت قاسمؓ پیدا ہوئے ان کے بعد حضرت زینبؓ۔ ابن کلبی کہتے ہیں کہ پہلے حضرت زینبؓ پیدا ہوئیں، پھر حضرت قاسم۔ بہرحال حضرت زینبؓ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی تھیں"۔ (۱) حضرت زینبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تیس سال کی عمر میں پیدا ہوئیں۔ (۲)

نکاح

حضرت زینبؓ کا نکاح ابوالعاص سے ہوا جو حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہؓ بنتِ خویلد کے بیٹے تھے۔ حضرت ابوالعاص کا نسب یہ ہے۔ ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدِ شمس بن عبد مناف بن قصی۔ (۳) حضرت ابوالعاص بہت بڑے تاجر تھے۔ (۴)

حضرت زینبؓ نے آغاز ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ جب کفار نے دعوتِ حق پر لبیک کہنے والوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے تو اس موقع پر ابولہب کے دو بیٹوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت امِ کلثومؓ کو طلاق دے دی کیونکہ ان کے نکاح ہو چکے تھے تاہم ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی۔ اس موقع پر کفار نے حضرت ابوالعاص کو بھی بہت اکسایا کہ وہ بھی حضرت زینبؓ کو طلاق دے دیں مگر ابوالعاص نے صاف انکار کر دیا اور حضرت زینبؓ سے حُسنِ سلوک سے پیش آئے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابوالعاص کے اس عمل کی ہمیشہ تعریف کی۔ اس کے باوجود ابوالعاص نے اس موقع پر اسلام قبول نہ کیا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے ہمیشہ کے لئے مدینۂ طیبہ آ گئے۔

مگر حضرت زینبؓ بدستور اپنے سسرال میں رہیں۔ (۵)

حضرت زینبؓ کا ہار

غزوۂ بدر کے اسیروں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے داماد حضرت ابوالعاص بھی شامل تھے۔ (۶) اہلِ مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ بھیجا۔ اس موقع پر حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر ابوالعاص کی رہائی کے لئے ایک یمنی عقیق کا ہار اپنے دیور عمرو بن ربیع کے ہاتھ بھیجا۔ (۷) یہ ہار حضرت خدیجہؓ نے حضرت زینبؓ کو شادی میں دیا تھا۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب یہ ہار دیکھا تو حضرت خدیجہؓ یاد آگئیں اور آنکھوں میں آنسو آگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا۔ (۸) "اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار زینبؓ کو واپس بھیج دو۔ یہ اس کی ماں کی نشانی ہے۔ ابوالعاص کا فدیہ صرف یہ ہے کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو فوراً" واپس بھیج دیں" تمام صحابہ بخوشی راضی ہو گئے اور حضرت ابوالعاص نے بھی یہ شرط منظور کر لی اور یہ رہا ہو کر مکہ پہنچ گئے۔ حضرت ابوالعاص نے وعدہ کے مطابق اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ہمراہ حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیا۔ (۹)

حضرت زینبؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت

حضرت زینبؓ اپنے دیور کے ہمراہ ذی طویٰ کے مقام پر پہنچیں تو قریش کے چند آدمیوں نے تعاقب کیا اور ہبار بن اسود نے حضرت زینبؓ کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا لیا۔ اس سے حضرت زینبؓ زخمی ہو گئیں۔ ان کے دیور کنانہ بن ربیع نے اپنے ترکش سے تیر نکالے اور کہا "اب اگر کوئی قریب آیا تو ان تیروں کا نشانہ ہو گا"۔ لوگ ہٹ گئے۔ ابوسفیان نے کنانہ سے کہا تیر روک لو' ہمیں کچھ بات کرنی ہے۔ زینبؓ کے باپ کی وجہ سے ہم پر جو مصیبتیں پڑی ہیں وہ تم کو معلوم ہی ہیں' اگر تم انہیں اعلانیہ لے گئے تو لوگ ہماری کمزوری خیال کریں گے۔ ہمیں زینبؓ کو روکنے کی ضرورت نہیں مگر جب شور کم ہو جائے تو انہیں چوری چھپے لے جانا"۔ کنانہ نے یہ بات مان لی اور حضرت زینبؓ کو واپس مکہ لے گئے۔ چند روز کے وقفے کے بعد رات کے وقت لے کر روانہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلے ہی بطن یاج کے مقام پر حضرت زیدؓ بن حارثہ کو بھیج رکھا تھا۔ کنانہ نے حضرت زینبؓ کو ان کے حوالے کیا اور وہ انہیں لے کر مدینہ پہنچ گئے۔ (۱۰)

حضرت ابوالعاصؓ کا قبولِ اسلام

حضرت ابوالعاصؓ تجارتی تجربہ اور امانت داری کے لحاظ سے بہت مشہور تھے۔ (۱۱) یہ جنگِ بدر کے چند سال بعد بڑے سروسامان لے کر شام کی تجارت کے لئے نکلے لیکن واپسی پر مسلمان دستوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ مال و اسباب تو سپاہیوں میں تقسیم ہو گیا مگر یہ کسی طرح چھُپ کر حضرت زینبؓ کے پاس پہنچ گئے۔ جب یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم ہوا تو صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو ابوالعاص کا مال واسباب واپس کر دو۔ سب نے فوراً" سامان واپس کر دیا۔ (۱۲)

حضرت ابوالعاص حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حُسنِ سلوک سے بہت متاثر ہوئے۔ اس کے بعد مکہ واپس گئے اور قریش سے حساب کتاب کے بعد علی الاعلان کہنے لگے کہ اس بار مدینہ سے مکہ میں اسی غرض سے آیا ہوں کہ تمہارا حساب کتاب تمہیں سمجھا دوں اور تمہارے معاملات صاف کر دوں تاکہ تم لوگ یہ نہ کہو کہ ہمارے روپیہ کے تقاضے کے خوف سے ابوالعاص مدینہ جا کر مسلمان ہو گیا۔ یہ کہہ کر مدینہ پہنچے اور اسلام قبول کر لیا۔ (۱۳)

حضرت ابوالعاص کے قبولِ اسلام کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلم نے حضرت زینبؓ کو چھ سال بعد ان کی زوجیت میں پہلے ہی نکاح کے لحاظ سے دے دیا اور کسی طرح کی تجدید نہ کی۔ (۱۴)

خصوصیاتِ زینبؓ

حضرت زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اپنے شوہر سے بہت محبت کرتی تھیں۔ (۱۵) نیاز فتح پوری لکھتے ہیں کہ حضرت ابوالعاصؓ بھی حضرت زینبؓ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان دنوں حضرت زینبؓ مدینہ میں تھیں۔ ایک بار سفرِ شام میں انہیں حضرت زینبؓ بہت یاد آئیں تو انہوں نے جو اشعار پڑھے ان کا ترجمہ دیکھئے "جب کہ میں موضع ارم سے گزرا تو زینبؓ کو یاد کیا اور بے ساختہ یہ دعا دی کہ اللہ

تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو حرم میں سکونت پذیر ہے۔ امینؓ کی بیٹی کو خدائے تعالیٰ اجزائے نیک دے اور ہر شوہر اسی بات کی تعریف کرتا ہے جس کو وہ خوب جانتا ہے"۔ (۱۶)

وفات

حضرت زینبؓ ۸ ہجری میں فوت ہوئیں۔ حضرت زینبؓ کے غسل میں حضرت اُم ایمنؓ، حضرت سودہؓ، حضرت اُم سلمہؓ اور حضرت اُم عطیہؓ شریک تھیں۔ (۱۷) حضرت اُم عطیہؓ فرماتی ہیں کہ غسل کا طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بتاتے جاتے تھے: آپؐ نے فرمایا پہلے ہر عضو کو تین یا پانچ بار غسل دو اور اس کے بعد کافور لگاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا "اے ام عطیہؓ میری بیٹی کو اچھی طرح کفن میں لپٹنا، اس کے بالوں کی تین چوٹیاں بنانا اور اسے بہترین خوشبوؤں سے معطر کرنا"۔ (۱۸) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود قبر میں اترے۔ (۱۹) نماز جنازہ خود پڑھائی۔ اور حضرت ابوالعاصؓ نے قبر میں اتارا۔ حضرت زینبؓ کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور فرمایا "زینبؓ میری سب سے اچھی لڑکی تھی۔ جو میری محبت میں ستائی گئی"۔ ان کی وفات کے بعد جلد ہی حضرت ابوالعاصؓ بھی فوت ہو گئے۔ (۲۰) نیاز فتح پوری لکھتے ہیں کہ حضرت زینبؓ کی وفات سے تھوڑے دن بعد حضرت ابوالعاصؓ بھی انتقال کر گئے۔ (۲۱) مولانا رحمان علی "اصحابی" میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوالعاصؓ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے دور میں ذی الحجہ ۱۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ (۲۲)

اولاد

حضرت زینبؓ کی اولاد میں ایک بیٹا علی بن ابوالعاص اور ایک بیٹی امامہ بنتِ ابوالعاص ہیں۔ ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ علی بن ابوالعاص ابتدائے شباب میں فوت ہو گیا تھا۔ یہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے اونٹ پر سوار تھا۔ (۲۳) حضرت زینبؓ کے بچوں کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی کفالت میں لے لیا تھا اور وہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سایۂ عاطفت میں تربیت

حاصل کرتے رہے۔ (۲۴)

حضرت امامہؓ بنتِ ابوالعاص

حضرت امامہؓ بنتِ ابوالعاص آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی زینبؓ کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے والد ابوالعاصؓ حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہؓ کے بیٹے تھے۔ حضرت امامہؓ کا نسب یہ ہے امامہؓ بنتِ ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد مناف قرشیہ عبشیہ۔ ابن مندہ نے ان کا نام امامہ کی بجائے احامہ لکھا ہے۔ (۲۵)

پیدائش

حضرت امامہؓ بنتِ ابوالعاص حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ پاک میں پیدا ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے۔ (۲۶)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُن سے محبت

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد سے پہلے عورتوں کے ساتھ ساتھ بچوں سے بھی سرد مہری کا برتاؤ ہوتا تھا اور ان پر ظلم کیا جاتا تھا۔ خصوصاً" لڑکیوں کے ساتھ کہ انہیں زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ اس ظلم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ختم کر کے اس کے بجائے، بچوں پر شفقت اور محبت کا درس دیا۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ "جو شخص بچوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی اولاد سے بے حد محبت کرتے، کمسنی میں انتقال کر جانے والے بیٹوں اور شادی شدہ بیٹیوں اور نواسے، نواسیوں سے بھی بہت محبت اور شفقت فرماتے۔ (۲۷) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی نواسی حضرت امامہؓ بنتِ ابوالعاص سے بہت محبت فرماتے اور انہیں دورانِ نماز اٹھائے رکھتے اور صرف سجدہ کے وقت اتارتے تھے۔ (۲۸) نیاز فتح پوری لکھتے ہیں کہ حضرت امامہؓ سے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کو اس قدر محبت تھی کہ نماز کے دوران بھی خود سے جدا نہ کرتے اور اپنے شانہ مبارک پر بٹھا لیتے۔ جب رکوع میں جاتے تو شانۂ مبارک سے اتار دیتے اور جب سجدہ کر کے سر اٹھاتے تو پھر کندھوں پر بٹھا لیتے۔ اور اسی طرح پوری نماز ادا فرماتے۔ (۲۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان کے لئے تحفہ

حضرت عائشہؓ صدیقہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہدیہ پیش کیا جس میں یمنی ہار تھا۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یہ ہار میں اس کو دوں گا جو مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے"۔ (۳۰) سب کو خیال ہوا کہ یہ ہار حضرت عائشہؓ کے حصے میں آئے گا۔ لیکن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امامہؓ کو بلایا اور یہ ہار ان کے گلے میں ڈال دیا۔ (۳۱) بعض روایات کے مطابق وہ ہار کے بجائے ایک انگوٹھی جو سونے کی تھی اور وہ نجاشی نے بارگاہِ نبوت میں ہدیہ کی تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امامہؓ نے ابوالعاص کو دے دی۔ (۳۲)

حواشی

۱۔ صحابیات۔ ص ۱۱۳
۲۔ اُسُد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۳۶ / صحابیاتؓ۔ ص ۱۱۳ / سیر الصحابیاتؓ۔ جلد ششم۔ ص ۹۵ / تذکار صحابیاتؓ۔ ص ۱۱۶
۳۔ صحابیات۔ ص ۱۱۴
۴۔ غزواتِ نبویؐ۔ ص ۲۷
۵۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۱۶
۶۔ المشاہد۔ ص ۲۹
۷۔ تذکارِ صحابیات۔ ۱۱۷
۸۔ المشاہد۔ ص ۲۹
۹۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۱۷

۱۰۔ سیر الصحابہ۔ جلد ششم (سیر الصحابیات) ص ۹۵، ۹۶
۱۱۔ صحابیات۔ ص ۱۱۷
۱۲۔ غزواتِ نبویؐ۔ ص ۳۷ / اسوۃ الرسولؐ۔ دوم۔ ص ۳۱۹، ۳۲۰ / سیرت النبیؐ کامل۔ اول۔ ص ۷۵۰، ۷۵۱ / شبلی سیرۃ النبیؐ۔ اول۔ ص ۲۰۴، ۲۰۵ / حیاتِ محمدؐ۔ ص ۳۳۵
۱۳۔ اسوۃ الرسولؐ۔ دوم۔ ص ۳۲۰ / سیرتُ النبیؐ کامل۔ اول۔ ص ۷۵۷، ۷۵۸ / حیاتِ محمدؐ۔ ص ۳۳۵
۱۴۔ سیرت النبیؐ کامل۔ اول۔ ص ۷۵۹ / شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہؐ۔ ص ۳۳۹
۱۵۔ سیر الصحابیات۔ سیر الصحابہ۔ جلد ششم۔ ص ۹۷
۱۶۔ صحابیات۔ ص ۱۱۷
۱۷۔ صحابیات۔ ص ۱۲۰
۱۸۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۲۰
۱۹۔ صحابیات۔ ص ۱۲۰
۲۰۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۲۰، ۱۲۱
۲۱۔ صحابیات۔ ص ۱۲۱
۲۲۔ رحمان علی، مولانا۔ اصحابی۔ ص ۴۸۴
۲۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۳۶
۲۴۔ صحابیات۔ ص ۱۱۹
۲۵۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۴۸
۲۶۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۳۶ / راجا رشید محمود۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بچے۔ ص ۴۲
۲۷۔ خطباتِ جمعہ۔ ص ۲، ۳
۲۸۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۳۶
۲۹۔ صحابیات۔ ص ۱۴۹
۳۰۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۳۶

۳۱ - اُسدُ الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۳۶ / صحابیات۔ ص ۱۴۹
۳۲ - صحابیات۔ ص ۱۴۹

حضرت رقیہؓ بنتِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ولادت

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۳ برس تھی تو اس وقت حضرت رقیہؓ پیدا ہوئیں۔ (۱) یہ حضرت زینبؓ سے چھوٹی تھیں۔

نکاح

حضرت رقیہؓ کا پہلا نکاح عتبہ بن ابولہب سے ہوا اور ابھی رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی ــــ کہ سورۂ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ نازل ہوئی تو عتبہ نے اپنے والدین کے حکم پر حضرت رقیہؓ کو طلاق دے دی۔ (۲) چند دنوں بعد حضرت عثمانؓ نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عثمانؓ اپنے اسلام لانے کے واقعے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں اپنی خالہ اروی کے ہاں ان کی عیادت کے لئے گیا۔ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ میں نے آپؐ کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ آپؐ کی نبوت کا تھوڑا بہت ان دنوں تذکرہ ہو چلا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر فرمایا "اے عثمانؓ کیا بات ہے۔ میں نے عرض کی کہ مجھے آپؐ پر بڑا تعجب ہے کہ آپؐ کا ہم لوگوں میں کیا مرتبہ تھا اور اب آپؐ پر کیا افترا پردازی کی جا رہی ہے"۔ حضرت عثمانؓ کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو۔ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ خدا گواہ ہے کہ میں یہ سن کر کانپ گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی (ترجمہ) اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ چیزیں جن کا تم سے وعدہ کیا گیا' آسمان و زمین کے پروردگار کی قسم؛ بے شک یہ سب اسی کا حق ہے۔ جس طرح کہ تم بات کرتے ہو۔ اس کے بعد آپؐ چل پڑے اور میں بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے چل دیا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ (۳)

حضرت عثمانؓ کے قبولِ اسلام کے بعد جلد ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ کی شادی کر دی۔ (۴) ان دونوں میں اس قدر محبت تھی کہ عرب میں یہ مقولہ ضرب المثل کے طور پر مشہور ہو گیا کہ **"احسن الزوجین راھما الانسان رقیہ و زوجھا عثمان"** (۵) یعنی رقیہؓ اور عثمانؓ سے بہتر میاں بیوی کسی انسان نے نہیں دیکھے۔ (۶)

حضرت اُمِ عیاش حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت گار اور آزاد کردہ کنیز تھیں۔ ام عیاشؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اپنی بیٹی کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے پاس بھیجا تھا۔ حضرت ام عیاش حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وضو کرایا کرتی تھیں۔ (۷)

ہجرتِ حبشہ

حضرت رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور ایک عرصہ تک ان کے متعلق کوئی اطلاع نہ ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آنے جانے والوں سے ان کی خیریت دریافت کرنے کے لئے شہر سے باہر نکل جایا کرتے تھے۔ آخر ایک دن ایک عورت نے بتایا کہ اس نے ان دونوں میاں بیوی کو خیریت سے دیکھا ہے۔ یہ سن کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ (۸) "ابراہیم اور لوط کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے خدا کی راہ میں اپنی بیوی کے ہمراہ ہجرت کی"۔ (۹)

حضرت رقیہؓ کی علالت

۲ ہجری میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنگِ بدر کے لئے جا رہے تھے ان دنوں حضرت رقیہؓ چیچک کی وجہ سے بیمار تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے حضرت عثمانؓ کو جنگِ بدر میں جانے سے روک دیا۔ (۱۰)

وفات

جس وقت حضرت زیدؓ بن حارثہ جنگِ بدر کی فتح کی خبر لے کر مدینہ پہنچے اس وقت حضرت رقیہؓ کی قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی۔ حضرت ابنِ عباس سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری پر حضرت رقیہؓ کی وفات کے بارے میں بتایا گیا تو آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "عثمانؓ بن مظعون پہلے جا چکے اب تم بھی ان سے جا ملو"۔ چونکہ مدینہ میں مہاجرین میں سے حضرت عثمان بن مظعون پہلے فوت ہو چکے تھے۔ یہ ارشادِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سن کر تمام عورتیں رونے لگیں۔ حضرت عمرؓ نے عورتوں کو روتا دیکھا کر ڈانٹا۔ حضرت عمرؓ کے منع کرنے پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "ان کو روتا چھوڑ دو، کیونکہ رونے کا تعلق قلب اور آنکھ سے ہو تو وہ اللہ کی رحمت پر مبنی ہوتا ہے اور اگر ہاتھ اور زبان تک نوبت آئے تو شیطانی تحریک سمجھنا چاہیے"۔

ایک روایت کے مطابق حضرت فاطمہؓ اپنی بہن رقیہؓ کی قبر کے کنارے بیٹھ کر رونے لگیں تو آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی چادر کے کناروں سے ان کے آنسو پونچھتے جاتے۔ (۱۱)

اولاد

حضرت رقیہؓ کا ایک بیٹا عبداللہ حبشہ میں پیدا ہوا تھا۔ چھ برس کی عمر میں ایک مرغ نے اس کی آنکھ میں چونچ مار دی۔ جس سے عبداللہ بن عثمان کا منہ سوج گیا اور جمادی الاول ۴ ہجری میں فوت ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے ہاتھوں سے اسے قبر میں اتارا۔ (۱۲)

حواشی

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۱۷۶
۲۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۲
۳۔ محمد یوسف کاندھلوی۔ حیات الصحابہ۔ جلد اول مشتمل بر حصہ دوم، سوم۔ ص ۴۳،

۴۳
۴۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۲
۵۔ صحابیات۔ ۴۸
۶۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۴
۷۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۳۳۴، ۳۳۵
۸۔ اسد الغابہ۔ جلد ۶۔ ص ۱۱۲
۹۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۲
۱۰۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۱۲
۱۱۔ صحابیات۔ ص ۴۷
۱۲۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۱۱

حضرت اُمِ کُلثُومؓ بنتِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ان کی کنیت ام کلثومؓ اور بعض کے نزدیک ان کا نام آمنہ ہے۔ (۱)

بچپن

حضرت اُمِ کُلثُومؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور یہ نزولِ وحی سے چھ سال قبل پیدا ہوئی تھیں۔ (۲) عبدالرحمٰن ابنِ جوزی لکھتے ہیں کہ جب حضرت خدیجہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائیں تو حضرت خدیجہؓ کی طرح حضرت امِ کلثومؓ بھی ایمان لے آئیں۔ (۳)

نکاح

حضرت امِ کلثومؓ کا نکاح بھی ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا مگر رخصتی سے پہلے ہی سورۂ لہب کے نزول کے بعد ابولہب اور اس کی بیوی نے حضرت رقیہؓ کی طرح ام کلثومؓ کو بھی طلاق دلوا دی۔ (۴) حضرت امِ کلثومؓ کی بہن حضرت رقیہ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ بے حد مغموم رہنے لگے۔ ایک دن حضور صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم نے ان سے وجہ دریافت فرمائی تو کہنے لگے کہ خانوادۂ نبوت سے ہمیشہ کے لئے میرا رشتہ ٹوٹ گیا ہے۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ حضرت جبریلؑ آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ام کلثومؓ کا عقد حضرت عثمانؓ سے کر دیا ہے۔ تعمیلِ حکم میں حضرت رقیہؓ کے مہر کے مطابق مہر پر عقد ہوا۔ (۵) ایک روایت کے مطابق حضرت عمر نے اپنی بیوہ بیٹی حفصہ کے رشتہ کے لئے حضرت عثمانؓ سے بات کی تو انہوں نے تامل کیا۔ جب یہ بات حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو معلوم ہوئی تو حضرت عمرؓ سے فرمایا "میں تمہیں عثمانؓ سے بہتر شخص کا پتا دیتا ہوں اور عثمانؓ کے لئے تم سے بہتر ڈھونڈتا ہوں۔ تم اپنی بیٹی کا بیاہ مجھ سے کر دو اور میں اپنی لڑکی کی شادی عثمانؓ سے کرتا ہوں"۔ (۶) اسی دن سے حضرت عثمانؓ ذوالنورین یعنی دو نوروں والے کے لقب سے یاد کئے جانے لگے کیونکہ نورِ رسالت کی دو شمعیں خانہ عثمانؓ میں فروزاں ہوئیں۔ (۷)

وفات

حضرت اُمِ کلثومؓ نے شعبان ۹ ہجری میں چھ سال حضرت عثمانؓ کے ساتھ گزار کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ (۸) حضرت لیلہ ثقفیہؓ ان عورتوں میں شامل تھیں جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کو ان کی وفات کے بعد غسل دیا تھا۔ حضرت لیلیٰؓ فرماتی ہیں کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دروازے کے پاس تشریف فرما تھے، آپ کے پاس کفن تھا اور آپؐ ایک ایک کپڑا دیتے جاتے تھے۔ پہلے تہبند، پھر کرتہ، پھر اوڑھنی اور پھر ایک اور کپڑا جس میں حضرت ام کلثومؓ کو لپیٹا گیا۔ (۹)

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت ام کلثومؓ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ (۱۰) آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت عثمانؓ کے بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے اس درجہ خوش تھے کہ فرمایا اگر میری دس لڑکیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمانؓ ہی کے رشتۂ ازدواج میں منسلک کرتا۔ (۱۱) حضرت ام کلثومؓ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (۱۲)

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حضرت اُمِّ کلثومؓ سے محبت

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنی بیٹی ام کلثومؓ سے بہت محبت تھی۔ ان کی وفات کے بعد وہ جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یاد آتیں تو آنکھیں پُرنم ہو جاتیں۔ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت امِ کلثومؓ کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (۱۳)

حواشی

۱۔ رہبرِ کاملؐ۔ ص ۷۶
۲۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۵
۳۔ عبدالرحمن ابنِ جوزی۔ النبیؐ الاطہر۔ ص ۸۶ / نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۷۔ ص ۲۰۲ / صحابیات۔ ص ۱۳۱ / حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۸۰
۴۔ رہبرِ کامل۔ ص ۷۶
۵۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۷۔ ص ۲۰۲ / نیاز فتح پوری۔ صحابیاتؓ۔ ص ۱۳۰
۶۔ حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۱۵۲
۷۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۷
۸۔ النبی الاطہرؐ۔ ص ۸۶ / غلام ربانی عزیز۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ ص ۳۲۱
۹۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۵۱
۱۰۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۷۔ ص ۲۰۲ / نیاز فتح پوری۔ صحابیاتؓ۔ ص ۱۳۱ / مدینۃ الرسولؐ۔ ص ۱۸۷
۱۱۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۴۰ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۰
۱۲۔ غلام ربانی عزیز، ڈاکٹر۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ ص ۳۲۱
۱۳۔ رہبرِ کامل۔ ص ۷۶

حضرت فاطمہؓ بنتِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

ولادت و بچپن

حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی ولادت اس وقت ہوئی جب خانۂ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی اور اس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی عمر مبارک ٣٥ برس تھی۔ (١) حضرت فاطمہؓ کی طبیعت میں بچپن ہی سے بہت زیادہ متانت سادگی اور سنجیدگی تھی۔ ان کا دل کھیل میں نہیں لگتا تھا۔ یہ کہیں آنے جانے کی بجائے حضرت خدیجہؓ کے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔ (٢)

نکاح

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے کر دی اور جب حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر رخصت کیا تو حضرت اُمِ ایمنؓ کو ان کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ (٣) حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شادی غزوۂ احد کے بعد ہوئی۔ (٤) نکاح کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ مہر ادا کرنے کے لئے تمہارے پاس کوئی چیز ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا ایک گھوڑا اور زرہ ہے۔ فرمایا "گھوڑا جہاد کے لئے ضروری ہے۔ زرہ بیچ ڈالو"۔ زرہ کو حضرت عثمانؓ نے ٤٨٠ درہم میں خرید لیا۔ حضرت علیؓ نے قیمت لا کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے سامنے رکھ دی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اس رقم میں سے کچھ حضرت بلالؓ کو دی کہ وہ خوشبو خرید لائیں اور باقی جہیز کے لئے امِ سلیمؓ کو دے دی۔ اس طرح نکاح ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے حضرت زہرا کو ایک لحاف، چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری تھی۔ دو چکیاں، ایک مشکیزہ، دو گھڑے عنایت فرمائے۔ ماہ ذی الحجہ میں رسم عروسی ادا کی گئی۔ حضرت علیؓ نے الگ مکان کرایہ پر لیا۔ (٥)

خصوصیاتِ فاطمہؓ

حضرت فاطمہؓ نہایت متقی، صابر، قانع اور دیندار خاتون تھیں۔ گھر کا کام کاج خود کیا کرتی تھیں۔ چکی پیتے پیتے ہاتھوں پر چھالے پڑ جاتے تھے۔ گھر کے کاموں کے علاوہ عبادت بھی کثرت سے کرتی تھیں۔ (٦)

ایک بار کسی نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا۔ چالیس اونٹوں کی زکوٰۃ کیا ہو گی۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا "تمہارے لئے صرف ایک اونٹ اور اگر میرے پاس چالیس اونٹ ہوں تو میں سب خدا کی راہ میں دے دوں"۔ (٧)

حضرت فاطمہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے محبوب چچا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلبؓ کی قبر پر تشریف لے جایا کرتیں اور اس کی مرمت کراتی تھیں۔ (٨)

حضرت فاطمہؓ کو گھر کا سارا کام کاج کرنا پڑتا تھا۔ ایک روز انہیں خبر ملی کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے پاس لونڈی، غلام آئے ہیں۔ وہ بھی ایک خادمہ مانگنے کے لئے درِ اقدس پر حاضر ہوئیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اصحاب صفہ کی ضروریات کے پیش نظر اپنی پیاری بیٹی کو خادمہ دینے سے معذوری کا اظہار فرمایا۔ (٩)

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی حضرت فاطمہؓ سے محبت

آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو حضرت فاطمہؓ سے بہت محبت تھی۔ جب بھی کہیں سفر کے لئے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہؓ سے ملتے اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ملاقات کرتے اور فرمایا کرتے "فاطمہؓ میرا جگر گوشہ ہے جس نے اسے تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی، جس نے ان سے بُغض رکھا، بلاشبہ اس نے مجھ سے بغض رکھا"۔ (١٠)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے کسی شخص کو بھی حضرت فاطمہؓ سے زیادہ طور اطوار، متانت اور وقار میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے مشابہ نہیں دیکھا۔ جب حضرت فاطمہؓ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے ملنے آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کھڑے ہو کر انہیں چومتے اور اپنے پاس بٹھاتے (١١) اور جب حضرت فاطمہؓ کے گھر جاتے تو بھی ایسا ہی کرتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بیمار ہوئے تو فاطمہؓ آئیں اور فرطِ غم سے حضور

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر گر پڑیں تو اس وقت میں نے انہیں بوسہ دیا۔ (۱۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حضرت فاطمہؓ کی محبت

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہؓ اکثر غمگین رہا کرتی تھیں اور وصالِ مبارک کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان ۱۱ ہجری میں وفات پا گئیں۔ حضرت عباسؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور رات کے وقت بقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت علیؓ عباسؓ اور فضلؓ نے انہیں قبر میں اتارا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ فوت ہوئیں۔ (۱۳)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد کسی نے حضرت فاطمہؓ کو ہنستے نہیں دیکھا۔ حضرت اَنسؓ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد حضرت انسؓ سے کہا اے انسؓ! تمہارا دل کیسے گوارا کرتا ہے کہ تم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مٹی ڈال رہے ہو۔ (۱۴)

غزوۂ احد میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شدید زخمی ہو گئے۔ حضرت فاطمہؓ نے اپنے ہاتھوں سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زخموں کو بار بار دھویا مگر پیشانی کے زخم سے خون نہ تھمتا تھا۔ آخر کھجور کی چٹائی جلا کر زخم میں بھری تو خون تھم گیا۔ (۱۵)

آخری روز بیٹی سے باتیں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حیاتِ طیّبہ کے آخری روز دو شنبہ ۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ سے کچھ باتیں کیں۔ (۱۶) ۲ ربیع الاول کو سورج طلوع ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو اپنے قریب بلایا۔ (۱۷) اپنے پاس بٹھایا اور سرگوشی کے انداز میں گفتگو فرمائی، جس کو سن کر وہ رو پڑیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوبارہ حضرت فاطمہؓ سے کوئی راز کی بات کی تو وہ ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا "میں نے آج تک خوشی اور غم کو اس قدر قریب نہیں دیکھا۔ پھر دریافت کیا کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمہیں کیا بھید بتایا ہے"۔

حضرت فاطمہؓ نے فرمایا "میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی میں آپ کا راز فاش نہیں کر سکتی"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد پھر حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا تو حضرت فاطمہؓ نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلے اپنے وصال کی خبر سنائی تو میں رو پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ مومنین کی عورتوں پر جنت میں تمہیں سیادت اور سرداری عطا کی جائے گی (۱۸) اور میرے اہلِ بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی۔ اس وقت میں ہنس پڑی۔ (۱۹)

وفات

جب حضرت فاطمہؓ کی وفات کے وقت آیا تو انہوں نے حضرت اسماء بنتِ عمیس سے کہا اے اسماء مجھے یہ طریقہ بہت بُرا معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی لاش پر کپڑا ڈال دیتے ہیں، جس سے اس کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ حضرت اسماء نے عرض کی۔ اے جگر گوشۂ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں آپ کو ایک عجیب طریقہ بتاتی ہوں۔ انہوں نے کھجور کی تازہ ٹہنیاں منگوا کر ٹیڑھی کیں اور اوپر کپڑا ڈال دیا۔ یہ طریقہ حضرت فاطمہؓ نے پسند کیا اور کہا سوائے تمہارے اور حضرت علیؓ کے کوئی مجھے غسل نہ دے اور تدفین رات کے وقت ہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (۲۰)

راویٔ حدیث

حضرت فاطمہؓ بنتِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اٹھارہ احادیث مروی ہیں۔ ان کے راویوں میں حضرت علیؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ شامل ہیں۔ (۲۱)

اولاد

حضرت فاطمہؓ کے چھ بچے تھے۔ تین بیٹے حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ اور حضرت محسنؓ اور تین بیٹیاں حضرت ام کلثومؓ حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ۔ ان بچوں میں حضرت محسنؓ اور حضرت رقیہؓ بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ باقی چاروں بچے

تاریخِ اسلام کی مشہور شخصیات ہیں۔

حواشی

۱۔ صحابیات۔ ص ۱۳۵
۲۔ صحابیات۔ ص ۱۳۵
۳۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۷۔ ص ۲۰۶
۴۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۰۴
۵۔ سراپائے اقدس۔ ص ۲۴۷ ۔ ۲۴۹
۶۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۳۴
۷۔ ایضاً۔ ص ۱۳۹
۸۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۔ ص ۵۵۶
۹۔ سراپائے اقدس۔ ص ۲۴۷ ۔ ۲۴۹
۱۰۔ غلام نبی، حکیم۔ سراپائے اقدس۔ ص ۲۴۷ ۔ ۲۴۹
۱۱۔ برکاتِ آلِ رسولؐ۔ ص ۱۲۰
۱۲۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۴۹۴ / شرف النبیؐ۔ ص ۴۱۷ / مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۴۳۵ / رسولِ رحمت۔ ص ۶۵۱ / الوفا۔ ص ۸۰۳ / سراپائے اقدس۔ ص ۲۴۸
۱۳۔ الرسولؐ۔ ص ۴۱۰ / الوفا۔ ص ۷۸۷ / انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۴۹۴
۱۴۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۰۹
۱۵۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۴۰
۱۶۔ محمد عابد، سید۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ ص ۳۴۳ / شبلی۔ سیرۃ النبیؐ۔ دوم۔ ص ۱۱ / عبدالمقتدر۔ سیرتِ طیبہ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۲۴، ۲۲۵
۱۷۔ حیاتِ رسالتمآبؐ۔ ص ۴۷۹، ۴۸۰ / الرحیق المختوم۔ ص ۷۴۹، ۷۵۰
۱۸۔ اصح السیر۔ ص ۵۲۰ ۔ ۵۲۲
۱۹۔ الوفا۔ ص ۸۰۳، ۸۰۴ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۶۹۸، ۷۰۹، ۷۳۰
۲۰۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۱۰

۲۱۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۳۵، ۱۳۶
۲۲۔ ایضاً۔ ص ۱۳۵

حضرت علیؓ بن ابی طالب

حضرت علیؓ پیدا ہوتے ہی بارگاہِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں لائے گئے۔ ان کی پرورش بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کی۔ کیونکہ جب ان کی عمر چار یا پانچ سال کی تھی تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں ہمیشہ کے لیے اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا۔ اس کے بعد یہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ (۱)

ایک بار سب گھر والے موجود تھے اور اس موقع پر حضرت علیؓ جن کی عمر اس وقت تین سال کے قریب تھی، قلابازیاں لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گود میں جا گرتے تھے۔ اس پر سب ہنستے اور خوش ہوتے تھے۔ حضرت علیؓ ہر چھلانگ کے بعد اپنا منہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے کرتے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علیؓ کا بوسہ لیتے۔ (۲)

ہجرتِ مدینہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علیؓ کو صرف اس لیے چھوڑ گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کفار کی جو امانتیں رکھی ہوئی تھیں، وہ ان کے مالکوں تک پہنچائیں۔ (۳) حضرت علیؓ نے حکم کی تعمیل کی اور مکہ میں تین دن ٹھہر کے لوگوں کو ان کی امانتیں واپس دیں اور پیدل ہی مدینہ کا رخ کیا۔ اور قبا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آملے اور حضرت کلثومؓ بن ہدم کے یہاں قیام فرمایا۔ (۴) "سیرتِ محمدیہ" میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس مکہ سے قبا میں سترہویں یا اٹھارہویں ربیع الاول دوشنبہ کے دن پہنچ گئے تھے۔ (۵)

حضرت علیؓ غزوۂ تبوک کے سوا ہر غزوہ میں شریک ہوئے۔ (۶) غزوۂ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا اور خود جنگ

کے لیے تشریف لے چلے تو حضرت علیؓ نے عرض کی یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم) آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ ارشاد ہوا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہو جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی۔ (۷)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چار ماہر اور عالم قانون دان یمن میں تقرری کے لیے چنے گئے۔ ان میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں۔ (۸) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کا سب سے زیادہ صدمہ حضرت علیؓ کو تھا (۹)

حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں بھی معلومات دیتے ہیں۔ حضرت علیؓ مروی ہیں کہ جو شخص حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس کو پہلی بار دیکھتا وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے رعب و دبدبہ سے مرعوب ہو جاتا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا چہرۂ انور زیادہ فربہ اور موٹا نہ تھا اور نہ ہی بہت زیادہ گول بلکہ انتہائی موزوں' متناسب گول اور خوبصورت تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک آنکھیں بڑی' عضووں اور ابروؤں کے کافی بالوں والی اور سرخ رنگ والی تھیں۔ (۱۰) حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت دراز قد نہ تھے اور مائل بہ درازی ہونے کے سبب اوسط قد سے زیادہ تھے مگر جب لوگوں کے ساتھ ہوتے تو سب سے بلند اور سرفراز ہوتے۔ (۱۱)

حواشی

۱۔ راجا رشید محمود۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بچے۔ ص ۲۸
۲۔ عصمت اللہ شمس الدین۔ بلالؓ۔ ص ۳۹
۳۔ المشاہد۔ ص ۵
۴۔ الرحیق المختوم۔ ص ۲۸۸
۵۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ جلد اول۔ ۲۸۲
۶۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۔ ص ۵۴۱
۷۔ شہناز کوثر۔ حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۲۴۲

۸۔ نقوش۔ جلد ۱۱۔ ص ۴۲۰' ۴۳۱' ۴۳۳
۹۔ سیر الصحابہ۔ جلد پنجم۔ حصہ اول۔ ص ۳۰
۱۰۔ طبقاتِ ابن سعد۔ جلد ۲۔ ص ۳۱۲ بحوالہ نقوش۔ جلد ۱۔ ص ۵۵۴ حاشیہ
۱۱۔ ماہنامہ "نعت" لاہور۔ اکتوبر ۱۹۹۴۔ ص ۱۶' ۱۹' ۲۱ مضمون "حضور رسول کریمؐ کا جسمانی حسن و جمال" تحریر محمد بن علوی المالکی' استاذ مسجد حرام مکہ۔ ترجمہ از پروفیسر سید اسرار بخاری۔
۱۲۔ ایضاً۔ ص ۴۵-۴۶۔ مضمون سراپائے اقدس از حکیم غلام نبی ایم اے

حضرت زبیرؓ بن عوام

حضرت زبیر بن عوام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت صفیہؓ نے ایک ہی گھر میں پرورش پائی تھی۔ اس لیے آپس میں غیر معمولی محبت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی حضرت صفیہؓ اور ان کے بیٹے زبیرؓ سے بہت محبت سے پیش آتے اور حضرت زبیرؓ کو اپنی پھوپھی سے محبت کی وجہ سے "ابنِ صفیہ" کہہ کر پکارا کرتے۔ (۱) حضرت زبیرؓ کو کئی نسبتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تعلق تھا مثلاً حضرت صفیہ بنتِ عبدالمطلب کی نسبت سے۔ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت اسماء بنتِ ابوبکر کے شوہر ہونے کی وجہ سے ہم زلف اور حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پھوپھا تھے۔ (۲)

نام و نسب

حضرت زبیرؓ کا نسب یہ ہے۔ زبیرؓ بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی قرشی اسدی۔ ان کی کنیت "ابو عبداللہ" تھی۔ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ انھیں "ابوالطاہر" کہا کرتی تھیں۔ ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ

یہ کنیت حضرت زبیر بن عبدالمطلبؓ کی تھی۔ مگر انھوں نے خود اپنی کنیت ابوعبداللہ رکھی تھی۔ کیونکہ ان کے بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔ اس لیے یہی کنیت مشہور ہوئی۔ (۳) حضرت زبیرؓ کا سلسلہ نسب قصیٰ بن کلاب پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مل جاتا ہے۔ (۴)

پیدائش / تربیت

حضرت زبیرؓ ہجرتِ نبویؐ سے اٹھائیس برس قبل پیدا ہوئے۔ (۵) یعنی ان کی پیدائش کے وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک ۲۵ برس کی ہو گی۔ ان کے بچپن ہی میں ان کے والد عوام بن خویلد فوت ہو گئے اور یہ یتیم ہو گئے تو ان کی پرورش کی ذمہ داری ان کے چچا نوفل بن خویلد نے پوری کی۔ (۶) حضرت صفیہؓ نے اپنے بیٹے کی تربیت نہایت عمدہ طریقے سے کی۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا ایک نڈر اور بے خوف سپاہی بنے۔ اس لیے وہ حضرت زبیرؓ بن عوام کی تربیت کے لیے ان سے زیادہ سخت محنت اور مشقت سے کام لیا کرتیں اور سزا دینے سے بھی گریز نہ کرتیں۔ ایک بار نوفل بن خویلد نے حضرت صفیہؓ کو مارتے دیکھ لیا تو انھیں بہت ڈانٹا کہ تم اس طرح بچے کو مار ڈالو گی۔ بعد میں نوفل بن خویلد نے اپنے قبیلے اور بنو ہاشم کے لوگوں سے حضرت صفیہؓ کی حضرت زبیرؓ پر کی جانے والی سختیوں کا ذکر کیا اور انھیں ایسا کرنے سے روکنے کے لیے کہا۔ تو حضرت صفیہؓ نے لوگوں کے سامنے یہ رجز پڑھا کہ (ترجمہ) جس نے یہ کہا کہ میں زبیرؓ سے بغض رکھتی ہوں' اس نے غلط کہا۔ میں تو اس لیے اسے پیٹتی ہوں کہ یہ عقلمند ہو اور فوج کو شکست دے اور مالِ غنیمت حاصل کرے۔ (۷)

اسی طرح ایک بار حضرت زبیرؓ نے اپنے لڑکپن میں ایک آدمی کا ہاتھ توڑ دیا۔ جب اس بات کی شکایت حضرت صفیہؓ سے کی گئی تو وہ معذرت کے بجائے یہ پوچھنے لگیں کہ تم نے میرے بیٹے کو کیسا پایا۔ بہادُر یا بزُدل۔ (۸)

حضرت زبیرؓ کے بہن بھائی

ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ عوام بن خویلد سے حضرت صفیہؓ کے دو بیٹے زبیرؓ اور

عبدالکعبہ پیدا ہوئے۔ (۹) سعید انصاری ان کے بہن بھائیوں کا ذکر نہیں کرتے بلکہ عوام بن خویلد سے صرف زبیرؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ (۱۰) اور نیاز فتح پوری زبیرؓ کے بھائی سائب اور عبدالکعبہ کا نام بھی لکھتے ہیں۔ (۱۱) طالب ہاشمی زینبؓ بنتِ عوام کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ یہ حضرت زبیرؓ بن عوام کی بہن تھیں مگر زینبؓ بنتِ عوام کی والدہ کا نام نہیں لکھتے۔ (۱۲)

سائب بن عوام نے غزوۂ بدر' غزوۂ خندق اور جنگِ یمامہ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے (۱۳)

"اُسدُ الغابہ" میں سائب بن عوام کے ذکر میں لکھا ہے کہ یہ حضرت صفیہؓ کے بیٹے تھے۔ صفیہؓ کے ان کے بارے میں کہے گئے ایک شعر کا ترجمہ یہ تھا کہ سائب صفیہؓ کو تکلیف دیا کرتے تھے۔ ابنِ اثیر مزید لکھتے ہیں کہ سائب غزوۂ احد اور خندق اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ شریک رہے۔ سائب بن عوام کی اولاد نہ تھی۔ (۱۴)

قبولِ اسلام

حضرت زبیرؓ سولہ برس کے تھے کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پانچویں یا چھٹے مسلمان تھے۔ (۱۵) ابوالاسود کی روایت کے مطابق حضرت زبیرؓ بن عوام آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے اور اٹھارہ سال کی عمر میں ہجرت کی۔ حضرت زبیرؓ کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ دیتے اور چٹائی میں آگ دے کر اس کی دھونی دیتے اور کہتے کفر کی طرف لوٹ آ۔ حضرت زبیرؓ جواب میں فرماتے' میں اب کبھی کافر نہیں ہوں گا۔ (۱۶)

غزوات میں شرکت

حضرت زبیرؓ بن عوام نے تمام غزوات میں شرکت کی۔ معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ یہ غزوات میں ممتاز حیثیت سے شریک ہوئے اور نہایت جانبازی و دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ یہ جس طرف نکل جاتے' صفیں تہ و بالا کر دیتے تھے۔ غزوۂ بدر میں انھوں نے زرد عمامہ باندھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

آج ملا کہ بھی اسی وضع میں آئے ہیں۔ یہ جنگِ بدر میں اس بہادری سے لڑے کہ ان کی تلوار (۱۷) میں دندانے پڑ گئے اور ان کا پورا جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ خصوصاً ایک زخم اس قدر کاری تھا کہ وہاں پر ہمیشہ کے لیے گڑھا پڑ گیا۔ حضرت عُروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ ہم اس گڑھے میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔ (۱۸)

حفص بن خالدؓ کہتے ہیں کہ ایک سن رسیدہ بزرگ نے ہمیں بتایا کہ میں حضرت زبیرؓ کے کئی سفروں میں ان کے ساتھ تھا۔ ایک بار میں نے ان کا جسم دیکھا جو تلوار سے جگہ جگہ سے کٹا ہوا تھا۔ میں نے زبیرؓ سے کہا خدا کی قسم میں نے اس قدر نشانات کسی کے جسم پر نہیں دیکھے۔ حضرت زبیرؓ بن عوام نے کہا خدا کی قسم ان میں سے کوئی زخم ایسا نہیں جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہ کر خدا کی راہ میں نہ کھایا ہو۔ (۱۹)

غزوہ خندق میں حضرت زبیرؓ نے نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی کو قتل کیا تو ان کی تلوار پر ایک دندانہ پڑ گیا۔ وہ یہ شعر پڑھتے ہوئے واپس آئے۔ (ترجمہ) میں ایسا آدمی ہوں جو اپنی بھی حفاظت کرتا ہوں اور نبی مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حفاظت بھی کرتا ہوں۔ (۲۰)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور زبیرؓ بن عوام کی محبت

جب آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے تو قبا کے راستے پر حضرت زبیرؓ بن عوام سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت زبیرؓ بن عوام مسلمانوں کی ایک جماعت کے ہمراہ شام سے واپس آ رہے تھے۔ اس موقع پر حضرت زبیرؓ بن عوام نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کو پہننے کے لیے سفید کپڑوں کا تحفہ دیا۔ (۲۱)

حضرت زبیرؓ بن عوام کی والدہ حضرت صفیہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قریباً ہم عمر تھیں۔ (۲۲) یہ چونکہ ۲۰ ہجری میں فوت ہوئیں اور اس وقت ان کی عمر ۷۳ برس تھی۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر ۶۳ برس تھی۔ اس حساب سے یہ قریباً حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہم عمر تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت صفیہؓ نے ایک ہی گھر میں پرورش پائی اس لیے انھیں آپؐ سے غیر معمولی محبت تھی۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ان سے پیار و محبت سے پیش آتے اور ان کے بیٹے کو اکثر پیار سے "ابنِ صفیہ" کہہ کر پکارتے تھے۔ (۲۳)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں بنو نضیر میں ایک نخلستان اور ایک دوسری جگہ کچھ زمین عطا فرمائی تھی۔ (۲۴) اس کا ذکر ڈاکٹر حمید اللہ نے بھی کیا ہے۔ اور ایک وثیقہ نقل کیا ہے۔

"موضع سوارق کی تمام اراضی جو کہ موضع مورع اور موضع موقت کے درمیان ہے، نشیبی اور ہموار دونوں قسم کی دھری زبیرؓ کو بطورِ جاگیر عطا کی جاتی ہے۔ یہ جاگیر بنو نضیر ۲ سے دوبارہ جنگ تک ہے۔ زنہار! جو کوئی شخص اس میں مداخلت کرے۔

محرر علی (۲۵)

حضرت زبیرؓ ابھی کمسن ہی تھے کہ کسی نے مشہور کر دیا کہ مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گرفتار کر لیا ہے۔ حضرت زبیرؓ بن عوام تلوار کھینچ کر ہجوم کو چیرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آستانۂ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں اس حالت میں آتا دیکھ کر فرمایا "زبیرؓ! یہ کیا ہے"۔ حضرت زبیرؓ نے عرض کی یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم! مجھے معلوم ہوا تھا کہ خدانخواستہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ سن کر آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بے حد خوش ہوئے اور حضرت زبیرؓ کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ اہلِ سیَر کے مطابق "راہ فراوت" میں ایک بچے کے ہاتھوں یہ پہلی تلوار تھی۔ جنگِ بدر میں حضرت زبیرؓ بن عوام کا مقابلہ عبیدہ بن سعید سے مقابلہ ہوا۔ عبیدہ سر سے پاؤں تک زرہ پہنے ہوئے تھے صرف اس کی دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ حضرت زبیرؓ نے اپنا نیزہ ایسے نشانے سے مارا کہ مشرک کی آنکھ میں سے ہوتا ہوا سر کے دوسری طرف سے نکل گیا۔ حضرت زبیرؓ نے لاش پر چڑھ کر بمشکل اپنا نیزہ مشرک کے سر سے نکالا۔ نیزے کا پھل ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

یہ نیزہ حضرت زبیرؓ بن عوام سے بطور یادگار لے لیا۔ بعد میں یہ نیزہ تمام خلفا تبرکاً اپنے پاس رکھتے رہے۔ آخر خلیفہ ثالث کے بعد زبیرؓ بن عوام کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس پہنچا جو ان کی شہادت تک ان کے پاس موجود رہا۔

اسی طرح جب بنو قُریظہ کی عہد شکنی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کون ہے جو اس قوم کی خبر لائے تو اس موقع پر حضرت زبیرؓ آگے بڑھے اور عرض کیا "یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم میں جاؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں۔ میرا حواری زبیرؓ ہے۔ اس نازک موقع پر حضرت زبیرؓ کے تنہا جانے اور اطلاع دینے سے متاثر ہو کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ (۲۶)

خصوصیاتِ زبیرؓ بن عوام

ابنِ قیم جوزی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظوں میں حضرت زبیرؓ بن عوام کو بھی شامل کرتے ہیں۔ ان کے مطابق غزوۂ خندق میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت حضرت زبیر بن عوام نے کی تھی۔ (۲۷)

ازواج

حضرت زبیرؓ بن عوام کی بیویوں میں عاتکہ بنتِ زید' تماضر بنتِ الاصبغ' امِ عمرو' اسما بنتِ ابوبکرؓ' حلال بنتِ قیس' رباب بنتِ انیف' زینب بنتِ بشیر' امِ کلثوم بنتِ عقبہ اور امِ خالد کے نام ملتے ہیں۔ ان تمام خواتین کا تفصیلی ذکر "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ دار خواتین" میں موجود ہے مگر یہاں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

○ عاتکہ بنت زید حضرت سعید بن زید کی بہن تھیں اور حضرت عمر بن خطاب کی چچا زاد تھیں۔ (۲۸) ان کے والد زید بن عمرو بن نفیل تھے۔

○ حضرت تماضر قبیلہ کلب کے سردار اصبغ بن عمرو الکلبی کی بیٹی تھیں۔ یہ عبدالرحمٰن بن عوف کی بیوہ تھیں۔ حضرت زبیرؓ سے شادی کر کے تھوڑے عرصہ کے بعد دونوں میں علیحدگی ہو گئی۔

○ امِ خالدؓ کا اصل نام امہ تھا۔ اور وہ قریش کے خاندان بنو امیہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت امِ خالدؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت محبت فرماتے تھے۔ ایک بار آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک چادر تحفہ میں دی اور وہ ایک بار اپنے بچپن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہرِ نبوت سے کھیلیں۔ (۲۹)

اولاد

حضرت زبیرؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں اور کثرت کے ساتھ اولاد پیدا ہوئی۔ بعض بچے تو ان کی حیات ہی میں قضا کر گئے تاہم پھر بھی بہت سی اولاد یادگار رہ گئی۔ (۳۰)

حضرت زبیرؓ بن عوام کی نو بیٹیوں رملہ' حبیبہ' سودہ' حفصہ' زینب' ہند' خدیجہ الکبریٰ' ام الحسن اور عائشہ کے نام ملتے ہیں۔ (۳۱) اور بیٹوں میں عبداللہؓ' عروہ' منذر' خالد' عمر' مصعب' حمزہ' عبیدہ اور جعفر شامل ہیں۔ (۳۲) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو پیدا ہوتے ہی بارگاہِ نبویؐ میں لایا گیا۔ (۳۳)

ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر کی والدہ اسماء بنت ابوبکر تھیں۔ اور جب وہ ہجرت کر کے قبا میں پہنچیں تو عبداللہؓ پیدا ہوئے۔ (۳۴) حضرت اسماء بنتِ ابوبکر اپنے نومولود کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے کو گود میں لے لیا اور گھٹی پلائی اور دعا سے سرفراز فرمایا۔ یہ پہلی ولادت تھی جو ہجرت کے بعد اسلام میں ہوئی۔ (۳۵)

حضرت زبیرؓ نے اپنی والدہ حضرت صفیہؓ بنتِ عبدالمطلب کی طرح اپنے بچوں کی تربیت بھی کی مثلاً جب جنگِ یرموک میں شریک ہوئے تو اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر کو بھی ساتھ لے گئے۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن زبیر کی عمر صرف دس سال تھی مگر حضرت زبیرؓ نے ان کو گھوڑے پر سوار کر کے ایک شخص کے سپرد کر دیا کہ جنگ کے ہولناک مناظر دکھا کر جرأت و بہادری کا سبق دے۔ (۳۶)

حواشی

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۵۸

۲ - طالب ہاشمی۔ شمعِ رسالتؐ کے تیس پروانے۔ ص ۴۶

۳ - اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۲۷۲

۴ - سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین۔ حصہ اول۔ ص ۸۲

۵ - سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین۔ حصہ اول۔ ص ۸۲ / شمعِ رسالت کے تیس پروانے۔ ص ۴۶

۶ - شمعِ رسالتؐ کے تیس پروانے۔ ص ۴۶، ۴۷

۷ - حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۹۲

۸ - تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۴۲

۹ - اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۶۱

۱۰ - سیر الصحابہ۔ جلد ۶۔ ص ۱۱۳

۱۱ - صحابیات۔ ص ۱۹۱

۱۲ - تذکارِ صحابیات۔ ص ۵۲۴، ۵۲۵

۱۳ - حکیم محمد اسماعیل ظفر آبادی۔ ہادی کونینؐ۔ ص ۱۳۸

۱۴ - اسد الغابہ۔ جلد ۴۔ ص ۹۳

۱۵ - سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین۔ حصہ اول۔ ص ۸۳

۱۶ - حیات الصحابہ۔ جلد اول۔ ص ۲۹۹

۱۷ - اس تلوار میں چاندی کا کام تھا۔ حضرت زبیرؓ کی شہادت کے بعد یہ تلوار حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آئی۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد خلیفہ عبدالملک بن مروان اموی نے مجھے بلا کر پوچھا کہ اے عروہ! کیا تم زبیرؓ کی تلوار پہچانتے ہو۔ میں نے اقرار کیا تو اس نے تلوار کی نشانی دریافت کی۔ میں نے بتایا کہ بدر کے دن اس میں دندانے پڑ گئے تھے۔ عبدالملک نے کہا ہاں تم سچ کہتے ہو۔ پھر وہ تلوار مجھے دے دی۔ حضرت عروہ کے بیٹے ہشام بن عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ عروہ کے بعد اس مقدس تلوار کے متعلق حضرت زبیرؓ کی اولاد میں جھگڑا پیدا ہو گیا تو ہم نے باہم اس کی قیمت تین ہزار درہم لگائی اور ہم میں سے ایک نے اس کو لے لیا۔ کاش میں نے اس تلوار کو حاصل کیا ہوتا۔ (شمعِ رسالت کے تیس پروانے۔ ص ۵۱)

۱۸ - سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین اول۔ ص ۸۴، ۸۵

۱۹ - حیات الصحابہ۔ جلد دوم۔ ص ۲۹۹، ۳۰۰

۲۰ - حیات الصحابہ۔ حصہ سوم۔ ص ۵۸۵

۲۱ - مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۲۹۵ / الوفا۔ ص ۲۹۱ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰ۔ اول۔ ص ۴۸۹ / سیرت النبیؐ۔ ص ۱۷۲ / عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرتِ مصطفیٰؐ۔ ص ۳۰۷

۲۲ - حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۹۳

۲۳ - تذکارِ صحابیات۔ ص ۱۷۱

۲۴ - شمعِ رسالتؐ کے تیس پروانے۔ ص ۴۹

۲۵ - سیاسی وثیقہ جات۔ ص ۱۹۳

۲۶ - قومی ڈائجسٹ۔ صحابہؓ کرامؓ نمبر۔ اول۔ ص ۱۳۰

۲۷ - ابنِ قیم جوزی۔ اسوۂ حسنہ۔ ص ۱۰

۲۸ - اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۴۹

۲۹ - حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۱۹۹ - ۱۲۱

۳۰ - سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین۔ حصہ اول۔ ص ۱۰۲

۳۱ - حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۳۰۷ - ۳۰۹

۳۲ - سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین۔ حصہ اول۔ ص ۱۰۲

۳۳ - راجا رشید محمود۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بچے۔ ص ۲۸

۳۴ - اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۵

۳۵ - صحابیات۔ ص ۱۵۶

۳۶ - سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین۔ حصہ اول۔ ص ۱۰۲

حضرت ہند بنتِ عتیق

حضرت ہند بنتِ عتیق کی والدہ حضرت خدیجہؓ ہیں اور ان کے والد حضرت

خدیجہؓ کے پہلے شوہر عتیق بن عائذ مخزومی (۱) عبدالرحمٰن ابنِ جوزی ان کا نام عتیق بن عائذ مخزومی (۲) علامہ قسطلانی عتیق بن عابد (۳) مفتی عزیز الرحمان اور شاہ مصباح الدین شکیل عتیق بن عایذ بن عبداللہ مخزومی (۴) "اصح السیر" (۵) اور شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب (۶) دحلان مکی (۷) میں عتیق بن عائذ مخزومی لکھا ہے۔ "مدارج النبوت" میں عتیق بن عایذ مخزومی لکھا ہے (۸) مودودی (۹) دحلان مکی (۱۰) اور شاہ مصباح الدین شکیل (۱۱) کے مطابق حضرت ہند بنتِ عتیق عہدِ نبویؐ میں مسلمان ہو گئی تھیں۔ "مدارج النبوت" میں لکھا ہے کہ حضرت ہند بنتِ عتیق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ربیبہ تھیں۔

عبدالروف دانا پوری عتیق سے حضرت خدیجہؓ کی اولاد میں ہندؓ بنتِ عتیق کے علاوہ ایک لڑکے عبداللہ بن عتیق کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی اور سیرت نگار نے عبداللہ بن عتیق کا ذکر نہیں کیا۔ ان کے دیگر حالات بھی نہیں ملتے۔ (۱۲) "مختصر سیرۃ الرسولؐ" میں عتیق کی اولاد میں حضرت خدیجہؓ کے بیٹے "ہندا" کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ان کا ذکر بھی کہیں اور نہیں ملتا۔ (۱۳)

حواشی

۱۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۶
۲۔ الوفا۔ ص ۱۸۴
۳۔ سیرتِ محمدیہؐ۔ اول۔ ص ۱۹۷
۴۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۳۹
۵۔ اصح السیر۔ ص ۱۱
۶۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۹
۷۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۶
۸۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۷۹۷
۹۔ سیرتِ سرورِ عالم۔ دوم۔ ص ۱۱۲
۱۰۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۶
۱۱۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ص ۱۰
۱۲۔ اصح السیر۔ ص ۱۱
۱۳۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۴۰

حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ

حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ کا نام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ربیبوں میں آتا ہے۔ (۱) ان کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ "تین برس کی سینہ بسینہ راز میں تبلیغ کے بعد علانیہ کام کا آغاز ہوا تھا اور اس سلسلے میں اصابہ ابنِ حجر وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب پہلی مرتبہ علانیہ نماز باجماعت حرمِ کعبہ میں ہوئی اور قریشی انداز سے مختلف طریقہ کی عبادت بجا لائی گئی تو ہنگامہ مچا اور قریش کی دست درازیوں سے ایک مسلمان حارثؓ بن ابی ہالہ اس موقع پر شہید ہو گئے۔ اس کے بعد عرصۂ دراز تک پھر حرمِ کعبہ میں مسلمانوں کی نماز بند ہو گئی ہو گی"۔ (۲)

جب قریش تک اللہ کا پیغام پہنچانے کا حکم ہوا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کوہِ صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے اہلِ قریش کو پکارا اور فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک فوج تم پر حملہ کرنے کے لیے آ رہی ہے تو کیا تم یقین کر لو گے۔ قریش پکار اٹھے کہ اگر یہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا ہے تو یہ سچ ہی ہو گا۔ کیونکہ آپؐ صادق اور امین ہیں۔ آپؐ نے اپنی حیاتِ پاک کے ان چالیس سالوں میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ یہ سن کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو خدا کا پیغام پہنچایا۔ مگر عقل کے ان اندھوں نے اس پیغام کو ماننے اور سننے سے انکار کیا اور اس پیغام کی مخالفت کی۔ اس واقعہ کے چند دن بعد آپؐ نے ایک بار پھر خانۂ کعبہ میں تن تنہا کھڑے ہو کر توحید کا اعلان فرمایا۔ (۳) تو کعبہ کے مجاورں اور پجاریوں میں تہلکہ مچ گیا۔ یہ پیغامِ حق کافروں کے دلوں پر بجلی بن کر گرا اور ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ انھوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر

حملہ کر دیا۔ اس بات کی خبر سن کر جو تھوڑے بہت اہلِ ایمان تھے، بھاگے ہوئے موقع پر پہنچے، ان میں حضرت حارثؓ بن ابی ہالہؓ بھی تھے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بچانے لگے تو پجاریوں نے تلواروں سے حملہ کر کے حضرت حارثؓ کو شہید کر دیا۔ یہ اسلام کی پہلی شہادت تھی اور یہ پاک خون خانۂ کعبہ میں بہا۔ اس طرح حارث نے اپنی جان اپنے پیارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بچاتے ہوئے قربان کر دی۔ (۴) علی اصغر چودھری کے مطابق حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سرپرستی میں تھے۔ اور خانۂ کعبہ کے بالکل قریب واقع اپنے گھر میں آرام فرما رہے تھے کہ خانہ کعبہ سے شور و غل کی آواز سن کر بھاگے اور خانۂ کعبہ میں پہنچ کر وحشیوں سے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بچانے کے لیے بڑھے اور کافروں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ (۵)

حضرت حارثؓ کے والد حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر ابوہالہ بن زرارہ تمیمی تھے مگر ان کی والدہ کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کون تھیں کیونکہ ابنِ حزم ظاہری نے حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ کی والدہ کا نام حضرت خدیجہؓ لکھا ہے (۶) اور علی اصغر چودھری بھی ایسا ہی درج کرتے ہیں (۷) مگر ڈاکٹر حمید اللہ حضرت حارثؓ کے ذکر میں یوں لکھتے ہیں کہ یہ "غالباً" بی بی خدیجہؓ کے پہلے شوہر کی کسی اور بیوی کے بطن سے پیدا شدہ فرزند تھے"۔ (۸) یعنی حمید اللہ یقین سے یہ نہیں لکھتے کہ حارث حضرت خدیجہؓ کے بیٹے نہیں تھے۔ مگر شاہ مصباح الدین شکیل اور علی اصغر چودھری لکھتے ہیں کہ حضرت حارث خدیجہؓ کے پہلے شوہر ابوہالہ کی اولاد تھے، حضرت خدیجہؓ کی اولاد تھے یا نہیں، یہ ذکر نہیں کرتے۔ (۹) میرے خیال کے مطابق حضرت حارثؓ حضرت خدیجہؓ کی سگی اولاد نہ تھے مگر ان کے پہلے شوہر کی کسی بیوی سے تھے اور ان کی پرورش خدیجہؓ کے پہلے شوہروں کی اولاد کی طرح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کی تھی۔

حواشی

۱۔ امیر الدین۔ سیرتِ طیبہ۔ ص ۱۸۲

۲۔ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۸۶
۳۔ حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۴۴ / شاہ مصباح الدین شکیل۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ص ۲۱۸
۴۔ پیغمبرِ اعظم و آخرؐ۔ ص ۲۸۸ / امیر الدین۔ سیرتِ طیبہ۔ ص ۱۸۲
۵۔ عہدِ نبویؐ کے نادر واقعات۔ ص ۷۹، ۸۰
۶۔ جوامع السیرۃ۔ ص ۴۳
۷۔ عہدِ نبویؐ کے نادر واقعات۔ ص ۴۶
۸۔ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۸۶
۹۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ص ۲۱۸ / عہدِ نبویؐ کے نادر واقعات۔ ص ۷۹

حضرت ہالہؓ بن ابی ہالہ

تمام سیرت نگار اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر ابوہالہ (۱) سے دو بیٹے ہند بن ابی ہالہ اور ہالہ بن ابوہالہ پیدا ہوئے۔ (۲) ابنِ اثیر ان کے بارے میں یوں رقم طراز ہوتے ہیں کہ ہالہ بن ابی ہالہ کا ترجمہ حافظ ابو عبداللہ نے لکھا ہے اور ان کے ترجمے میں ہند کی حدیث بیان کی ہے نیز جعفر نے ان کا ذکر کیا ہے اور انھیں حضرت خدیجہؓ کا بیٹا لکھا ہے۔ لیکن حافظ ابوعبداللہ لکھتے ہیں کہ ہالہ اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کی ہمشیرہ کا نام تھا اور دونوں کے والد خویلد تھے۔ اور ہالہ ابوالعاص بن ربیع کی والدہ تھیں۔ ابو موسیٰ نے اجازۃ ابوعدنان محمد بن احمد امطر بن ابونزار سے، ان دونوں نے محمد بن عبداللہ النسی سے انھوں نے سلیمان بن احمد طبرانی سے، انھوں نے علی بن محمد بن عمرو بن تمیم بن زید بن ہالہ بن ابی ہالہ تمیمی سے مصر میں سنا کہ ان سے ابومحمد نے انھوں نے اپنے والد عمرو سے انھوں نے اپنے والد زید سے انھوں نے اپنے والدہالہ بن ابی ہالہ سے سنا کہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حجرے میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سوئے ہوئے تھے، جاگ اٹھے اور ہالہؓ کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا۔ ہالہ، ہالہ، ہالہ (۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سراپائے اقدس کے بارے میں حضرت حسنؓ بن علی اپنے ماموں حضرت ہالہؓ بن ابوہالہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھرے بھرے جسم والے اور پُررعب تھے' چہرۂ اقدس چودھویں کے چاند کی مانند دمکتا تھا"۔ (۴)

حواشی

۱۔ ابوہالہ کے اصل نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ عبدالرحمٰن ابنِ جوزی کے مطابق ان کا اصل نام ہند تھا اور دوسرے قول کے مطابق مالک بن النباش (الوفا۔ ص ۱۸۴) جمال حسینی لکھتے ہیں کہ "ابوہالہ" کا نام مالک تھا اور ایک قول یہ ہے کہ زرارہ تھا اور ایک قول یہ ہے کہ زہیر تھا اور ایک قول یہ ہے کہ ہند تھا۔ (رسالتمآبؐ۔ ص ۲۳۹' ۲۴۰) محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ ابوہالہ کا نام مالک تھا اور ایک قول سے زرارہ اور دوسرے قول سے ہند تھا۔ (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۷۹۷)

حضرت خدیجہؓ کی اولاد میں ابوہالہ سے ہندؓ بن ابوہالہ اور ہالہ بن ابوہالہ کا ذکر ملتا ہے مگر عبدالرؤف دانا پوری یوں لکھتے ہیں کہ "ابی ہالہ ابن زرارہ تمیمی سے ان کی دو اولاد ہوئی تھی۔ ہند ابن ابی ہالہ اور زینب بنتِ ابی ہالہ" (اصح السیر۔ ص ۱۱) شاہ مصباح الدین شکیل ابوہالہ سے حضرت خدیجہؓ کی اولاد میں ہالہ' ہند اور طاہر کا ذکر کرتے ہیں۔ (سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ص ۱۰۹)

"بناش بن زرارہ بن وقدان بن حبیب بن سلامہ بن عدی بن جبروہ بن اسید بن عمرو بن تمیم التمیمی اسدی کے ذکر میں ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ ان کی کنیت ابوہالہ تھی۔ مصعب بن عبداللہ نے ان کا سلسلۂ نسب بناش بن زرارہ تمیمی ابوہالہ از بنو اسید بن عمرو بن تمیم حلیف بنو عبدالدار لکھا ہے۔ ابونعیم نے نباش بن زرارہ کا ذکر مغازی میں کیا ہے اور بعض متأخرین نے انھیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ ابنِ مندہ اور ابونعیم نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ابوموسیٰ نے بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ اور ابنِ مندہ نے اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ یہ اعتراض بلاوجہ ہے۔ ابنِ اثیر کی رائے ہے کہ نباش کو حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی صحبت نصیب نہیں ہوئی کیونکہ وہ حضورِ اکرم (صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم) سے پہلے ہو گزرے ہیں کیونکہ ان کے بیٹے ابوہالہ ہند بن نباش اُمُّ المومنین حضرت خدیجہؓ کے خاوند تھے جو حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے پیشتر فوت ہو چکے تھے۔ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی صحبت نصیب نہیں ہوئی"۔ (اسد الغابہ۔ جلد ۹۔ ص ۳۴)

۲۔ الوفا۔ ص ۱۸۴ / / سیرتِ محمدیہؐ۔ اول۔ ص ۱۹۷ / رسالتمآبؐ۔ ۲۳۹ / سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ دوم۔ ص ۱۱۱' ۱۱۲ / سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۶ / مدارج النبوت۔ دوم۔ ص ۷۹۷ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ اول۔ ص ۱۹۰

۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۹۔ ص ۹۳

۴۔ ماہنامہ "نعت" لاہور۔ اکتوبر ۱۹۹۴۔ سراپائے سرکارؐ۔ حصہ دوم۔ ص ۱۷۔ مضمون حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جسمانی حسن و جمال تحریر محمد بن علوی المالکی استاذ مسجدِ حرام' مکہ۔ مترجم پروفیسر سید اسرار بخاری

حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ

حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر ابوہالہ کے بیٹے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ربیب ہیں۔ (۱) یعنی ان کی پرورش حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کی۔ حضرت ہند کہا کرتے تھے کہ میں عرب میں سے ماں باپ بہن بھائی کی وجہ سے بڑا ہوں۔ میرے باپ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں جو خاتم الانبیا ہیں۔ میری ماں خدیجۃ الکبریٰ ہیں جو اسلام کی سب سے بڑی عورت ہیں۔ میرا بھائی قاسمؓ ہے۔ میری بہن فاطمہؓ ہے جو خاتونِ جنت ہے۔ (۲)

حضرت ہند غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ ان کے بیٹے اور پوتے کا نام بھی ہند تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ غزوہ اُحُد میں بھی موجود تھے اور جنگِ جمل میں حضرت علیؓ کے لشکر میں تھے۔ (۳)

حضرت حسنؓ حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ سے راوی ہیں کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دنیا اور دنیاوی اشیا ناراض نہیں کرتی تھیں۔ جب حق پر تعدّی کی

جاتی تو پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے غیظ و غضب کے آگے کوئی شے ٹھہر نہیں سکتی تھی۔ جب تک کہ اس کا بدلہ نہ لے لیتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ اپنی ذات کے لیے ناراض ہوتے تھے نہ اپنے لیے بدلہ لیتے تھے۔ (۴)

حضرت ہند کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرماتے تھے تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں موجود حاضرین اپنے سروں کو یوں جھکا لیتے، گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ (۵)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثنا کے طرزِ گفتار اور اندازِ کلام کی خبر دو تو انھوں نے فرمایا۔ آپ بلا مقصد و ضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ آپؐ کا سکوت اور خاموشی طویل ہوتی۔ آپؐ کا آغازِ کلام اور اس کا اختتام منہ مبارک کی جانبوں اور کناروں سے ہوتا۔ یعنی ہر کلمہ کی ادائیگی مکمل طور پر ہوتی اور مخارج پر زبان کا اعتماد پوری طرح ہوتا اور آپؐ کا کلامِ مبارک جوامع الکلم پر مشتمل ہوتا۔ یعنی مختصر کلمات ہوتے، مگر معانی و مطالب کے سمندر ایک ایک کلمہ میں سمٹے ہوتے۔ نیز کلمات میں باہمی مناسب فاصلہ ہوتا (تاکہ سامعین اچھی طرح سن سمجھ سکیں اور یاد رکھ سکیں) نہ الفاظ ضرورت سے زیادہ ہوتے اور نہ ادائیگی مقصد میں قاصر (بلکہ حق بلاغت ادا کرتے ہوتے ایسی گفتگو فرماتے کہ بالکل مقصد پر منطبق ہوتی) (۶)

حضرت امام حسین سید الشہدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کی کیا کیفیت ہوتی تھی۔ تو انھوں نے فرمایا۔ آپ کا سارا ضحک تبسم ہی ہوتا تھا اور مسکراتے تو دانت مبارک اولوں کے دانوں کی طرح آبدار اور تروتازہ اور انتہائی سفید اور شفاف نظر آتے"۔ (۷)

حضرت ہندؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شان و شوکت اور بہت ہی جلالت اور ہیبت کے مالک تھے۔ (۸)

صحابۂ کرامؓ میں گنتی کے چند ہی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ

مبارک بیان کرتے تھے۔ ان میں حضرت علیؓ اور حضرت ہند بن ابی ہالہ نے کسی قدر تفصیل سے کام لیا ہے۔ باقی صحابہؓ نے ایک ایک دو باتوں پر ہی اکتفا کیا ہے۔ (۹)

حضرت امام حسنؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماموں ابو عبداللہ ہند بن ابی ہالہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیۂ مبارک کے بارے میں دریافت کیا۔ میری خواہش تھی کہ وہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ایسی باتیں بتائیں جو میں یاد رکھوں۔ چنانچہ حضرت ہند بن ابی ہالہ نے بتایا کہ "حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوبصورت اور پُررعب شخصیت کے مالک تھے۔ آپؐ کا چہرہ اس طرح چمکتا تھا جس طرح چودھویں کی رات کا چاند چمکتا ہے۔ آپؐ ٹھگنے قد والے سے لمبے اور طویل القامت سے چھوٹے تھے۔ (آپؐ کا قد درمیانہ تھا) سر بڑا تھا۔ بال بڑھ جاتے تو کانوں کی لووں تک پہنچ جاتے۔ رنگ سفید تھا اور پیشانی کشادہ تھی۔ بھویں لمبی اور کشادہ تھیں۔ اور درمیان میں پیوستہ نہ تھیں۔ دونوں بھووں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کی حالت میں پھڑکنے لگ جاتی۔ ناک سیدھی (ستواں) تھی۔ جس سے چمک سی اٹھتی معلوم ہوتی۔ داڑھی گھنی، رخسار ہموار، دہانہ ذرا چوڑا اور ہونٹ باہم پیوستہ۔ دانتوں میں باہم فاصلہ تھا۔ گردن لمبی اور چاندی کی طرح سفید تھی۔ بدن کسا ہوا، پیٹ اور سینہ ہموار تھے۔ سینہ چوڑا تھا اور دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ آپؐ کے جوڑ مضبوط تھے۔ روشن اور صاف۔ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک پتلی سی لکیر تھی۔ پیٹ اور پستان بغیر بالوں کے تھے بازوؤں اور کندھوں پر کافی بال تھے۔ سینہ اٹھا ہوا تھا۔ بازو لمبے، ہتھیلی چوڑی اور ہاتھ پاؤں گداز تھے۔ پنجا بڑا تھا۔ آپؐ کے پاؤں کے تلوے زمین سے اٹھے ہوئے نہ تھے۔ دونوں برابر تھے اور ان سے پانی بہ جاتا۔ آپؐ زمین پر آہستہ قدم رکھتے۔ چلتے تو یوں معلوم ہوتا، گویا اترائی سے اتر رہے ہوں۔ تیز قدم اٹھاتے، جب مڑتے تو پوری طرح مڑتے۔ نگاہیں زیادہ تر زمین پر لگی رہتیں"۔ (۱۰)

حضرت ہندؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توجہ فرماتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے، نظر جھکائے رکھتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر جو زمین پر پڑتی وہ آسمان سے بلند ہوئی اور زاویۂ چشم سے دیکھا کرتے تھے۔ (۱۱) "سیرتِ دحلانیہ"

میں لکھا ہے کہ حضرت ہندؓ بن ابی ہالہؓ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے ساتھ شریک تھے اور اسی جنگ میں شہید ہو گئے۔ (۱۲) "شرف النبیؐ" میں ہے کہ یہ طاعون کی بیماری سے فوت ہوئے۔ (۱۳) "سیر الصحابہ" میں بھی لکھا ہے کہ یہ طاعون کی وجہ سے فوت ہوئے۔ ان کی پرورش حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کی تھی۔ (۱۴)

حواشی

۱- اُسُد الغابہ۔ جلد ۹۔ ص ۴۷
۲- شرفُ النبیؐ۔ ۲۰۳
۳- اُسُد الغابہ۔ جلد ۹۔ ص ۴۷ - ۱۳۹
۴- الوفا۔ ص ۴۷۳
۵- ماہنامہ "نعت" لاہور۔ اکتوبر ۱۹۹۳۔ سراپائے سرکارؐ۔ حصہ دوم۔ ص ۲۲
۶- الوفا۔ ص ۵۰۷
۷- الوفا۔ ص ۵۱۸
۸- ماہنامہ "نعت" لاہور۔ اکتوبر ۱۹۹۳ سراپائے سرکارؐ۔ حصہ دوم۔ ص ۲۱
۹- ماہنامہ نظام المشائخ۔ دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ ۱۹۲۹۔ مضمون از عبد الرزاق ملیح آبادی
۱۰- امام ابی الحسن علی الجزری ابنِ اثیر۔ اُسُد الغابہ و فی معرفت الصحابہؓ۔ جلد نہم۔ مترجم از پروفیسر غلام ربانی عزیز۔ مکتبہ نبویہ۔ لاہور۔ ۱۹۷۹ء۔ ص ۴۷ - ۱۳۹ ماہنامہ "نعت" اکتوبر ۱۹۹۳ء حصہ دوم۔ ص ۶،۵
۱۱- ماہنامہ "نعت" لاہور۔ سراپائے سرکارؐ۔ حصہ دوم۔ ص ۱۹
۱۲- سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۵
۱۳- شرف النبیؐ۔ ص ۲۰۳
۱۴- سیر الصحابہ۔ جلد پنجم۔ اسوۂ حسنہ۔ حصہ اول۔ ص ۳۵

حضرت ایمنؓ بن عُبید حبشیؓ

یہ حضرت اُمِ ایمنؓ اور حضرت عبیدؓ حبشی کے بیٹے ہیں۔ عبید حبشیؓ حضرت اُمِ ایمنؓ کے پہلے شوہر تھے۔ ایمنؓ کا نسب (۱) یہ ہے۔ ایمن ابن عبید بن عمرو بن بلال بن ابی الجربا بن قیس بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج۔

حضرت ایمنؓ کی پیدائش کے بعد جلد ہی ان کے والد عبید حبشی فوت ہو گئے تو حضرت اُمِ ایمنؓ مدینہ سے مکہ واپس حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ایمن کے ہمراہ پہنچ گئیں۔ اس طرح حضرت اُمِ ایمنؓ کا بچہ ایک عظیم شخصیت کی سرپرستی میں آگیا۔ ابنِ اسحاق کے مطابق حضرت اِمِ ایمنؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خدمت گاروں میں سے تھے۔ یہ ضرورت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پانی پیش کیا کرتے تھے۔ ابنِ اثیر نے ان کے دو اشعار بھی لکھے ہیں جن میں انھوں نے حضرت عباسؓ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حضرت ایمنؓ بن عبید سے مجاہد اور عطا نے ایک حدیث بھی روایت کی ہے کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ڈھال سے کم قیمت چیز چرانے والے چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم نہیں دیا۔ ایک ڈھال کی قیمت اس زمانے میں ایک دینار تھی۔ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ مجاہد اور علی نے ایمن سے ملاقات نہیں کی۔ بعض روایتوں کے مطابق حضرت ایمنؓ غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے اور شہید ہوئے۔ مگر شہدائے خیبر میں ان کا نام نہیں ملتا۔ البتہ ابنِ اسحاق نے انھیں شہدائے حنین میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ ان آٹھ صحابہ میں سے تھے جو غزوۂ حنین میں شروع سے لے کر آخر تک حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سات جمے رہے اور ان آٹھ میں سے صرف حضرت ایمنؓ شہید ہوئے۔ خالد محمود خالد اپنی کتاب "حیاتِ رسولؐ کے دس دن" میں لکھتے ہیں کہ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آس پاس حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ حضرت علیؓ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ حضرت ابوسفیان بن حارث اور ان کا بیٹا' فضل بن عباس اور ان کا بھائی قثمؓ ربیع بن حارث اور حضرت ایمن بن عبید کے سوا کوئی نہ تھا۔ حضرت عباس بن عبد المطلب نے اپنے قصیدہ میں ایمنؓ کی اس روز کی بہادری اور دلیری کی تعریف کی ہے۔ حضرت ایمنؓ بن عبید کی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ انھوں نے اپنی جان پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے قربان کی۔

ان کی اولاد میں حجاج اور خیبر کا ذکر ملتا ہے۔ ان کا تفصیلی ذکر "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقاء" اور "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن" میں موجود ہے۔

حاشیہ

ا۔ طالب ہاشمی لکھتے ہیں کہ اس نسب کی رو سے وہ خاندان عوف بن خزرج کے فرد ٹھہرتے ہیں۔ اسے خاندان جبلی بھی کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جبلی، سالم بن غنم کا لقب تھا اور اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ اس کا پیٹ بہت بڑا تھا۔ یثرب میں یہ خاندان بہت معزز مانا جاتا تھا۔ مشہور منافق عبداللہ بن اُبَی اسی خاندان سے تھا۔

اس عرصے میں جو خواتین حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملیں

حضرت نفیسہؓ بنتِ منیہ

مودودی ان کا نام نفیسہ بنتِ امیہ لکھتے ہیں۔ (۱) طالب ہاشمی نفیسہ بنتِ منیہ کہتے ہیں۔ (۲) محمد کلیم ارائیں کے نزدیک یہ حضرت خدیجہؓ کی سہیلی تھیں۔ (۳) شیخ محمد رضا حضرت خدیجہؓ کی بہن یا ملازمہ لکھتے ہیں۔ (۴) نفیسہ بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت خدیجہؓ کے ملازم میسرہ کے ہمراہ شام گئے۔ (۵)

حضرت خدیجہؓ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح کی روایت نفیسہ بنت منیہ کے حوالے سے آتی ہے۔ (۶)

ابن سعد نفیسہ بنتِ منیہ کی روایت سے لکھتے ہیں کہ "خدیجہؓ بنتِ خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیؑ اس بزرگی اور برتری کے ہوتے بھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے چاہی تھی، حقیقۃ" ایک عاقبت اندیش، مستقل مزاج اور شریف بیوی تھیں اور اس وقت تمام قریش میں بہ اعتبار خاندان کے سب سے زیادہ شریف، بہ اعتبار عزت کے سب سے بڑی اور بہ اعتبار مال و دولت کے سب سے بڑھ کے تھیں۔ اگر ہو سکتا تو قوم کے جتنے لوگ تھے۔ سب ان کے ساتھ نکاح کرنے کے خواہش مند تھے۔ یہ سب درخواست کر چکے تھے اور سب نے اپنا مال و زر بھی پیش کیے تھے۔ خدیجہؓ کے تجارتی قافلے میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جب شام سے واپس آئے تو چکے سے خدیجہؓ نے مجھے ان کے پاس بھیجا اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حضرت خدیجہؓ کے نکاح کی بات کی"۔ (۷) طالب ہاشمی لکھتے ہیں کہ نفیسہ بنتِ منیہ نے حضرت خدیجہؓ کی شادی میں "رابطہ" یا "پیغام رساں" کا فرض انجام دیا۔ (۸) نفیسہ کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شام کے سفرِ تجارت سے واپس

تشریف لائے تو جتنا منافع دوسرے لوگ حضرت خدیجہؓ کو لا کر دیتے تھے' اس سے دوگنا منافع حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کو دیا۔ (۹)

مودودی لکھتے ہیں کہ حضرت نفیسہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئیں۔ (۱۰) نفیسہ یعلیٰ بن منیہ کی بہن تھیں۔ (۱۱)

حضرت یعلیٰؓ بن منیہ مہاجرین میں سے ہیں۔ منیہ ان کی والدہ ہیں۔ یہ ماں کی طرف سے منسوب ہیں۔ منیہ عتبہ بن غزوان کی پھوپھی ہیں اور ان کا نسب یہ ہے کہ منیہ بنتِ حرث بن جابر جو خاندان بنی عازن بن منصور سے ہیں۔ ان کے باپ کا نام امیّہ بن ابی عبیدہ ہے جو خاندان زید بن مالک بن حنظلہ میں سے تھے۔ حضرت یعلیٰ اپنے بیٹے کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اس کی بیعتِ ہجرت لینے کی فرمائش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یعلیٰ بن منیہ کو یمن کا حاکم مقرر کیا تھا۔ ان کی بیویوں میں حضرت زبیر بن عوّام اور ابولہب کی بیٹیاں شامل تھیں۔ جب جنگ جمل کا زمانہ آیا تو انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ایک اونٹ دیا۔ جس کا نام "عکرہ" تھا۔ وہی حضرت عائشہ کا اونٹ کہلایا۔ انھوں نے نوّے آدمیوں کا سامان جنگ خود اکٹھا کیا۔ جب حضرت علیؓ کو ان لوگوں کے بصرہ پہنچنے کی خبر ملی تو کہنے لگے "میں سب سے بہادر کے ساتھ آزمائش کیا گیا ہوں اور وہ زبیر بن عوّام ہیں اور سب سے زیادہ بیان کرنے والے کے ساتھ اور وہ طلحہؓ ہیں اور سب سے زیادہ مالدار کے ساتھ اور وہ یعلیٰ ہیں اور ایک ایسے شخص کے ساتھ جس کے لوگ سبھوں سے بڑھ کر تابعدار ہیں اور وہ عائشہؓ ہیں۔ یعلیٰ بن منیہ کا ایک بیٹا عبداللہ بن یعلیٰ تھا جو مکہ کے قریب ملیث کے مقام پر رہتا تھا۔ وہ شاعر تھا۔ اس نے اپنی بیوی پر مرثیہ بھی لکھا تھا"۔ (۱۲)

حواشی

۱- سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ دوم۔ ص ۱۱۳ حاشیہ
۲- طالب ہاشمی۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۵۷۴

۳- سرورِ عالمؐ کے سفرِ مبارک۔ ص ۳۶
۴- محمدؐ رسولُ اللہ۔ ص ۳۳
۵- الوفا۔ ص ۱۸۱
۶- نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۔ ص ۵۱۸
۷- طبقاتِ ابنِ سعد۔ اول۔ ص ۲۰۳' ۲۰۴
۸- تذکارِ صحابیات۔ ص ۵۷۴
۹- ایضاً۔ ص ۵۷۵
۱۰- سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۳ حاشیہ
۱۱- الوفا۔ ص ۱۸۱
۱۲- کتابُ المعارف۔ ص ۲۸۲

اُمِّ زفرؓ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن اُمِّ زفرؓ جو حضرت خدیجہؓ کی مشاطہ تھیں۔ ہمارے ہاں آئیں تو آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا بہت اعزاز کیا اور فرمایا۔ کہ یہ خدیجہؓ کے سامنے ہمارے گھر آیا کرتی تھیں۔ (۱) ابنِ اثیر لکھتے کہ ام زفر اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کی نائن تھیں اور عمر رسیدہ حبشن تھیں۔ یہ حضرت خدیجہؓ کے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھیں۔ عطاء نے ابو رباح سے روایت کی کہ ابنِ عباس نے مجھے کہا کہ کیا میں تمہیں ایک جنتی عورت دکھاؤں' میں نے کہا ضرور دکھائیے۔ انھوں نے کہا' یہ حبشن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آئی تھی اور کہنے لگی یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں ننگی ہوجاتی ہوں میرے لیے دعا فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اگر تو راضی برضا رہے تو جنت عطا ہوگی اگر نہیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تجھے شفا بخشے گا۔ انھوں نے کہا کہ میں راضی ہوں مگر یہ دعا ضرور کریں کہ جب مرگی کا دورہ پڑے تو میرے جسم کپڑا سے نہ ہٹے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمائی۔ (۲) ۔ علامہ جلال الدین سیوطی بھی یہی واقعہ

لکھتے ہیں اور نام سعیرہؓ الاسدیہ کہتے ہیں۔ (٣) ۔ ابن اثیر کے مطابق ابن مندہ وغیرہ نے ان کا نام شیرہؓ اور جعفر بن مستغفری نے سعیرہؓ لکھا ہے۔ (٤) اظہر محمود نے اپنی کتاب "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقاء میں یہی واقعہ درج کیا ہے مگر اس میں مریض حبشی خاتون کا نام سعیرہؓ ہے"۔ (٥) ابنِ جریج کا قول ہے کہ انھیں عطاء نے بتایا کہ میں نے ام زفرؓ کو دیکھا وہ ایک طویل القامت حبشن تھیں۔ جنھیں میں نے کعبے کی سیڑھی پر دیکھا۔ نیز عبدالکریم نے حسن سے روایت کی کہ انھوں نے لوگوں سے سنا کہ ایک دیوانی عورت تھی۔ جس کے بھائی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور صورتِ حال بیان کی۔ فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو میں دربارِ خداوندی میں دعا کرتا ہوں' وہ ٹھیک ہو جائے گی لیکن اگر وہ موجودہ حالت میں رہنے کو تیار ہو تو وہ آخرت کے حساب کتاب سے بچ جائے گی۔ جب بھائیوں نے بہن کو بتایا تو اس نے کہا مجھے اسی حال میں رہنے دو۔ ابن اثیر مزید لکھتے ہیں کہ ابنِ عباس اور ابنِ جریج کی ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں خواتین ایک ہیں اور وہ حدیث جسے ابو موسیٰ نے اس ترجمے میں ابنِ جریج سے روایت کیا ہے۔ اسے ابو عمر نے پہلے ترجمے میں بیان کیا ہے۔ لیکن' ان کے اس قول سے کہ یہ خاتون حضرت خدیجہؓ کے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آتی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اولُ الذکر سے مختلف ہیں۔ اور یہ کہ انھیں مرگی کا دورہ بعد میں پڑنا شروع ہو گیا ہو۔ (٦)۔

حواشی

١۔ رسالتمآبؐ۔ ص ٢٤٢
٢۔ اسد الغابہ۔ جلد ١٠۔ ص ٣٠٠
٣۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقاء۔ ص ١٠٠
٤۔ ایضاً"۔ ص ١٠٠
٥۔ اُسد الغابہ۔ جلد ١٠۔ ص ١٣٧
٦۔ اُسد الغابہ۔ جلد ١٠۔ ص ٣٠٠، ٣٠١

حضرت اُمِ ایمنؓ

ان کے حالات کسی قدر تفصیل کے ساتھ باب "حضرت خدیجہؓ سے نکاح" میں لکھے جا رہے ہیں۔

حضرت حسانہؓ

ان کا نام جثامہ تھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا نام جثامہ سے بدل کر حسانہؓ بنا دیا۔ یہ خاتون امّ المومنین حضرت خدیجہؓ کی سہیلی تھیں۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے بہت مروّت سے پیش آتے تھے۔ اور اسے پاس داری عہد کا نام دیتے تھے جو اہلِ ایمان کی علامت ہے۔ (١)

ابنِ اثیر کے مطابق عمر بن محمد بن طبرزد نے ابن البناء سے انھوں نے ابو محمد جوہری سے انھوں نے ابو بکر بن مالک سے انھوں نے محمد بن یونس سے انھوں نے ابو عاصم سے۔ انھوں نے صالح بن رستم سے۔ انھوں نے ابن ابی ملیکہ سے اور انھوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بڑھیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملنے آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو۔ کہنے لگیں۔ جثامہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ جثامہ نہیں' بلکہ حسانہ ایک روایت کے مطابق ان کا نام حسانہؓ فرمایا۔ اور پوچھا کہ کہو ہمارے آنے کے بعد تم لوگوں پر کیا بیتی۔ اس نے عرض کی خیریت ہی رہی یا رسولُ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم۔ (٢)

حضرت حسانہؓ کے جانے کے بعد حضرت عائشہؓ نے گزارش کی یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم یہ بڑھیا کون تھیں۔ جس میں آپؐ نے اتنی دل چسپی لی اور اتنی مہربانی اور شفقت کا اظہار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہ بڑھیا خدیجہؓ کی دوست تھی۔ اور ان سے ملنے کے لیے اکثر آیا کرتی تھیں۔ اور یہ حسنِ عہد شرطِ ایمان ہے۔ ابو عمر اور ابو موسیٰ نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ثابت نے انسؓ سے روایت کی

ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی تحفہ بھیجنے کا ارادہ فرماتے تو حکم دیتے کہ جاؤ۔ فلاں چیز فلاں خاتون کو دے آؤ کیونکہ وہ خدیجہؓ کی سہیلی تھی یا وہ خدیجہؓ سے پیار کرتی تھی۔ (۳)

حواشی

۱۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۷۱، ۷۲

۲۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۵۷

۳۔ ایضاً۔ ص ۷۲

حضرت حلیمہؓ سعدیہ

ان کے حالات "حضرت خدیجہؓ سے نکاح" کے باب میں درج ہیں۔

حضرت ثویبہؓ

حضرت ثویبہؓ بنیادی طور پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامراد چچا ابولہب کی لونڈی تھی۔ ابولہب نے اپنے بھتیجے کی پیدائش کی اطلاع دینے پر انھیں آزاد کر دیا تھا۔ حضرت حلیمہؓ سعدیہ کے آنے تک حضرت ثویبہؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ بھی پلایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ثویبہؓ کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ ابن سعد کے مطابق جب تک حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں رہے، ثویبہؓ کو انعام و اکرام سے نوازا کرتے۔ اور ہجرتِ مدینہ کے بعد جب تک ثویبہؓ زندہ رہیں۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لیے مدینہ تشریف لایا کرتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مدینہ تشریف لانے کے بعد انھیں مکہ میں تحائف بھیجا کرتے۔ حضرت خدیجہؓ بھی ان کا بہت احترام کرتیں کیونکہ یہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی ماں تھیں۔ ان کی وفات کی خبر سن کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگین ہو گئے۔ حضرت ثویبہؓ کے حالات تفصیل

کے ساتھ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن" میں درج ہیں۔

حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد

حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار چچا حضرت ابوطالبؓ کی بیوی ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب کی بھتیجی تھیں اور حضرت فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساس تھیں۔ ان کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش میں حصہ ہے۔ یہ وہ خاتون ہیں جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرپرستوں میں زیادہ تر آپؐ کے ساتھ رہیں کیونکہ ان کے گھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہا کرتے تھے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماں جیسی محبت کرتیں۔ بہت شفیق خاتون تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "اُمّی بَعدَ اُمّی" فرمایا۔ ان کی وفات کی اطلاع ملی تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ میری والدہ کے احترام میں اٹھ جاؤ۔ جنازے کو کندھا دیا، خود قبر میں اترے، اپنے دستِ مبارک سے مٹی نکالی اور اس میں لیٹ، ان کی قبر کی کشادگی کی دعا مانگی اور ان کے کفن کے لیے اپنی قمیص دی۔ ان کا تفصیلی ذکر سیرتِ پاک کی پہلی جلد "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن" میں موجود ہے۔

حضرت خدیجہؓ بنتِ خویلد

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں سب سے پہلی خاتون حضرت خدیجہؓ الکبریٰ ہیں۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریک تجارت بھی ہیں۔

نام و نسب

اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ بنتِ خویلد قریش کے ایک معزز خاندان بنی اسد کی

مقدس خاتون تھیں۔ (۱) بنی اسد اپنی شرافت و نجابت اور کاروباری معاملات میں اپنی ایمانداری اور راست روی سے شہرت رکھتا تھا۔ (۲) حضرت خدیجہؓ کا خاندان مکہ میں معزز اور دولتمند تھا۔ دارالندوہ انھیں کا تھا۔ بیئر بنی اسد مشہور کنواں تھا جو اہلِ مکہ کے پانی کا ذریعہ تھا۔ (۳) حضرت خدیجہؓ کا نسب یہ ہے۔ حضرت خدیجہؓ بنتِ خویلد بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیّ بن کلاب بن مرہ۔ (۴) حضرت خویلد ایک کامیاب تاجر تھے۔ حضرت خدیجہؓ کی والدہ کا نام فاطمہ بنتِ زائدہ تھا اور ان کا تعلق بنو عامر بن لوی سے تھا۔ (۵)

حضرت خدیجہؓ کا نسب قصیّ سے جا ملتا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جدِ اعلیٰ تھے۔ اس طرح حضرت خدیجہؓ اور آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباؤ اجداد ایک ہی ہیں۔ (۶) ان کا اصل نام خدیجہؓ اور کنیت امِ ہند تھی اور "طاہرہ" کے لقب سے مشہور تھیں۔ (۷)

حضرت خدیجہؓ کے والد خویلد بن اسد تھے۔ یہ اپنے قبیلہ بنی اسد میں بڑی باعظمت شخصیت کے مالک تھے۔ خویلد بن اسد اپنے قبیلہ سے مکہ آئے اور یہیں مستقل رہائش اختیار کر لی اور بنو عبدالدار کے حلیف بنے۔ خویلد کا پیشہ تجارت تھا۔ تجارت کی وجہ سے ہی وہ قبائل بنی تیم اور بنی کعب میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور اپنے ایثار کی وجہ سے تمام قبیلہ قریش میں ہردلعزیز تھے۔ یہ خاندان اپنی شرافت و نجابت اور کاروباری معاملات میں اپنی ایمانداری اور راست بازی سے عزت و شہرت کے بلند مقام پر فائز تھا۔ (۸) امُ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کی والدہ کا نام فاطمہ بنتِ زائدہ بن الاصم بن رواحہ۔ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر۔ فاطمہ کی ماں کا نام ہالہ بنت عبد مناف بن الحارث بن عمرو بن منقذ بن عمرو بن معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر۔ ہالہ کی والدہ کا نام قلابہ بنت سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھیص بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھا۔ (۹) (۱۰)

حضرت خدیجہؓ کے چار بہن بھائی تھے۔ دو بہنیں ہالہ اور رقیقہ اور دو بھائی حزام اور عوام۔ حزام بن خویلد سب سے بڑے تھے۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ پیدا ہوئیں۔ (۱۱)

حضرت خدیجہؓ کا کاروبارِ تجارت

حضرت خدیجہؓ کے والد خویلد بہت بڑے اور مشہور تاجر تھے۔ حضرت خدیجہؓ کے والد نے اپنے بڑھاپے کی وجہ سے اپنی تجارت کے وسیع انتظام کو اپنی بیٹی خدیجہؓ کے سپرد کر کے خود گوشہ نشین ہو گئے اور کچھ عرصے کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ کاروبار حضرت خدیجہؓ کے سپرد کرنے کی ایک وجہ طالب ہاشمی یہ بتاتے ہیں کہ خویلد کی کوئی اولادِ نرینہ زندہ نہیں تھی۔ حضرت خدیجہؓ نے تمام کاروبار کو نہایت احسن طریقے سے جاری رکھا اور ان کی تجارت نہ صرف شام بلکہ دوسری اطرافِ یمن تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت خدیجہؓ نے اس وسیع کاروبار کو چلانے کے لئے ایک بہت بڑا عملہ رکھا ہوا تھا جو متعدد عرب، یہودی اور عیسائی ملازموں اور غلاموں پر مشتمل تھا۔ (۱۲) حضرت خدیجہؓ اجرت یا شراکت پر تاجروں کے ہمراہ اپنا مالِ تجارت بھیجا کرتی تھیں۔ (۱۳) اس طرح جو منافع ہوتا وہ آدھا آدھا کر لیا جاتا۔ (۱۴) ابنِ ہشام کے مطابق حضرت خدیجہؓ اپنا مال دے کر لوگوں کو شرکا کے لیے ایک حصہ مقرر کر دیتیں۔ (۱۵) وہ بہت مالدار تھیں۔ (۱۶) شبلی لکھتے ہیں کہ جب اہلِ مکہ کا قافلہ تجارت کے لئے روانہ ہوتا تو صرف حضرت خدیجہؓ کا سامان تمام قریش کے سامان کے برابر ہوتا تھا۔ (۱۷)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک کامیاب تاجر کی حیثیت سے مشہور تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی میں درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں اپنا شریکِ تجارت بنا لیا اور ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ شام کا سفر کیا۔ اس سلسلے میں مزید معلومات میری کتاب "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معاشی زندگی" میں موجود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نکاح

یکے بعد دیگرے یہ دو بار بیوہ ہوئیں تو پھر بھی قریش کے بہت سے سرداروں ۔نے ان سے شادی کرنا چاہی مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ (۱۸) شام کے سفر کے حالات اور تفصیلات حضرت خدیجہؓ کو ان کے ملازم میسرہ نے سنائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم کا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حسن سلوک سے آگاہ کیا۔ (۱۹) حضرت خدیجہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خود نکاح کا پیغام بھجوایا۔ (۲۰) ابنِ اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے خود حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے براہِ راست بات کی اور کہا کہ اے ابنِ عم آپؐ سے میری قرابت بھی ہے اور میں آپؐ کی امانت و صداقت اور حسنِ خلق اور شرافتِ نسبی اور اوصافِ حمیدہ کی وجہ سے یہ چاہتی ہوں کہ آپؐ سے شادی کر لوں۔ (۲۱) سید معراج جامی لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حضرت خدیجہؓ سے نکاح ماہ جمادی الاول کی ۱۹ تاریخ دو شنبہ کے دن ہوا۔ (۲۲)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالبؓ نے خویلد بن عمرو بن اسد سے رشتہ طلب کیا۔ انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا۔ (۲۳) اس موقع پر حضرت ابوطالبؓ نے خطبہ نکاح پڑھا۔ (۲۴) یہ حضرت خدیجہؓ کا اس سے پہلے ابوہالہ بن زراہ سے نکاح ہوا تھا اور اس کی وفات کے بعد عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے نکاح ہوا۔ یہ بھی فوت ہو گئے تھے۔ (۲۵)

پہلی مسلمان

تمام اربابِ سِیَر اس بات پر متفق ہیں کہ تمام مردوں اور عورتوں میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں۔ اس کے بعد تمام مرد و عورت ایمان لائے۔ (۲۶) عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دی تو ہر قبیلہ میں سے کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس دعوت کو قبول کیا۔ ابن اسحاق کے بھی لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ وہ سب سے پہلے ایمان لائیں"۔ (۲۷)

دعوتِ حق میں شریک

حضرت خدیجہؓ کی شخصیت اپنے خاندان اور قبیلے میں نہایت قابلِ احترام اور لائق اعتماد تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوتی اور تبلیغی مساعی میں حضرت خدیجہؓ کی ولولہ انگیز اور جانثارانہ رفاقت و اعانت برابر رہی۔ اسلام کے ابتدائی دور

میں حضرت خدیجہؓ کے قبیلۂ بنی اسد سے حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیرؓ بن عوام اور حضرت خدیجہؓ کے دوسرے بھائی کے بیٹے خالد بن حزام، اسود بن نوفل اور عمرو بن امیّہ نے اسلام قبول کیا۔ (۲۸)

شروع کے تین سالوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خفیہ طریقے سے دعوتِ حق پھیلاتے رہے اور انتہائی اعتماد کے قریبی دوستوں میں کام کرتے رہے۔ اس مہم میں اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کی پرجوش اعانت اور باوقار رفاقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہی۔ ابتدا میں مسلمان ہونے والوں کی تعداد مودودی ۱۳۳ لکھتے ہیں جن میں ۲۷ خواتین تھیں۔ ان خواتین میں حضرت خدیجہؓ کے علاوہ حضرت اسماء بنتِ عمیس، صفیہ بنتِ عبدالمطلب، اروی بنتِ عبدالمطلب، سلہ بنتِ سہیل، اروی بنتِ کریز، امیمہ بنتِ خلف، امِ حبیبہ بنتِ ابوسفیان، اسما بنتِ ابوبکر، امِ رومان، معیہ بنتِ الحضرمی، شفا بنتِ عوف، رملہ بنتِ ابی عوف، فاطمہ بنتِ خطاب، لیلیٰ بنتِ ابی حشمہ، فاطمہ بنتِ مجلل، امِ سلمہؓ، اسماء بنتِ سلامتہ، اُمِ کلثوم بنتِ سہیل، سودہ بنتِ زمعہ، امِ ایمن، بنتِ ثعلبہ، زنیرہ رومیہ، حمامہ، لبیبہ، ام عیس، سمیہ اور کیہ بنت یسار شامل ہیں۔ (۲۹)

شعبِ ابی طالب اور خدیجہؓ

۷ نبوی میں مشرکینِ قریش نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعبِ ابی طالب میں محصور کیا تو اس مشکل اور صبر آزما دور میں حضرت خدیجہؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ شریک تھیں۔ اور تین سال تک اس محصوری میں بڑے صبر اور حوصلے سے کام لیا۔ (۳۰) اور حق کی راہ میں آنے والی تمام تکلیفیں اور پریشانیاں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رِضا اور خوشنودی کی خاطر ہر دکھ اور پریشانی کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ (۳۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضرت خدیجہؓ سے محبت

تمام سیرت نگاروں کے مطابق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے

شادی کے وقت حضرت خدیجہؓ بنتِ خویلد کی عمر چالیس برس تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کی آپس میں اس قدر محبت تھی کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انھیں تمام عمر یاد کرتے رہے۔ (۳۲) یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبوب بیوی تھیں۔ (۳۳) ان کی پسندیدہ شخصیت و سیرت، ان کے وفادارانہ طرزِ عمل اور دلنشین عادات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل میں محبت و انسیت اور وابستگی اور وارفتگی کا ایک ایسا لطیف اور گہرا نقش ثبت کر دیا تھا (۳۴) کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی زندگی میں دوسری شادی نہ کی۔ (۳۵) جب وہ فوت ہوئیں تو خود قبر میں اترے۔ (۳۶) اکثر انھیں یاد فرماتے اور تعریف کرتے۔ (۳۷) حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد جب بھی قربانی کرتے تو ان کی سب سہیلیوں کو پہلے بھجواتے اور بعد میں کسی اور دیتے۔ (۳۸) جب ان کا کوئی رشتہ دار آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی بے حد خاطر مدارات فرماتے۔ (۳۹)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بڑی مدت تک حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ معمول رہا کہ گھر سے باہر جانے سے پہلے حضرت خدیجہؓ کا ذکر نہایت اچھے الفاظ سے کرتے اور اسی طرح جب گھر میں تشریف لاتے تو ان کی تعریف اور تحسین فرماتے۔ (۴۰)

ابن ابو ملیکہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بار ایک بُوڑھیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ فرمایا کون ہے۔ اس نے عرض کی میں جثامہ مزنیہ ہوں۔ فرمایا تم جثامہ نہیں بلکہ حسانہ ہو۔ پھر بڑی توجہ اور مہربانی سے اس کی اور اس کے اہل خاندان کی خیریت دریافت فرمائی۔ اس نے خیر و عافیت بیان کی اور چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم) یہ بڑھیا کون تھی جس میں آپ نے اتنی دلچسپی لی اور اتنی مہربانی اور شفقت کا اظہار فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہ بڑھیا حضرت خدیجہؓ کی سہیلی تھی اور ان سے ملنے کے لئے اکثر آیا کرتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حسانہ سے مروت سے پیش آئے اور اس پاس داری عہد کا

نام دیا کرتے جو اہلِ ایمان کی علامت ہے۔ (۴۱)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ مجھے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازواج میں سے کسی کے ساتھ اتنا جلاپہ نہ تھا جتنا کہ خدیجہؓ بنت خویلد کے خلاف تھا۔ حالانکہ وہ مجھ سے پہلے گزر چکی تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کا ذکر نہایت عمدہ الفاظ سے کیا کرتے تھے اور جب بھی کوئی جانور ذبح کرتے تو خدیجہؓ کی سہیلیوں کو ان کا حصہ بھجوایا کرتے تھے۔ (۴۲) حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "چار عورتوں کو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت ہے۔ مریم بنتِ عمران، آسیہ زوجۂ فرعون، خدیجہؓ بنتِ خویلد اور فاطمہ بنتِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)"۔ (۴۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے متعلقین سے محبت

حضرت خدیجہؓ نہ صرف حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بلکہ ان سے متعلقین سے بھی بہت محبت کرتی تھیں۔ مثلاً" حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے چار پانچ ساہ حضرت علیؓ کو اپنی پرورش اور کفالت میں لے لیا تو حضرت خدیجہؓ نے ان کو امتا اور پیار دیا۔ (۴۴) امِ فاروق لکھتی ہیں کہ غارِ حرا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کھانا حضرت خدیجہؓ پہنچایا کرتی تھیں۔ (۴۵)

خصوصیات خدیجہؓ

حضرت خدیجہؓ نہایت اعلیٰ اوصاف کی مالکہ تھیں۔ یہ قریش میں اپنی عفت اور پاکیزہ سیرت کی وجہ سے "طاہرہ" کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان کی دانائی اور فہم و فراست اور اخلاق و اوصاف کے لحاظ سے ان کا احترام کیا جاتا تھا۔ خدا تعالیٰ نے انھیں نہایت حسین و جمیل بنایا تھا۔ (۴۶)

آپؓ وہ عدیم النظر رفیقۂ حیات تھیں۔ جنھوں نے اپنے نامور شوہر اور عظیم آقا کے قدموں میں صرف جان و دل کا نذرانہ ہی پیش نہیں کیا تھا بلکہ اپنی دولت و ثروت کے خزینے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی رِضا جوئی کے لیے بصد مسرت نچھاور کر دیے تھے۔ جس نے اپنی پچیس سالہ ازدواجی زندگی کا ہر لمحہ حضور (صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم) کی راحت و آرام کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ جب بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کوئی کٹھن گھڑی آئی تو یہ خاتون بڑی عالی حوصلگی سے آگے بڑھیں اور اپنی فرزانگی اور عقل مندی سے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا سہارا بنی"۔ (۴۷)

"حضرت خدیجہؓ نہایت عقلمند اور ذہین، پاکباز خاتون تھیں۔ (۴۸) "اصح السیر" میں ہے کہ ابتدا میں جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی معاون نہ تھا۔ جس وقت ہر طرف مخالفت تھی اس وقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تسکین کا باعث تھیں۔ (۴۹)

ابراہیم سیالکوٹی سر ولیم میور کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "آپؓ عقل و تمیز اور نیکی کی بہت اہم بخششوں اور فیاض دل کی جامع تھیں اور اگرچہ آپؓ درمیانہ عمر سے کچھ اوپر ہونے کی وجہ سے قدرے نرم پڑ گئی تھیں تاہم خوبصورت اور جاذب خدوخال رکھتی تھیں۔ قریش کے نامور شرفا ان جواذب سے بے خبر نہ تھے"۔ (۵۰)

حضرت خدیجہؓ نے زندگی بھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کبھی آزردہ نہیں کیا اور نہ ایسا عمل اختیار کیا کہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل مبارک پر ملال کا غبار آئے۔ (۵۱)

شوہر کی خدمت اور مشاورت

حضرت خدیجہؓ ۲۵ برس تک حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ رہیں اور ان ۲۵ برسوں میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مشیر اور وزیر رہیں۔ (۵۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے پناہ محبت کرتیں۔ یہ سب سے پہلے اپنے پیغمبر شوہر پر ایمان لائیں۔ (۵۳) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت میں سب مصائب و مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتیں۔ ہر معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مونس و غم خوار رہیں۔ (۵۴)

اہلِ سِیَر بیان کرتے ہیں کہ کفارِ قریش کی تکذیب سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو غم و اندوہ اور تکلیفیں اٹھاتے وہ سب حضرت خدیجہؓ کو دیکھتے ہی ختم

ہو جاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خوش ہو جاتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت خدیجہؓ کے پاس جاتے تو وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاس خاطر فرماتیں جس سے ہر مشکل آسان ہو جاتی۔ (۵۵)

"اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ نے عمر بھر مہر و اخلاص، محبت و مروت، پاک نفسی، اور قوتِ ایمانی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھرپور حمایت کی۔ مشکلات و آلام کا جب ہجوم ہوتا تو یہ خدیجہؓ ہی تھیں جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو تسلی دیتی رہتیں، جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر اضطراب اور بے چینی کی کیفیت طاری ہوتی تو سیدہ خدیجہؓ اپنی محبت و خلوص میں ڈوبی ہوئی باتوں سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا غم غلط کرتی رہتیں۔ مرحومہ کی شخصیت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لیے بہت کچھ تھی"۔ (۵۶)

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے اسوۂ حسنہ سے خواتین کے لیے شوہر کی خدمت کرنے اور ہر مشکل وقت میں اس کا ساتھ دینے اور اس کو بہترین مشوروں سے نوازنے کا سبق ملتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ انتہائی امیر ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت خود کیا کرتی تھیں۔ (۵۷)

جب ساری دنیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت کرتی تھیں تو اس موقع پر حضرت خدیجہؓ آپؐ کے ہمراہ نوافل ادا کیا کرتی تھیں۔ جب شعبِ ابی طالب میں محصوری کا وقت آیا تو بھی انھوں نے انتہائی صبر و حوصلے سے تین سال گزارے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے حضرت خدیجہؓ کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ خدا کی قسم! مجھے خدیجہؓ سے اچھی بیوی نہیں ملی۔ وہ ایمان لائی، جب سب لوگ کافر تھے، اس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے اپنا زر و مال مجھ پر قربان کر دیا جب دوسروں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ نے اس کے بطن سے مجھے اولاد دی۔ (۵۸)

امورِ خانہ داری اور حضرت خدیجہؓ

آج کل کی خواتین اپنے گھر کا کام خود نہیں کرتیں بلکہ اس کے لیے ملازم

رکھے جاتے ہیں اور گھروں میں ملازم رکھنا اور ان سے کام کروانا باعثِ فخر سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر اُمّہاتُ المومنین کے اسوہ حسنہ کو دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ وہ اپنے گھر کا کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں مثلاً حضرت خدیجہؓ امورِ خانہ داری کو نہایت سلیقہ مندی سے نبھاتی تھیں۔ (۵۹) اور اپنے گھر کا کام کاج خود ہی کیا کرتی تھیں۔ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ اولاد پر بہت مہربان تھیں اور امورِ خانہ داری سے کماحقہ، واقف تھیں اور گھر کا انتظام بہت اچھا کرتی تھیں۔ ان کی انھی خوبیوں کا احساس فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حق میں "كَانَتْ أُمُّ الْعِيَالِ وَ زِينَتُ الْبَيْتِ" کہا تھا۔ (۶۰)

عبادت

اسلام میں عبادت کی اہمیت تو اظہر من الشمس ہے اور یہ ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور ظاہر ہے کہ امہاتُ المومنین سے زیادہ عبادت کے فرائض کون ادا کر سکتا ہے۔ تمام امہاتُ المومنینؓ متقی و پرہیزگار تھیں۔ حضرت خدیجہؓ تو اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر نماز پڑھا کرتی تھیں جس وقت تمام عرب شدید مخالفت کر رہا تھا۔ (۶۱)

اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وفاشعار اور خدمت گزار زوجہ کی پُرخلوص خدمت کو شرف قبولیت سے نوازا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت جبریلؑ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسولُ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم۔ یہ خدیجہ ہیں جو ایک برتن لے کر آ رہی ہیں۔ اس برتن میں سالن ہے۔ جب وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوں تو ان کو ان کے ربِ کریم کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پہنچائیں اور یہ خوشخبری بھی سنائیں کہ اللہ تعالیٰ نے موتیوں سے بنا ہوا ایک محل جنت میں ان کو عطا فرمایا ہے۔ جس میں کسی قسم کا شور ہو گا نہ پریشانی۔ (۶۲)

حضرت خدیجہؓ کی سخاوت

اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ نے خدا اور اس کے دین کے لئے اپنے مال کو

خرچ کیا اور ان جتنا کوئی بھی خرچ نہ کر سکا۔ (۶۳) وہ بہت فیاض، مخیّر اور کریم النفس خاتون تھیں۔ حضرت خدیجہؓ یتیموں، بیواؤں، شہر کے نادار افراد اور غیر ملکی مسافروں، حاجت مندوں جو مکہ سے گزرتے تھے اور دوسرے مستحق افراد سے بھی مہربانی کا سلوک رکھتی تھیں۔ (۶۴) حضرت خدیجہؓ بنتِ خویلد نے اپنی تمام دولت یتیموں، بیواؤں، بے کسوں اور حاجت مندوں کے لئے وقف کر دی۔ (۶۵)

پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں کہ جس روز نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انھیں اپنے منصبِ نبوت پر فائز ہونے کی اطلاع دی آپؓ اسی روز ایمان لے آئیں اور اسی دن سے اپنی دولت اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے خرچ کرنا شروع کر دی اور تادمِ واپسیں بڑی فیاضی سے اس روش پر قائم رہیں۔ مسلمانوں میں دو ہستیاں ایسی گزری ہیں جنھوں نے اپنی ساری دولت دعوتِ اسلامیہ کی ترقی کی راہ میں خرچ کر ڈالی۔ وہ دو ہستیاں حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ (۶۶)

ابوامامہ النقاش سے روایت ہے کہ خدیجہ کی سبقت، اول اسلام میں ان کی تاثیر اور دین۔ خدائے قیام و نصرت اور اس کی تقویت میں اپنے مال کو خرچ کرنے میں ہے۔ کوئی ایک بھی اس میں ان کا شریک نہیں ہے۔ نہ حضرت عائشہؓ اور نہ کوئی امہات المؤمنین۔ (۶۷)

مہمان نواز

حضرت خدیجہؓ بنتِ خویلد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی والدہ حلیمہؓ سعدیہ سے نہایت عزت و احترام سے پیش آتیں۔ حضرت حلیمہؓ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے مکہ میں تشریف لایا کرتی تھیں۔ (۶۸) دیہات کی نسبت شہروں میں مہمان کی خاطر مدارات کرنا مشکل کام ہے۔ خصوصاً بڑے بڑے شہروں میں۔ لیکن مہمان خدا کی رحمت ہوتے ہیں، اس لئے ان کی آؤ بھگت کرنا ضروری ہے۔ اُمہات المؤمنینؓ کے اسوہ حسنہ سے بھی یہ بات ملتی ہے کہ وہ مہمانوں کی خوب خاطر کیا کرتی تھیں۔ اس لئے خواتین کو چاہیے کہ وہ ایک طرف تو اپنی دیگر ضروریات زندگی کو خوش اسلوبی سے نبھائیں، تو دوسری طرف مہمانوں کی آؤ بھگت میں بھی کوئی

کی نہ رہنے دیں۔

اولاد

ابنِ اسحاق، ابنِ ہشام، طبری، ابنِ سعد، کلبی، ابنِ عبدالبر اور علامہ ابنِ حزم اس پر متفق ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد میں دو لڑکے اور چار بیٹیاں تھیں۔ صاحبزادوں میں قاسم اور عبداللہ اور صاحبزادیوں میں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ شامل ہیں۔ (۶۹) حافظ افروغ لکھتے ہیں کہ حضرت قتادہؓ کے قول کے مطابق حضرت خدیجہؓ کے پہلے خاوند عتیق سے کوئی اولاد نہ تھی اور دوسرے شوہر ابوہالہ سے تین لڑکے، ہند، ہالہ اور طاہر پیدا ہوئے۔ (۷۰)

عام الحزن

حضرت خدیجہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہلی بیوی تھیں اور یہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے فوت ہوئیں۔ (۷۱)

ابنِ اسحاق لکھتے ہیں کہ امُ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کی وفات حضرت ابوطالبؓ کے بعد اسی سال کے دوران میں ہوئی اور ان سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بے حد درجہ متاثر تھے۔ امُ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کا وجود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے از بس غنیمت تھا کیونکہ وہ بڑی تجربہ کار اور بارسوخ خاتون تھیں۔ ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ کا قول ہے کہ حضرت خدیجہؓ ہجرت سے پانچ برس یا چار برس پہلے فوت ہوئیں۔ حضرت عروہ اور قتادہ کے مطابق ان کا انتقال ہجرت سے تین برس پہلے ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ حضرت ابوطالب کی وفات کے تین دن بعد فوت ہوئیں۔ ان کی وفات کے بعد رمضان میں ہوئی اور یہ حجون میں دفن ہوئیں۔ وفات کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر ۶۵ برس تھی۔ (۷۲) حضرت ابوطالبؓ اور حضرت خدیجہؓ کے سال وفات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "عام الحزن" یعنی غم کا سال فرماتے تھے۔ (۷۳)

انھیں حجون کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اس وقت نمازِ جنازہ کا آغاز نہیں ہُوا تھا۔ جب قبر مبارک تیار ہو گئی تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود اس میں اترے اور پھر اس میں حضرت خدیجہؓ کو اتارا۔ (۷۳ الف) (انساب الاشراف۔ جلد اول۔ ص ۴۰۶ بحوالہ ضیاء النبیؐ۔ دوم۔ ص ۴۳۰) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی قبر پر ان کے لیے دعا کی۔ (۷۴)

حواشی

۱۔ ازواجِ مطہرات۔ اول۔ ص ۹۱ / صحابیات۔ ص ۲۵

۲۔ ازواجِ مطہرات۔ اول۔ ص ۹۱

۳۔ اصح السیر۔ ۵۶۸

۴۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ اول۔ ص ۲۱۱

۵۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۷

۶۔ صحابیات۔ ص ۲۵

۷۔ سیر الصحابہ۔ جلد ششم۔ سیر الصحابیات۔ ص ۲۱

۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۳۵

۹۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ اول۔ ص ۲۴

۱۰۔ قلابہ یا فلابہ کی ماں کا نام عاتکہ بنتِ عبدالعزیٰ بن قصی تھا۔ عاتکہ کی ماں کا نام ریطہ بنتِ کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔ ریطہ کی ماں کا نام نیلہ بنت حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی تھا۔ نیلہ کی ماں کا نام امیمہ بن عامر بن حارث بن فہر تھا۔ امیمہ کی ماں کی ماں قبیلہ خزاعہ کے سعد بن کعب بن عمرو کی بیٹی تھی اور اس کی ماں کا قلابہ بنت حرب بن حارث بن فہر تھی۔ قلابہ کی ماں کا نام سلمیٰ بنتِ غالب بن فہر تھا اور سلمیٰ کی ماں محارب بن فہر کی بیٹی تھی۔ (نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۷۷ مضمون سیرت ابن اسحاق۔ تحقیق و تعلیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ مترجم نور الٰہی ایڈووکیٹ)

۱۱۔ نیر ندیم۔ امُ المومنین حضرت خدیجہؓ۔ ص ۵۴

۱۲۔ طالب ہاشمی۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۸

۱۳ - سیرتِ احمدِ مجتبیٰ۔ اول۔ ص ۱۰۹

۱۴ - نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۳۷، ۴۳۸

۱۵ - سیرتِ ابنِ ہشام۔ اول۔ ص ۲۱۱

۱۶ - مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۷۹۷

۱۷ - شبلی۔ سیرت النبیؐ۔ اول۔ ص ۲۳۳ / سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ دوم۔ ص ۱۱۱

۱۸ - سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ حصہ دوم۔ ص ۱۱۲

۱۹ - تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۹

۲۰ - حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۳۲

۲۱ - سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ دوم۔ ص ۱۱۳

۲۲ - حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۳۲

۲۳ - سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۸

۲۴ - نبیٔ رحمتؐ۔ ص ۱۰ / سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۸ / سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۵۶ /
ڈاکٹر عزیز علی۔ مقامِ حضرت ابوطالبؓ۔ ص ۸، ۹

۲۵ - اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۸۳

۲۶ - اسد الغابہ۔ ص ۱۰۔ ص ۸۳ / صحابیات۔ ص ۲۷

۲۷ - مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۱۳۸

۲۸ - ازواجِ مطہرات۔ جلد اول۔ ص ۱۱۷

۲۹ - ایضاً۔ اول۔ ص ۱۱۵ - ۱۱۷

۳۰ - تذکار صحابیات۔ ص ۴۳

۳۱ - ازواجِ مطہرات۔ اول۔ ص ۱۲۵

۳۲ - سیرتِ سرورِ دو عالمؐ۔ دوم۔ ص ۱۱۲

۳۳ - حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۳۲

۳۴ - ازواجِ مطہرات۔ اول۔ ص ۱۳۱

۳۵ - حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۳۲

۳۶ - ایضاً۔ ۳۲

۳۷ - تذکارِ صحابیاتؓ۔ ص ۴۳، ۴۴

۳۸ - ضیاءُ النبی۔ دوم۔ ص ۴۲۹

۳۹ - تذکارِ صحابیات۔ ص ۴۴

۴۰ - ازواجِ مطہرات۔ ص ۱۳۱

۴۱ - اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۷۱، ۷۲

۴۲ - اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۸۷، ۸۸

۴۳ - صحابیات۔ ص ۲۹ / رسالتمآبؐ۔ ص ۲۳۱

۴۴ - ازواجِ مطہرات۔ اول۔ ص ۱۴۳

۴۵ - امِ فاروق۔ خواتین رسولِ اکرمؐ کی نظر میں۔ ص ۱۵۷

۴۶ - سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ دوم۔ ص ۱۱۱

۴۷ - ضیاءُ النبیؐ۔ دوم۔ ص ۴۲۷

۴۸ - رسالتمآبؐ۔ ص ۲۳۰

۴۹ - اصح السیر۔ ص ۵۶۸، ۵۶۹

۵۰ - ابراہیم سیالکوٹیؒ۔ اول۔ ص ۱۶۵

۵۱ - معارج النبوت۔ دوم۔ ص ۳۲۵

۵۲ - سرورِ عالمؐ کے سفر مبارک۔ ص ۵۹ / عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرتِ مصطفیٰؐ۔ ص
۱۱۷

۵۳ - حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۳۲

۵۴ - سیر الصحابیات مع اسوۂ الصحابیات۔ ص ۳۶ / تذکارِ صحابیات۔ ص ۴۱، ۴۲

۵۵ - مدارج النبوت۔ دوم۔ ص ۷۹۸

۵۶ - ازواجِ مطہرات۔ اول۔ ۱۳۹

۵۷ - انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۱۹۸ / سیر الصحابیات۔ ص ۲۷، ۲۸

۵۸ - سیر الصحابیات۔ ص ۳۲ / مسعودہ بیگم (مرتب) اسلام کی بہادر بیٹیاں۔ ص ۵۵
مضمون حضرت خدیجۃ الکبریٰ از خواجہ شوکت علی گیلانی / تذکارِ صحابیات۔ ص ۴۴،
۴۵

۵۹ - تذکارِ صحابیات۔ ص ۴۳
۶۰ - صحابیات۔ ص ۲۹
۶۱ - سعید انصاری۔ سیر الصحابیات۔ ص ۲۶
۶۲ - ضیاء النبیؐ۔ دوم۔ ص ۴۲۸، ۴۲۹
۶۳ - مدارج النبوت۔ دوم۔ ص ۸۰۰، ۸۰۱
۶۴ - نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۳۸
۶۵ - تذکارِ صحابیات۔ ص ۴۱، ۴۲
۶۶ - ضیاء النبیؐ۔ ص ۴۳۰
۶۷ - مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۸۰۰، ۸۰۱
۶۸ - نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۳۸
۶۹ - ازواجِ مطہرات۔ اول۔ ص ۱۳۵
۷۰ - ایضاً۔ ص ۹۴
۷۱ - مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۴۱
۷۲ - اُسُد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۸۸، ۸۹
۷۳ - مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۱۹۷
۷۴ - رسالتمآبؐ۔ ص ۲۴۳

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غُلام

حضرت زیدؓ بن حارثہ

حضرت زید بن حارثہ کی کنیت ابواُسامہ اور لقب "حِبّ رسولؐ" (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تھا۔ والد کا نام حارثہ تھا جو یمن کے ایک معزز قبیلہ بنو قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔ والدہ کا نام سعدیٰ بنت ثعلبہ بن عبد عامر تھا۔ والدہ کا تعلق قبیلہ طے کی ایک شاخ بنی معن سے تھا۔ زید بن حارثہ کا نسب یہ ہے۔ زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبدالعزیٰ۔ (۱)

حضرت زید بن حارثہ آٹھ برس کی عمر میں ڈاکوؤں کے ہتھے چڑھ گئے اور ڈاکوؤں نے عکاظ کے بازار میں انھیں بیچ دیا۔ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حضرت حکیمؓ بن حزام نے انھیں خریدا اور اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کو دے دیا۔ جب حضرت زیدؓ حضرت خدیجہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی میں آئے تو اس وقت اُن کی عمر پندرہ سال تھی۔ (۲) حضرت زیدؓ کے والد کو جب معلوم ہوا کہ زیدؓ مکہ میں ہیں تو وہ اپنے بھائی کے ساتھ انھیں لینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "اے ابن عبدالمطلب! اے ابنِ ہاشم! اے اپنی قوم کے سردار کے بیٹے! آپ لوگ حرم کے رہنے والے، اللہ تعالیٰ کے ہمسائے ہیں، قیدیوں کو چھڑاتے اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم اپنے لڑکے کو لینے آئے ہیں۔ جو آپؐ کا غلام ہے۔ اس کی قیمت لے کر احسان فرمائیں اور اس کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیں"۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے پوچھا کہ "وہ کون ہے"۔ کہنے لگے "زید بن حارثہ"۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا۔ "کیا میں اس سے اچھا

طریقہ اختیار نہ کروں"۔ بولے "وہ کیا ہے"۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا۔ "میں اس کو بلا کر تمھارے ساتھ جانے کا اختیار دیتا ہوں۔ اگر وہ جانا چاہے تو بلا قیمت لے جاؤ اور اگر وہ میرے پاس رہنا چاہے تو بخدا جو میرے پاس رہنا چاہتا ہے، میں اس کو کسی دوسرے کے سپرد نہیں کروں گا"۔ دونوں بیک زبان بولے۔ "ٹھیک ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے بڑے انصاف کی بات کی ہے"۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے حضرت زیدؓ کو بلایا۔ (۳) اور ارشاد فرمایا۔ "اے زیدؓ! یہ تمھارا والد اور چچا ہیں، تمھیں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آئے ہیں۔ اب تمھیں اختیار ہے کہ ان کے ساتھ اپنے وطن لوٹ جاؤ یا جس طرح اب تک میرے پاس رہے ہو، اسی طرح رہو"۔ (۴) حضرت زیدؓ نے عرض کی کہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو چھوڑ کر ہرگز نہیں جاؤں گا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میرے والد اور چچاؓ سے بڑھ کر ہیں۔ زیدؓ کے باپ نے یہ سن کر غصہ میں کہا کہ تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دے رہے ہو۔ حضرت زیدؓ نے کہا "میں نے اس شخصیت میں وہ بات دیکھی ہے کہ اب میں کسی کو ان پر ترجیح نہیں دے سکتا"۔ یہ بات سن کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اٹھے اور حضرت زیدؓ کو خانہ کعبہ کے پاس لے جا کر بآوازِ بلند فرمایا۔ "لوگو گواہ رہو کہ آج سے میں زیدؓ کو آزاد کرتا ہوں اور اپنا بیٹا بناتا ہوں۔ یہ میرا وارث ہے اور میں اس کا وارث ہوں"۔ حضرت زیدؓ کے والد اور چچا اس بات سے بہت خوش ہوئے اور وہ انھیں چھوڑ کر اپنے وطن واپس چلے گئے۔ (۵)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت زیدؓ کی آپس میں بے پناہ محبت تھی۔ (۶)

حواشی

۱۔ نقوش۔ جلد ۷۔ ص ۲۲۹ مضمون حضرت زیدؓ بن حارثہ از راجا محمد شریف

۲۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۲

۳۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۱۵۰

۴۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۳

۵۔ سیرۃ الرسولؐ من القرآن۔ ص ۹۳، ۹۴

۶۔ علی اصغر چودھری، عہدِ نبویؐ کے نادر واقعات۔ ص ۳۱

حضرت ابو کبشہؓ

حضرت ابو کبشہ کے بارے میں یہ لکھا جاتا ہے کہ ان کے قبولِ اسلام کا زمانہ متعین نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام تھے۔ اس لیے قیاس ہے کہ انھوں نے دعوتِ اسلام کے آغاز میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ (۱) محمد احمد پانی پتی لکھتے ہیں کہ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ ان کا نام سلیم، اوس اور سلمہ بتاتے ہیں۔ (۲) وطن کے اعتبار سے کوئی انھیں فارسی، کوئی دوسی بتاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ (۳) یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام تھے اور غلاموں کی اولاد تھے۔ (۴)

حضرت ابو کبشہ تمام غزوات میں شامل رہے۔ ابو جعفر نے باسنادِ یونس سے انھوں نے ابنِ اسحاق سے بہ سلسلہ شرکائے غزوۂ بدر از بنو ہاشم ابو کبشہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے۔ نیز موسیٰ بن عقبہ نے انھیں بدریوں میں شامل کیا ہے۔ (۵) ابنِ سعد کے مطابق یہ بدر، احد اور دیگر جنگوں میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ شریک رہے۔ واقدی نے لکھا ہے کہ یہ بدر، اُحُد اور تمام مشاہد میں شریک ہوئے تھے۔ (۷) ہجرت کر کے جب یہ مدینہ پہنچے تو یہ کلثوم بن ہدم کے ہاں مقیم ہوئے تھے۔ (۸) ان کی وفات ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ ہجری میں ہوئی۔ اس دن حضرت عمرؓ فاروق خلیفہ بنے تھے۔ (۹) ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ "ایک روایت کی رو سے ان کی وفات تیرھویں سال ہجری میں برخلافت عمر اس دن ہوئی جس دن عمرو بن زبیر پیدا ہوئے"۔ (۱۰)

حواشی

۱۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۱۵۵ / مولانا سعید احمد۔ غلامانِ اسلام۔ ص ۸۲

۲ - غلامانِ محمدؐ۔ ص ۱۵۴

۳ - غلامانِ اسلام۔ ص ۸۲

۴ - اسد الغابہ۔ جلد چہارم۔ ص ۴۴۹

۵ - اسد الغابہ۔ جلد ۱۱۔ ص ۲۲۸

۶ - غلامانِ محمدؐ۔ ص ۱۵۵

۷ - اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۴۴۹

۸ - غلامانِ اسلام۔ ص ۸۲

۹ - غلامانِ اسلام۔ ص ۸۲ / غلامانِ محمدؐ۔ ص ۱۵۶

۱۰ - اسد الغابہ۔ جلد ۱۱۔ ص ۲۲۹

حضرت شقران صالحؓ

حضرت شقران صالح کے بارے میں ابنِ قتیبہ لکھتے ہیں کہ مجھے زید بن اخرم نے بتایا کہ انھوں نے عبداللہ بن داؤد سے سنا تھا کہ حضرت شقران صالح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ ماجد حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلب کے ترکہ سے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ملکیت میں آئے تھے۔ (۱)

شاہ مصباح الدین شکیل بھی شقران (۲) کو وراثت میں شامل کرتے ہیں اور شقران صالح کو الگ الگ یعنی شقران اور صالح دو غلام لکھتے ہیں حالانکہ یہ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ (۳)

ان کا نام صالح، لقب شقران اور والد کا نام عدی تھا۔ (۴) حضرت جعفر صادق کے بیان کے مطابق آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام شقران بھی اہلِ صُفّہ میں شامل ہیں۔ (۵) ان کا نام بدری صحابہ میں شامل ہے۔ (۶)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہ حبشی غلام غزوۂ بدر میں خمس کے افسر تھے اور غزوہ مریسیع میں اموال غنیمت کے افسر تھے۔ اظہر محمود لکھتے ہیں کہ ہجرتِ مدینہ کے بعد ہونے والی جنگوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں

اموالِ غنیمت اور قیدیوں کی حفاظت و نگرانی کا کام سپرد کر دیا۔ چونکہ یہ غلام تھے اس لیے انھیں مالِ غنیمت سے حصہ نہیں ملتا تھا البتہ یہ جن لوگوں کے قیدیوں کی نگرانی کرتے تھے وہ انھیں معاوضہ دیتے تھے۔ اس طرح غزوۂ بدر میں انھیں اس قدر مال بطورِ معاوضہ ملا کہ مال غنیمت میں حصہ پانے والوں سے زیادہ مال انھیں ملا۔ حضرت شقرانؓ سے بعض احادیث بھی مروی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت شقران کی حسنِ خدمات سے بہت خوش تھے۔ اور ان کی انھی خوبیوں کی وجہ سے انھیں آزاد کر دیا تھا۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے وصال کے وقت ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کی وصیت فرمائی تھی۔

حضرت شقرانؓ کو یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ یہ اہلِ بیت کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے۔ جب آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جسم مطہر زمین کے سپرد کیا گیا تو اس وقت حضرت شقران اس چادر کو تھامے ہوئے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بدنِ اطہر پر تھی۔ یہ آخری خدمت تھی جو اس جاں نثار غلام نے اپنے شفیق آقاؐ کے لیے انجام دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد شقران کہاں رہے، اس میں اختلاف ہے۔ بغوی کے مطابق یہ مدینہ میں رہے اور بعض کا خیال ہے کہ یہ بصرہ چلے گئے تھے۔ ان کا ایک مکان بصرہ میں بھی تھا۔ صحابۂ کرام حضرت شقرانؓ کو بہت عزت و احترام سے دیکھتے تھے۔ (۷)

حواشی

۱ - کتابُ المعارف۔ ص ۱۳۵

۲ - محمد احمد پانی پتی کے مطابق حضرت شقران کی عادات و اطوار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس قدر پسند آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں قیمت دے کر خرید لیا۔ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے انھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بطورِ ہدیہ پیش کیا تھا۔ ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے خریدا تھا اور جنگِ بدر کے بعد انھیں آزاد کر دیا تھا۔ مولانا شاہ معین الدین

لکھتے ہیں کہ غزوہٗ بدر میں اپنی ڈیوٹی صحیح طریقے سے نبھانے اور ان کی احتیاط و مستعدی سے خوش ہو کر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں آزاد فرما دیا تھا۔ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقا۔ ص ۷۲)

اظہر محمود نے اپنی کتاب "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقا" میں ۳۲ ایسے صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے جو سیاہ فام تھے اور ان سے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت محبت فرماتے۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد ہے۔ اس سے پہلے اس موضوع پر ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ان ۳۲ صحابہؓ کرام میں حضرت شقران صالح بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ سیدنا بلالؓ بن رباح، حضرت حمامہؓ حضرت خالد بن رباح (برادر بلال) حضرت عفیرۃ بنتِ رباح (ہمشیرہ بلالؓ) حضرت ہلالؓ حبشی، حضرت امِ ایمنؓ، حضرت عبید حبشی (حضرت امِ ایمنؓ کے پہلے شوہر) حضرت ایمن بن عبید (امِ ایمنؓ کے پہلے شوہر عبید حبشی سے ان کے بیٹے) حضرت اسامہؓ بن زید (حضرت امِ ایمنؓ کے دوسرے شوہر زید بن حارثہ اور امِ ایمنؓ کے بیٹے)، حضرت رو بجل حبشی، حضرت زید بن بولیٰ، حضرت نابل حبشی، حضرت برکہ حبشیہ، حضرت ابو ثعلبہ حبشی، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت انجشہ، حضرت اسود حبشی، حضرت عرار، حضرت زاہر بن حرام الاشجعی، حضرت خفاف بن ندبہ، حضرت اسلم حبشی، حضرت یسار، حضرت نفیع ابوبکرہ، حضرت رباح اسود، حضرت سعیرۃ الاسدیہ، حضرت جعال یا جعیل، حضرت جعال، حضرت نبعہ حبشیہ، حضرت عبداللہ حبشی اور حضرت سعد الاسود سہمی شامل ہیں۔

۳۔ سیرتِ احمدؐ مجتبیٰ۔ جلد اول۔ ص ۵۸
۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیاہ فام رفقا۔ ص ۷۱
۵۔ ایضاً۔ ص ۷۲
۶۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص
۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیاہ فام رفقا۔ ص ۷۱ - ۷۵

حضرت اُمِ ایمنؓ

حضرت امِ ایمنؓ کے حالات "حضرت خدیجہؓ سے نکاح" میں تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملنے والے راہب

رواہب

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوطالبؓ کے ہمراہ شام کے سفر پر روانہ ہوئے اور راستے میں ایک کلیسا کے پاس پہنچے تو وہاں کے راہب نے آپؐ کو دیکھ کر حضرت ابوطالبؓ سے دریافت کیا کہ یہ کس کا بیٹا ہے۔ حضرت ابوطالبؓ نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ راہب بولا۔ یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے والد کو زندہ نہیں ہونا چاہیے۔ آخری نبی کی نشانی یہ ہے کہ انؐ کی ولادت سے پہلے ہی ان کے والد کا انتقال ہو جائے گا۔ ان کا چہرہ نبی کا چہرہ ہے اور ان کی آنکھ نبیؐ کی آنکھ ہے۔ حضرت ابوطالبؓ نے پوچھا نبی کیا ہوتا ہے۔ اس نے کہا جو اہلِ زمین کے لیے آسمان کی خبریں لاتا ہے۔ آپ ان کو یہودیوں سے بچائیں۔ (۱)

اس کے بعد جب کچھ اور آگے گئے تو وہاں بھی ایک دوسرے کلیسا کا راہب ملا۔ اس نے بھی یہی پوچھا کہ یہ کس کا بیٹا ہے۔ حضرت ابوطالبؓ کے کہنے پر کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اس راہب نے بھی وہی کہا کہ یہ نبی ہیں۔ یہ بات میں ان کے بارے میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ان کا چہرہ نبی کا چہرہ اور ان کی آنکھیں نبی کی آنکھیں ہیں۔ یہ اس آخری امت کے نبی ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ آپ کا بیٹا ہے حالانکہ ان کے والد کو زندہ نہیں ہونا چاہیے۔ کتبِ قدیمہ میں ان کی یہی نشانی بتائی گئی ہے۔ اس پر حضرت ابوطالبؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا، کیا آپؐ نے یہ بات سنی ہے؟ اس پر نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ چچا جان! اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انکار نہ کریں۔ (۲)

خالد بن خداش معتمر بن سلیمان کے حوالے سے روایت کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوطالبؓ یا عبدالمطلبؓ کے ہمراہ جب شام کی طرف سفر کیا اور منزل پر اتر پڑے تو وہاں ایک راہب ملا اور اس نے کہا کہ اس لڑکے کی حفاظت کر اور اسے لے کر شام نہ جا۔ یہودی حسد کرنے والے ہیں اور مجھے ان کی نسبت ان سے خوف ہے۔ راہب نے کہا اے اللہ! میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور مر گیا۔ (۳)

ابنِ سعد یہ نہیں بتاتے کہ یہ بحیرا تھا یا کوئی اور راہب۔ اس کے بعد ابن سعد بحیرا راہب کے عنوان سے بحیرا کا ذکر کرتے ہیں اور خالد بن خداش کی بیان کی ہوئی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ خالد کو شبہہ ہے کہ اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ حضرت عبدالمطلبؓ گئے تھے یا ابوطالبؓ۔

حواشی

۱۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ اول۔ ص ۲۳۵، ۲۳۶
۲۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۶۶، ۳۶۷
۳۔ طبقاتِ ابن سعد۔ جلد اول۔ ص ۱۸۳، ۱۸۴

بحیرا راہب

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوطالبؓ کے ہمراہ شام کا سفر کیا تو وہاں ایک راہب ملا۔ وہ بحیرا کے لقب سے مشہور ہے مگر اس کا نام جرجیس، جرجیس، سوجیوس اور جرجیوس کہا جاتا ہے۔ یہ راہب عرصہ دراز سے نبیؐ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انتظار کر رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیدار کی خواہش دل میں لیے ہوئے تھا۔ اس کی عادت تھی کہ جب کوئی قافلہ اس راستے سے گزرتا تو وہ اپنی چھت پر کھڑا ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نشانیوں کو تلاش کرتا۔ اس بار اس نے اپنے صومعہ کی چھت سے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا اس قافلہ

پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ جب قافلہ ٹھہر گیا تو بادل بھی ٹھہر گیا اور ہر جگہ درخت اور پتھر "السلامُ علیکَ یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کہتے ہیں۔ غرض وہ تمام نشانیاں دیکھیں جن کی اسے تلاش تھی تو اس نے قافلہ والوں کو دعوت دی جو اس کے مزاج کے خلاف تھی۔ اس طرح وہ حضورؐ سے ملا۔ پھر اس نے حضرت ابوطالبؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں بتایا کہ یہ نبی ہیں۔ رحمۃ للعالمین ہیں۔ حضرت ابوطالبؓ کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ جب تم لوگ گھاٹی سے اتر رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ راستے کے تمام درخت اور پتھر ان کو سجدہ کر رہے تھے۔ تمہارا یہ بھتیجا نبیوں کا سردار بننے والا ہے۔ ان کو یہودیوں سے بچانے کے لیے ملک شام نہ لے جائیں۔ اور حضرت ابوطالبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر واپس مکہ آ گئے۔ (۱)

ابراہیم سیالکوٹی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُس سفرِ شام کا ذکر بھی کرتے ہیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ کیا گیا تھا اور لکھتے ہیں کہ یہ سفر تاجرانہ تھا۔ (۲)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ راوی ہیں کہ اس سفر کے وقت حضرت ابوبکرؓ کی عمر اٹھارہ سال اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر بیس برس تھی۔ یہ دونوں اکٹھے تجارت کی غرض سے شام گئے اور ایک بیر کے درخت کے سایہ میں اترے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بحیرا راہب سے کوئی بات پوچھنے کے لیے گئے تو راہب نے پوچھا، درخت کے سایہ میں بیٹھنے والے شخص کون ہیں۔ انھوں نے بتایا۔ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ کہنے لگا۔ بخدا اس درخت کے سایہ میں حضرت عیسیٰؑ کے بعد صرف آخری نبی کا بیٹھنا مقدر ہے۔ اس لیے یہ نبی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے یہ بات ذہن نشین کر لی اور جب آپ (یہ معلوم نہیں کہ یہ بحیرا دوسرا تھا یا حضرت ابوطالب کے ساتھ سفر میں یہی بحیرا پہلا تھا) پر وحی کا نزول ہوا تو ایمان لے آئے۔ (۳)

بحیرا راہب اور تین یہودی

"روضۃ الاحباب" میں ہے کہ "ملک شام سے تین کاملِ فن یہودیوں کی

جماعت جن کا نام "وریس، زوبیہ، شمام" تھا، بحیرا کے پاس آئے اور کہا۔ ہمیں کتبِ ساویہ کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ آج کی تاریخ یہاں "محمد" (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) قافلہ کے ساتھ منزل کریں گے۔ ہم ان کے قتل کے ارادے سے آئے ہیں۔ بحیرا نے کسی طرح ان کو دفع کیا"۔ (۴)

مشکوٰۃ شریف میں ترمذی اور حاکم کی روایت سے لکھا ہے کہ ان دنوں سات آدمی شام سے یہ حال دریافت کر کے آئے تھے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہاں سے گزریں گے۔ اس لیے وہ قتل کے ارادے سے آئے تھے۔ بحیرا نے ان سے کہا کہ وہ پیغمبر برحق ہیں۔ تم ان کی اطاعت کرو اور جب خدا کو منظور ہوا کہ ان کو یہ عالی رتبہ عطا کرے تو تمہارے ٹالنے سے نہیں ٹلے گا اور تم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس پر وہ یہودی اپنے ارادے سے باز رہے۔ (۵)

بحیرا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سلامتی اور آپؐ کو تکلیف نہ پہنچانے کی ان یہودیوں سے بیعت لی۔ (۶)

حواشی

۱۔ اس کی تمام معلومات میری کتاب "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن" میں درج ہیں۔
۲۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرتُ المصطفیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۳۶
۳۔ انوارِ محمدیہ۔ ص ۵۴
۴۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۲۶، ۲۷
۵۔ تواریخ حبیبِ الٰہ۔ ص ۱۹، ۲۰
۶۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۷۶، ۲۷۷

ابوعامر اوسی

ابوعامر اوسی کا نام عمرو بن صیفی بن نعمان تھا۔ اور وہ قبیلہ بنو عمرو بن عوف سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ زمانۂ جاہلیت میں اپنی قوم کا سردار تھا مگر بعد میں یہ راہب بن گیا اور ٹاٹ کا لباس پہننے لگا۔ یہ زمانۂ جاہلیت سے راہب کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ (۱)

عمارہ بن خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ اوس و خزرج میں ابوعامر راہب سے بڑھ کر محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی (قبل از بعثت) تعریف کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ یہود کا دوست تھا۔ ان سے دین و مذہب کے متعلق دریافت کرتا اور وہ اسے رسولِ خدا علیہ السلام کی صفات و علامات بیان کرتے تھے اور یہ بھی بتلاتے کہ یہی مدینہ ان کا دارِ ہجرت ہے۔ پھر وہ تیماء کے یہودیوں کے پاس گیا تو انھوں نے بھی یہی بتلایا۔ پھر وہ شام کی طرف گیا اور نصاریٰ سے دریافت کیا تو انھوں نے بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات اور نشانیاں بتلائیں اور انھوں نے بھی آپ کا دارِ ہجرت یثرب (مدینہ منورہ) بتلایا۔ ابوعامر راہب وہاں سے لوٹا تو راہبوں کی طرح زندگی گزارنے لگا اور کھردرا لباس پہننا شروع کیا اور یہ کہا کہ میں ملتِ حنیفیہ اور دینِ ابراہیم علیہ السلام پر ہوں اور نبیٔ آخر الزماں علیہ السلام کے ظہور کا انتظار کر رہا ہوں۔ جب سرورِ انبیا علیہ التحیۃ والثنا مکہ مکرمہ میں ظہور فرما ہوئے تو ان کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوا۔ اور اسی روش پر قائم رہا۔ جب تاجدارِ مدینہ تشریف لے آئے تو حسد و عناد اور منافقت سے کام لیا۔ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا دینِ حق اور ملتِ حنیفیہ ابراہیمیہ کے ساتھ۔ اس نے کہا میں بھی اس پر قائم ہوں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اس پر نہیں ہے اور یقیناً" نہیں ہے۔ اس نے (اپنی دیانت و امانت اور زہد و رہبانیت کی مٹی پلید کرتے ہوئے کہا) تم خالص ملتِ ابراہیمی پر نہیں بلکہ اس کو غلط ملط کرنے والے ہو۔ نبیٔ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں تو اس کو اختلاط و اقتباس اور شکوک و شبہات سے منزہ و مبرا اور منور و مطہر کر کے ظاہر کرنے والا ہوں۔ وہ صفات و علامات (تیرے ذہن و حافظہ سے کیونکر نکل گئیں) جو یہود و نصاریٰ کے علماء و احبار نے تجھے بتلائی تھیں۔ اس نے کہا (نعوذ باللہ) تم وہ نہیں ہو جس کی صفات انھوں نے بیان کی تھیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے جھوٹ بولا ہے۔

اس نے کہا، میں نے جھوٹ نہیں بولا تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جھوٹے کو اللہ تعالٰی ویرانوں میں تنہائی کی موت مارے۔ اس نے کہا آمین (ایسا ہی ہو)۔

پھر مکہ مکرمہ کی طرف لوٹا اور قریش کے ساتھ مل کر ان کا دین (کفر و شرک) اپنا لیا اور سابقہ دین چھوڑ دیا اور ایک روایت میں ہے کہ جب اہلِ طائف نے اسلام قبول کر لیا تو شام کی طرف چل دیا اور وہیں تنہائی میں وطن و مسکن سے راندہ ہوا واصلِ جہنم ہوا۔ (۲)

جنگِ اُحُدؔ میں ان کے ساتھ آیا اور موقع پا کر میدانِ جنگ میں دونوں صفوں کے درمیان گڑھے کھود دیئے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنی قوم کو اپنی مدد کے لیے مائل کرنے لگا۔ جب انصار نے اس کو پہچان لیا، تو کہنے لگے۔ اے فاسق! اللہ کے دشمن! اللہ تعالٰی کبھی تیری آنکھیں ٹھنڈی نہیں کرے گا اور تو اپنے بد ارادہ میں کبھی کامیاب نہیں ہو گا۔ نیز اس کو بہت کچھ سخت و ست کہا۔ قوم کا یہ جواب سن کر مایوسی کی حالت میں واپس چلا گیا اور کہنے لگا۔ "میرے بعد میری قوم بگڑ گئی ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بددعا کی تھی کہ گھر سے دور راندہ ہوا موت سے ہمکنار ہو، چنانچہ اس کو آپؐ کی بددعا لگ گئی۔ ہوا یوں کہ جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے کام کو ترقی پذیر دیکھا تو آپؐ کے خلاف مدد لینے کے لیے روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس پہنچا۔ اس نے اس سے وعدہ کیا اور مدد دینے کا یقین دلایا۔ یہ کچھ عرصہ اس کے پاس ٹھہر گیا اور اپنے دوست منافقین کی ایک جماعت کو لکھا کہ "میں جلد ہی ایک جرار لشکر لے کر آؤں گا اور محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کو مدینے سے نکال دوں گا"۔ ساتھ ہی حکم دیا کہ وہ ایک مسجد بنائیں اور وہاں جس قدر قوت اور سامان حرب جمع کر سکتے ہوں، جمع کریں۔ چنانچہ اس کی ہدایت کے مطابق منافقین نے مسجد ضرار بنائی اور فراغت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "مسجد پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ہے۔ ہم آپؐ سے استدعا کرتے ہیں کہ آپؐ اس کا افتتاح فرمائیں اور اس میں نماز پڑھنے کے بعد ہمارے حق میں برکت کی دعا کریں"۔ (۳)

غزوۂ تبوک سے واپسی پر لشکرِ اسلام کا مسجدِ ضرار سے گزر ہوا۔ یہ مسجد منافقین نے مسجدِ قبا کی حسد کی وجہ سے بنائی تھی کہ اس کی جماعت کم ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے مسجدِ ضرار کو (۴) وحیِ الٰہی کی وجہ سے خراب کر کے جلا دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ابوعامر کا نام "فاسق" رکھا تھا۔ یہ مکہ میں ہی مقیم رہا مگر جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ ہرقل کے پاس روم بھاگ گیا اور بحالتِ کفر ۹ ہجری میں مر گیا۔

اس کے بیٹے مشہور صحابی حنظلہ بن ابی عامر ہیں جو "غسیل الملائکہ" کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ غزوۂ اُحُد میں شہید ہوئے تھے۔ (۵)

حنظلہ بن ابی عامر کے بیٹے عبداللہ بن حنظلہ ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے وصال کے وقت سات برس کے تھے۔ (۶)

حواشی

۱۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۹۶
۲۔ الوفا۔ ص ۴۰
۳۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۹۶، ۹۷
۴۔ تاریخِ مدینہ۔ ص ۹۲، ۹۳ / انوارِ محمدیہ۔ ص ۱۷۳ / سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۲۶۴ - ۲۶۶ / حیاتِ محمدؐ۔ ص ۵۷۷ / الرحیق المختوم۔ ص ۶۸۹، ۶۹۰ / اسوۃ الرسولؐ۔ جلد سوم۔ ص ۲۹۹ - ۳۰۳ / سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد دوم۔ ص ۴۳۵، ۴۳۶ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۵۹۵، ۵۹۶ / عہدِ نبویؐ کے غزوات و سرایا۔ ص ۲۴۱، ۲۴۲ / مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۴۳۸ - ۴۴۰
۵۔ اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۷۹، ۸۰
۶۔ اسد الغابہ۔ جلد ۵۔ ص ۲۰۳، ۲۰۴

نسطورا راہب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تجارت کی غرض سے حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہؓ کے ہمراہ شام کی طرف گئے۔ (۱) یہ قافلہ بصریٰ پہنچا (۲) اور ایک پرانے عبادت خانہ کے قریب ٹھہرا۔ اس عبادت خانہ کے متولی اور عابد کا نام نسطورا راہب تھا۔ اس عبادت خانہ کے قریب کچھ درخت تھے۔ قافلہ کے ہر شخص نے سایہ دار درختوں کے نیچے قیام کیا مگر حضور رحمۃ للعالمین ایک سوکھے اور پرانے درخت کے نیچے اتر پڑے۔ وہ درخت فوراً ہرا ہو گیا۔ یہ درخت بیری کا تھا۔ اس کے نیچے حضرت عیسیٰؑ ٹھہرے تھے اور ان کے بعد یہ درخت خشک ہو گیا تھا۔ غرض یہ درخت حضرت عیسیٰؑ کے بعد قریباً پانچ سو سال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے ہرا ہو گیا۔ (۳)

راہب نے میسرہ سے پوچھا، اس درخت کے نیچے اترنے والا یہ شخص کون ہے۔ میسرہ نے جواب دیا کہ یہ حرم والے قریشیوں میں سے ہیں (۴) اور قریش کے تاجر ہیں (۵)۔ راہب نے بتایا کہ آج تک اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے اور کوئی شخص نہیں اترا۔ (۶)

ابنِ سعد لکھتے ہیں کہ میسرہ سے راہب نے پوچھا کہ کیا ان کی آنکھوں میں سرخی ہے۔ میسرہ نے کہا ہاں اور یہ سرخی کبھی ان سے جدا نہیں ہوتی۔ نسطورا نے کہا یہ پیغمبر ہیں اور سب سے آخری پیغمبر ہیں۔ (۷) اس موقع پر نسطورا نے میسرہ کو بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو فرشتے دھوپ سے بچا رہے ہیں۔ (۸)

سید محمد عابد لکھتے ہیں کہ نسطورا راہب نے ایک پرانا صحیفہ نکال کر اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حلیہ مبارک ملا کر بتایا کہ یہ وہی آخری پیغمبر ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی تھی۔ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے نجات پائی اور جس نے نافرمانی کی وہ غارت ہوا۔ یہ جہاں جائیں گے فتح ہو گی۔ (۹)

حواشی

۱۔ سیرتِ ابنِ اسحاق۔ ص ۱۳۰

۲۔ الوفا۔ ص ۱۸۱
۳۔ سید محمد عابد۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ ص ۲۲۵، ۲۲۶
۴۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۲۱۱
۵۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۰۶
۶۔ سیرتِ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۲۱۱
۷۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ اول۔ ص ۲۰۲
۸۔ تاریخ ابنِ خلدون۔ جلد اول۔ حصہ عہدِ اسلام۔ ص ۲۹۱
۹۔ سید محمد عابد۔ رحمۃ للعالمین۔ ص ۲۲۶

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان پہچان کے لوگ

حضرت یعیشؓ

محمد احمد پانی پتی لکھتے ہیں کہ حضرت یعیشؓ بنو مغیرہ کے غلام تھے اور عجمی تھے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت سے قبل ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ اس لیے بعثت کے بعد کفار نے یہ مشہور کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ غلام سکھاتا ہے۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔ محمد احمد پانی پتی اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "ہمیں خوب معلوم ہے کہ کفار کہتے ہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تو ایک انسان سکھاتا ہے حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کا اشارہ جس شخص کی طرف ہے وہ عجمی ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے سامنے جو کلام پیش کرتے ہیں' وہ خالص عربی ہوتا ہے"۔ (۱) ابنِ اثیر حضرت یعیشؓ کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ یہ بنو مغیرہ کے غلام تھے۔ ان کا ذکر ابو موسیٰ نے کیا ہے۔ وکیع نے سفیان سے انھوں نے حبیب بن ابو ثابت سے' انھوں نے عکرمہ سے روایت کی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو مغیرہ کے ایک عجمی غلام کو پڑھاتے تھے۔ وکیع کہتے ہیں کہ سفیان نے انھیں بتایا کہ انھوں نے اسے دیکھا اس کا نام یعیش تھا۔ (۲)

حواشی

۱۔ غلامانِ محمدؐ۔ ص ۲۳۶

۲۔ اُسدُ الغابہ۔ جلد ۹۔ ص ۲۲۲

حضرت خالدؓ ابن ربعیٰ

حضرت خالد ابن ربعیٰ تمیمی کو بعض لوگ خالد بن ربعیٰ کہتے ہیں۔ ابنِ اثیر کے مطابق یہ قبیلہ بنی تمیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ اور قعقاع بن معبد اسد ابن خزیمہ کے بھائی ربیعہ بن حذار کے پاس بھاگ گئے تھے۔ جب یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم کو پہچان لیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو قبیلہ بنی تمیم پر حاکم بنا دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک اور حضرت عمرؓ نے دوسرے کے حق میں رائے دی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر تم متفق ہو کر کوئی بات کرتے تو میں مان لیتا"۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ اُسدُ الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۱۰۸

حضرت عفیف کندیؓ

عفیف کندی کہتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں میں ایک بار مکہ آیا اور چاہا کہ اپنے عزیزوں کے واسطے کپڑے اور خوشبو وغیرہ خرید لوں۔ اس غرض سے میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کے پاس آیا۔ میرے ساتھ ایک اور سوداگر بھی تھا۔ میں ایسے مقام پر بیٹھ گیا جہاں سے کعبہ دکھائی دے رہا تھا۔ (۱) میں نے ایک جوان کو دیکھا جس نے اپنا سر آسمان کی جانب اٹھا کر دیکھا اور پھر قبلہ رُو کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں ایک لڑکا آیا اور وہ بھی اس جوان کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ ساتھ ہی ایک عورت بھی آئی اور وہ بھی ان کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ جب یہ نماز پڑھ کر چلے گئے تو میں نے عباس بن عبدالمطلب سے ان کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے بتایا کہ جوان شخص میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)' عورت ان کی بیوی خدیجہؓ اور لڑکا علیؓ

بن ابی طالب تھے۔ میرے بھتیجے کے مطابق ان کا مذہب خاص الہامی مذہب ہے اور وہ جو کچھ کرتے ہیں خدا کے حکم سے کرتے ہیں اور جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ اس دین کا پابند ابھی ان تینوں کے سوا اور کوئی نہیں۔ عفیف کندی کہتے ہیں کہ یہ سن کر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میں چوتھا ہوتا یعنی چوتھا مسلمان ہوتا۔ (۲)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ عفیف بن قیس بن معد یکرب ہیں اور بعض کے مطابق عفیف بن معدی کرب ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ عفیف کندی جو کہ صحابی تھے' ان عفیف بن معدیکرب کے علاوہ ہیں جنھوں نے حضرت عمرؓ سے روایت نقل کی ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ اس کو ابو عمر نے کہا ہے اور ابن مندہ نے کہا ہے کہ عفیف ابن معدیکرب قیس کندی اشعث بن قیس کے اخیافی بھائی تھے اور چچا زاد بھائی تھے۔ بعض متاخرین یعنی ابن مندہ نے کہا ہے کہ ان کا نام عفیف بن قیس ہے۔ اس میں انہوں نے غلطی کی کیونکہ وہ عفیف بن معدیکرب ہیں۔ (۳)

حواشی
۱۔ اُسد الغابہ۔ جلد ۶۔ ص ۲۷۳
۲۔ صحابیات۔ ص ۲۷' ۲۸
۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۶۔ ص ۲۷۳

حضرت ربیعہؓ بن عباد

حضرت ربیعہ بن عباد بنی ذیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ سے ہیں۔ یہ مدنی ہیں' کہتے ہیں کہ میں نے عکاظ کے بازار میں ایک خوبصورت شخص کو دیکھا' جن کے گیسو دراز تھے' وہ سب لوگوں سے گورے اور سب سے زیادہ جمیل تھے۔ وہ جا رہے تھے۔ ان کے پیچھے ایک شخص جا رہا تھا اور کہتا جا رہا تھا کہ اے لوگو! یہ شخص گمراہ (نعوذ باللہ) ہو گیا ہے۔ کہیں تمہیں بھی تمہارے باپ دادا کے معبودوں سے گمراہ نہ کر دے۔ حضرت ربیعہ کہتے ہیں کہ اس وقت میں لڑکا تھا مگر مجھے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اس وقت بھی میں یہ واقعہ دیکھ رہا ہوں۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ آگے جانے والے خوبصورت شخص حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بن عبداللہ ہیں اور پیچھے ان کا چچا ابولہب ہے۔ حضرت ربیعہؓ نے بڑی لمبی عمر پائی۔ یہ مدینہ میں ولید بن عبدالملک کے عہد میں فوت ہوئے۔ (۱)

حاشیہ
۱۔ اُسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۲۳۴' ۲۳۵

ناصح

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب حضرت خدیجہؓ کی تجارت کے سلسلے میں شام کے سفر پر روانہ ہوئے تو اس موقع پر حضرت خدیجہؓ نے اپنے دو غلاموں میسرہ اور ناصح کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ کر دیا۔ سوامی لکشمن پرشاد کے مطابق یہ دونوں غلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ شریکِ سفر رہے۔ ان دونوں کو حضرت خدیجہؓ کی طرف سے ہدایات ملی تھیں کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اس طرح ان دونوں نے اپنے فرض کو پورا کیا اور سفر سے واپسی پر میسرہ اور ناصح نے اپنی مالکہ حضرت خدیجہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوبیاں اور خصوصیات بیان کیں' جو انہوں نے اس سفر میں مشاہدہ کی تھیں۔ انھی باتوں سے متاثر ہو کر حضرت خدیجہؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نکاح کا پیغام خود بھیجا۔ (۱)

حاشیہ
۱۔ عرب کا چاند۔ ص ۸۹' ۹۰

قسؓ بن ساعدہ

قسؓ بن ساعدہ کا' قبیلہ ایاد بن سعد سے تعلق تھا۔ یہ حکیم عرب تھے۔ (۱)

یہ زمانۂ جاہلیت میں سب سے پہلے شخص تھے جو بعثتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر ایمان لائے تھے۔ انھوں نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے آخری نبیؐ کو دعوت کی قبول کرنے کی تاکید کی اور کہا کہ اگر میں اس موقع پر زندہ رہا تو سب سے پہلے ان کی دعوت قبول کروں گا۔ جب بکر بن وائل کا وفد مدینہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے قس بن ساعدہ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انھوں نے عرض کی کہ یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیک وسلم' وہ فوت ہو چکے ہیں۔ (۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے۔ میں نے اسے منڈی عکاظ میں سُرخ اونٹ پر سوار دیکھا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ لوگو! سنو اور یاد رکھو' جو زندہ ہے وہ ایک دن ضرور مرے گا اور جو مرا وہ فوت ہو گیا۔ اور جو چیز آنے والی ہے' وہ آکر رہے گی۔ اما بعد' بلاشبہہ آسمان میں خبر ہے اور زمین میں عبرت کے سامان ہیں' سمندر جوش مار رہا ہے اور ستارے ڈوب رہے ہیں۔ آسمان بلند ہے اور گڑھے پست ہیں۔ قس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ اس کا دین تمہارے دین سے پسندیدہ ہے۔ یہ کیا حالت ہے کہ لوگ جاتے ہیں اور واپس نہیں آتے؟ کیا وہاں کی رہائش پسند کر کے وہیں رہ پڑتے ہیں یا ان کو چھوڑ دیا گیا ہے اور وہ سو رہے ہیں۔ راستہ ہموار ہے لیکن عمل مختلف ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس نے کچھ اشعار بھی پڑھے تھے جو مجھے یاد نہیں رہے"۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اٹھ کر عرض کی یا رسولَ اللہ صلی اللہؐ علیکؐ وسلم! مجھے وہ اشعار یاد ہیں اور وہ اشعار سنائے۔ ان اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

○ پہلی گزرنے والی صدیوں میں ہمارے لیے سمجھ بوجھ کے بہت سامان ہیں۔

○ جب میں نے موت کے گھاٹ دیکھے کہ ان میں داخل ہونے والے واپس نہیں آتے۔

○ اور اپنی قوم کو دیکھا کہ سب چھوٹے بڑے ادھر ہی جا رہے ہیں۔

○ کوئی جانے والا واپس نہیں آتا اور نہ باقی رہنے والوں میں سے کوئی پیچھے رہتا ہے۔

○ تو مجھے یقین ہو گیا ہے کہ مجھے بھی لازمی طور پر وہاں جانا ہے' جہاں میری قوم گئی ہے۔ (۳)

راجا رشید محمود اپنی کتاب "نعت کائنات" میں اولین نعت گو کے تذکرہ میں قس بن ساعدہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پروفیسر محمد اقبال جاوید نے قس بن ساعدہ کے ذکر کے بعد سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے نعتیہ اشعار کا ذکر کیا ہے۔ (۴)

تاریخ نے نجران کے اُسقف قس بن ساعدہ کے چند اشعار بھی محفوظ رکھے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف میں انھوں نے غائبانہ کہے تھے۔ (۵) ان کے اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

"ہر قسم کی تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مخلوق کو بیکار پیدا نہیں فرمایا۔ اس نے ہم میں احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہترین نبیؐ کے طور پر مبعوث فرمایا۔ اللہ ان پر اس وقت تک درود بھیجے جب تک قافلے اس کے لیے حج کرتے ہیں"۔ قس بن ساعدہ عرب کا نامور خطیب تھا۔ ان کو زمانۂ جاہلیت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بازار عکاظ میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے سنا تھا۔ (۶)

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قس پر رحم فرمائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اکیلے کو' ایک امت کے قائم مقام اٹھائے گا۔ (۷)

قاضی احمد بن زین دحلان مکی کے مطابق قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو دونوں کے لیے فرمایا کہ یہ ایک امت سے اٹھائے جائیں گے اور ان کے لیے استغفار کیا اور ان پر رحمت بھیجی اور ان دونوں کے لیے خبر دی کہ یہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے دین پر تھے۔ اس ہدایت کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انہیں حاصل تھی۔ (۸)

حواشی

۱۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۸۰
۲۔ امیر الدین۔ سیرتِ طیبہ۔ ص ۳۵
۳۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۸۰'۸۱

۴ - راجا رشید محمود۔ نعت کائنات۔ / جنگ پبلشرز، لاہور۔ ص ۱۷

۵ - مخزنِ نعت۔ ص ۸ / مہک گوجرانوالہ۔ خاص سیرت و نعت نمبر۔ ص ۲۲۲

۶ - نعت کائنات۔ ص ۱۸ / شام و سحر (ماہنامہ) لاہور۔ نعت نمبر ا۔ ۱۹۸۱۔ ص ۱۵۴، ۱۵۵

۷ - مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۸۱

۸ - سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۲۳۳

حضرت میسرہؓ

میسرہ حبشی غلام تھے۔ (۱) یہ حضرت خدیجہؓ کے نہایت معتمد اور وفادار غلام تھے۔ (۲) یہ نہایت زیرک غلام تھا جو حضرت خدیجہؓ کے تمام گماشتوں کی نگرانی بھی کرتا تھا اور ایک طرح سے حضرت خدیجہؓ کا مختارِ عام بھی تھا۔ (۳) مُلّا معین واعظ کاشفی بھی لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کا تمام مال میسرہ کے تصرف میں تھا۔ (۴) میسرہ نے حضرت خدیجہؓ کی تجارت کے سلسلے میں چالیس سفر کیے۔ (۵)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نوجوانی کے عالم میں ہی معاشرے میں تاجر کی حیثیت سے مشہور ہو گئے تھے۔ ان میں وہ تمام تاجرانہ خصوصیات موجود تھیں جو ایک کامیاب تاجر میں ہونی چاہئیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "امین" کے لقب سے مشہور تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں گزارش کی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مجھے تجارت میں شریک بنا لیں اور میرے ساتھی کی حیثیت سے تجارتی سفر کریں۔ حضرت خدیجہؓ کی اس پیشکش کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبول کیا اور حضرت خدیجہؓ کو اپنا شریک تجارت بنا لیا اور حضرت خدیجہؓ کی طرف سے ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ شام کا سفر کیا۔ اس سفر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۲۵ سال اور حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ کی عمر ۲۱ برس تھی۔ (۶)

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میسرہ کے ہمراہ تجارت کی غرض سے

بصریٰ روانہ ہوئے، اس وقت ذی الحجہ کی سولہ تاریخ تھی۔ (۷) یہ قافلہ ایک ماہ کا سفر کر کے شام پہنچا، تجارتی کاروبار کیا اور تقریباً" اڑھائی ماہ بعد واپس مکہ پہنچا۔ (۸)

حضرت خدیجہؓ کی طرف سے میسرہ کو ہدایت تھی کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادات و اطوار کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ (۹) حضرت خدیجہؓ نے مزید ہدایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حکم عدولی و نافرمانی نہ کی جائے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اختلاف رائے کرے۔ (۱۰) اور سفر کے حالات کا بخوبی مشاہدہ کرے اور پھر واپس آ کر تفصیل سے بیان کرے۔ (۱۱) سفر کے دوران ایک معجزہ بھی ہوا کہ راستے میں سامان تجارت سے لدے ہوئے دو اونٹ بیمار ہو کر گر پڑے اور مرنے کے قریب ہو گئے۔ اطلاع ملنے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان اونٹوں کے قریب پہنچے اور اونٹوں کے ماتھے اور کمر پر ہاتھ لگایا۔ یہ اونٹ تندرست ہو کر قافلے کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگے۔ قافلے والے یہ معجزہ دیکھ کر حیران ہو گئے۔ (۱۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے میسرہ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس طرح پیش آنے لگا جیسے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام ہو۔ (۱۳) ابنِ اسحاق کے مطابق آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو مال تجارت لے گئے تھے، فروخت کیا اور جو مال خریدنا چاہتے تھے، وہ خرید لیا اور واپسی کا سفر اختیار کیا۔ مکہ پہنچ کر وہاں سے لایا ہوا مال فروخت کیا۔ چنانچہ مال دوگنا یا اس کے قریب ہو گیا۔ (۱۴)

عبدالکریم ثمر لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہاں سے کثیر نفع لے کر واپس آئے۔ (۱۵) "سیرتِ دحلانیہ" میں بھی لکھا ہے کہ ایک روایت میں ہے، لوگوں نے اپنا سامان فروخت کیا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح کسی کو بھی نفع نہ ہوا۔ یہاں تک کہ میسرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ میں نے حضرت خدیجہؓ کے لیے چالیس سفر کیے ہیں مگر میں نے اس قدر نفع کبھی نہیں دیکھا۔ نفع کی یہ زیادتی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی وجہ سے ہے۔ (۱۶)

اس سفر میں نسطورا راہب مقام بصریٰ میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے ملا اور تقریباً" ویسی ہی پیش گوئی کی جیسا کہ بحیرا راہب نے کی تھی۔ (۱۷)

سفر سے واپسی پر میسرہ نے اپنی مالکن کو آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خصوصیات یوں بیان کیں۔ "میں نے انہیں سفر کی صعوبتوں میں ہمیشہ پُرسکون دیکھا ہے۔ انہیں مشکلات میں خندہ رُو پایا ہے۔ انھوں نے گاہکوں کے تمسخروں اور خریداروں کے شور و شغب میں یکساں تحمل اور بُردباری کا ثبوت دیا ہے۔ ان کی خاموشی میں وقار اور گفتگو گویا موتیوں کی لڑی ہے۔ لوگ اگر صادق اور امین کہتے ہیں تو حقیقت کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ مسکراتے ہیں تو ان کے دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ ہوائیں ان کے پاس سے گزرتی ہیں تو معطر ہو جاتی ہیں' ان کے پسینے میں عجیب خوشبو ہے۔ جس اونٹ پر سوار ہوتے ہیں' اس کی رفتار بڑھ جاتی ہے اور جو سودا طے کرتے ہیں' اس میں دوسروں سے کہیں زیادہ منافع ہوتا ہے"۔ (۱۸)

جب دوپہر کا وقت ہوتا اور دھوپ سخت ہو جاتی تو میسرہ دیکھتا کہ دو فرشتے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے سر پر سایہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو دھوپ سے بچاتے تھے۔ (۱۹)

باڈلے لکھتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے میسرہ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے میرے نکاح کی بات کرو۔ میسرہ اگرچہ حیثیت کے اعتبار سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے بہت کم تھا مگر اکٹھے بہت سے سفر کرنے کی وجہ سے ایک دوسرے کے دوست بن گئے تھے۔ چونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اس زمانے میں بھی خاندانی امتیازات سے بالاتر ہو کر تمام لوگوں سے میل ملاپ رکھتے تھے۔ اس لیے میسرہ کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے شادی کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہ ہوئی۔ (۲۰)

ہمیں باڈلے کی بات سے کسی طرح اتفاق نہیں ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی قریبی عزیز تھیں۔ اس لیے انھیں اس مسئلے پر بات کرنے کے لیے اپنی بھاوج صفیہ بنتِ عبدالمطلب سے بات کرنی چاہیے تھی۔ یا اپنے بھتیجے حکیم بن حزام سے بات کرتیں جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دوست تھے۔ اس کے علاوہ حضرت خدیجہ کے عزیز حضرت خزیمہ اور ورقہ بن نوفل بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دوستوں میں سے تھا۔ پھر انہیں ملازم یا اپنی کسی سہیلی کو رازدار بنانے کی کیا ضرورت تھی۔

حضرت خدیجہ اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی شادی کے انتظامات میں میسرہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ (۲۱)

میسرہ کے آزاد ہونے اور حضرت خدیجہؓ کے نکاح کے بعد میسرہ کے حالات نہیں ملتے۔ عبدالرؤف دانا پوری اس سلسلے میں یوں لکھتے ہیں کہ "میسرہ سے بعض روائتیں دلائل النبوۃ کی مروی ہیں مگر یہ صحیح طور سے معلوم نہیں کہ بعثت کے زمانہ تک یہ باقی رہے یا نہیں۔ ابنِ حجر نے احتمالِ صحابہ میں ان کا ذکر کیا ہے"۔ (۲۲)

میسرہ سے مروی ہے کہ میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے عرض کی کہ اے رسولِ خدا! (صلی اللہ علیکَ وسلمَ) آپ کب سے نبی بنے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلمَ نے فرمایا۔ اس وقت جب آدم علیہ السلام روح و جسم کے درمیان تھے۔ یعنی ابھی حضرت آدمؑ کی روح کا جسم سے تعلق نہیں ہوا تھا۔ اس روایت کو ابنِ سعد نے بھی نقل کیا ہے اور ابو نعیم نے بھی حلیہ میں درج کی ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت میسرہ سے منقول ہے کہ میں نے بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم میں عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) آپؐ کب سے شرفِ نبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف قصد فرمایا۔ اور ان کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا اور عرش کو اس سے قبل ایجاد فرمایا تو عرش کے پائے پر "محمدؐ رسول اللہ خاتم الانبیا" (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) لکھا۔ اور جنت کو پیدا فرمایا تو میرا نام جنت کے دروازوں پر' اس کے درختوں کے پتوں پر اور اہل جنت کے خیموں اور قبروں پر لکھا' حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام کے روح و جسم کا باہمی تعلق نہیں ہوا تھا۔ جب حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا اور انھوں نے عرشِ معظم کی طرف نگاہ اٹھائی تو میرے نام کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں۔ (۲۳)

حواشی

۱۔ الرسولؐ۔ ص ۸۹
۲۔ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۰
۳۔ محمد کلیم ارائیں۔ سرورِ عالمؐ کے سفر مبارک۔ ص ۴۸ حاشیہ
۴۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۷۴، ۱۷۵
۵۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۴
۶۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۵۴
۷۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۵۴
۸۔ سرورِ عالمؐ کے سفر مبارک۔ ص ۴۲
۹۔ عرب کا چاند۔ ص ۸۹
۱۰۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۰
۱۱۔ سرورِ عالمؐ کے سفر مبارک۔ ص ۴۲
۱۲۔ سید محمد عابد۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ ص ۱۲۵ / سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۳، ۳۰۴
۱۳۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۴
۱۴۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۷۶
۱۵۔ رسولِ کائنات۔ ص ۴۷
۱۶۔ سیرتِ دحلانیہ۔ ص ۳۰۴
۱۷۔ اصح السیر۔ ص ۸
۱۸۔ سرورِ عالمؐ کے سفر مبارک۔ ص ۴۵
۱۹۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱ / ص ۷۶ / سید محمد عابد۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ ص ۱۲۶
۲۰۔ الرسولؐ۔ ص ۹۱
۲۱۔ الرسولؐ۔ ص ۹۲
۲۲۔ اصح السیر۔ ص ۸
۲۳۔ الوفا۔ ص ۴۵، ۴۶

عبداللہ المحاربی

عبداللہ المحاربی کہتے ہیں کہ "میں نے ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے جاتے ہیں۔ لوگو! لا الہٰ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے اور پیچھے ایک شخص ہے جو آپؐ کو پتھر مار رہا تھا۔ یہاں تک کہ آپؐ کی ایڑیاں خون سے تر ہو گئی ہیں اور وہ کہتا جاتا تھا۔ یہ جھوٹا ہے اس کی بات نہ مانو۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا یہ ان کا چچا ابولہب ہے"۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۲۳۴، ۲۳۵

جبر

ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ ابنِ ہشام کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جبر بنو الحضرمی کے غلام تھے۔ چونکہ گورے غلام خصوصاً" رومی علاقوں کے غلام عام طور پر عیسائی تھے۔ اس لیے قریش نے الزام لگایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اسلام کا پیغام انھی غلاموں میں سے کسی نے سکھایا تھا۔ اس سلسلہ میں چند نام لیے جاتے تھے۔ جن میں جبر جو بنو الحضرمی کے غلام تھے، بلعم لوہار صفوان بن امیہ نخاس اور صہیب الرومی شامل ہیں۔ قرآنِ مجید نے قریش کے اس غلط، بے بنیاد اور گمراہ کن الزام کا حوالہ دیا ہے۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۵۹۸

بلعم لوہار

اس کا نام صفوان بن امیہ نخاس تھا۔ اس کا ذکر الاغانی اور ابنِ ہشام نے کیا ہے۔ یہ ان افراد میں شامل تھا جن کے بارے میں کفار نے یہ الزام لگایا کہ انھوں

نے ہی آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اسلام کا پیغام سکھایا تھا۔ (۱)

حاشیہ

۱۔ الاغانی۔ جلد سوم۔ ص ۴۲ / ابنِ ہشام ص ۱۳۰ بحوالہ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۵۹۸

جبیر بن مطعم

جبیر بن مطعم بن نوفل (۱) نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو زمانہ جاہلیت میں دیکھا تھا۔ ان سے روایت ہے کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنی قوم کے درمیان مقام عرفات میں اونٹ پر سوار کھڑے دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو وہاں سے اپنے ساتھ لے گئی۔ (۲) ابنِ قتیبہ ابن اسحاق کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانِ غنی کی نماز جنازہ حضرت جبیر بن مطعم نے پڑھائی تھی۔ (۳)

ان کی کنیت "ابو محمد" تھی۔ یہ ۵۹ ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے بیٹے نافع بن جبیر بن مطعم ذی مرتبہ شخص تھے۔ ایک مرتبہ علاء بن عبدالرحمن حرمی کے حلقہ میں جس وقت وہ لوگوں کو پڑھا رہے تھے، پہنچے اور بیٹھ گئے۔ جب وہ پڑھانے سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے دریافت کیا کہ تم جانتے ہو میں کیوں بیٹھ گیا۔ لوگوں نے کہا۔ سننے کے لیے۔ یہ کہنے لگے نہیں بلکہ تم لوگوں کے ساتھ بیٹھنے میں صرف خدا کے نزدیک عاجزی مقصود تھی۔ (۴)

حواشی

۱۔ کتابُ المعارف۔ ص ۹۳

۲۔ الخصائص الکبریٰ۔ اول۔ ص ۱۴۹ / سیرتِ ابنِ ہشام۔ اول۔ ص ۲۲۷

۳۔ کتاب المعارف۔ ص ۱۹۵

۴۔ ایضاً۔ ص ۲۹۱

حضورؐ کے ہمسائے

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

احادیث مبارکہ میں ہمسایوں کی بہت اہمیت بیان کی گئی ہے۔ مثلاً حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک اچھا دوست وہ ہے جو اپنے دوستوں کے ساتھ اچھا ہو، اور اچھا ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسایوں کے ساتھ اچھا ہو۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی بیان کرتی ہیں کہ جبرائیلؑ مجھے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ہمیشہ یوں تاکید کرتے رہے کہ گمان ہوتا تھا کہ پڑوسی کو وراثت میں حصہ دار بنا دیا جائے گا۔ حضرت ابی شریح سے روایت ہے کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، واللہ! وہ مومن نہیں، واللہ وہ مومن نہیں، واللہ وہ مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔

ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر جنت اور بُرا سلوک کرنے پر جہنم کی وعید ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ فلاں عورت اپنی نماز، روزہ اور خیرات کی وجہ سے مشہور ہے مگر وہ اپنے پڑوسیوں کو زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، وہ جہنمی ہے۔ اس شخص نے دوبارہ عرض کی اس کے برعکس فلاں عورت نماز، روزہ اور صدقہ و خیرات میں کمی کرتی ہے مگر پڑوسیوں کو دکھ نہیں پہنچاتی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، وہ جنتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بہتر اور بُرا سلوک کرنا غلط ہے۔ اس بات کا عملی نمونہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پڑوسی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے جن بدبخت پڑوسیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تنگ کیا' انہوں نے جہنم کو خود پر واجب کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام پڑوسیوں کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت ابو ثابت القرشیؓ

حضرت ابو ثابت القرشیؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمسائے تھے۔ ان سے ابوراشد الجبرانی نے روایت کی کہ شُرحبیل بن حکم نے حکیم بن عمیر سے' انہوں نے ابوراشد سے روایت کی کہ انہیں قریش کے ایک بُزرگ نے جنہیں جار الوحی کہا جاتا تھا اور جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس گھر کے ہمسائے میں رہتے تھے' جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نزول وحی ہوتا تھا' بتایا کہ ہم نمازِ عشا سے فارغ ہوئے تھے کہ جبریل علیہ السلام نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آواز دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اگر آپ کی رائے ہے کہ میں ہی آؤں تو میں ہی آ جاتا ہوں ورنہ آپ آ جائیں۔ جبریلؑ نے جواب دیا۔ اچھا میں ہی آ جاتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے دیوار کو پھاڑا اور اندر آ کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور سواری کے ایک جانور پر جو ایک خچر کے قد کا تھا' آپؐ کو سوار کر کے چل دیئے۔ آپؐ کا گزر بیت المقدس میں تین ایسے آدمیوں پر ہوا جو عبادتِ الٰہی میں منہمک تھے۔ پھر چار آدمیوں کے پاس سے گزرے۔ یہ سب لوگ عبادت میں مشغول تھے۔ ابن مندہ اور ابو نعیم نے ان کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

حکم بن ابی العاص

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اعلانِ نبوت کے بعد اذیت دینے والوں اور تکلیف پہنچانے والوں میں حکم بن ابی العاص کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ (۲) ابنِ اسحاق کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت دینے والوں میں سوائے حکم بن ابی العاص کے کسی اور نے اسلام قبول نہ کیا۔ (۳) یہ اموی خلیفہ مروان بن حکم بن ابی العاص کا باپ تھا۔ (۴)

یہ حضرت عثمانِ غنی کا پھوپھا تھا۔ اس نے حضرت عثمانؓ کے اسلام لانے پر انہیں بہت تنگ کیا مگر حضرت عثمانؓ ثابت قدم رہے۔ آخر اس نے اپنی سختی چھوڑ دی۔ (۵) حکم فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا۔ اس کی بیٹی نے ایک بار اپنے باپ حکم سے کہا اے بنی امیہ میں نے کسی قوم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں تم لوگوں سے زیادہ بداندیش اور ناکام نہیں دیکھا۔

نافع بن جبیر بن معطم نے اپنے والد سے روایت کر کے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ تھے کہ ادھر سے حکم بن ابی العاص کا گزر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ اس شخص کی نسل سے میری امت کی خرابی ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے مدینہ سے طائف کی طرف نکال دیا اور اس کے ساتھ اس کے بیٹے مروان کو بھی نکال دیا۔ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ مروان طائف ہی میں پیدا ہوا تھا۔ بعض لوگ اس کو مدینہ سے نکالنے کی ایک وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے راز چھپ کر سنتا تھا اور دروازے کی درز سے جھانکتا تھا۔ اسی وجہ سے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اس کی آنکھ کو چاقو سے پھوڑ دیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفتار اور حرکات کی نقل کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ٹھہر ٹھہر کر چل رہے تھے۔ پیچھے دیکھا تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جھک جھک کر نقلیں کر رہا تھا۔ اس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ "تم ایسے ہی ہو جاؤ" (۶) چنانچہ اس کی رفتار میں اس وقت سے رعشہ پیدا ہو گیا۔

حضرت عائشہؓ نے ایک بار مروان بن حکم سے کہا' اے مروان! میں اس بات کی شہادت دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تیرے باپ پر لعنت کی تھی اور اس وقت تو اپنے باپ کی پشت میں تھا۔ ابنِ اثیر یہاں لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت مبارک یہ تھی کہ اپنی خلافِ طبیعت باتوں پر بہت بُردباری اور چشم پوشی فرماتے مگر حکم کے ساتھ جو معاملہ کیا' وہ کسی بڑے قصور کا

تھا۔ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر آپؐ کی زندگی بھر مدینہ سے نکلا رہا۔ پھر جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو ان سے سفارش کی گئی کہ اس کو واپس مدینہ میں بلا لیا جائے مگر حضرت ابوبکرؓ نے کہا "میں اس گرہ کو نہیں کھول سکتا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے باندھا ہے"۔ ایسا ہی حضرت عمرؓ نے بھی کیا۔ حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اسے مدینہ میں بلا لیا اور فرمایا "میں نے اس کی سفارش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کی تھی اور آپؐ نے مجھ سے اس کے واپس بلانے کا وعدہ کیا تھا"۔ یہ حضرت عثمان کے عہد میں فوت ہوا۔ (۷)

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے جانی دشمنوں کو دل سے معاف کر دیا۔ ان کی اولاد کو اپنے سینے سے لگایا مگر اپنے پیارے چچا حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی بن حرب اور ہند کو دل سے معاف نہ کیا۔ وحشی کے قبولِ اسلام کے بعد فرمایا تم میرے سامنے نہ آیا کرو۔ اور ان دونوں کے علاوہ حکم بن ابی العاص کے اسلام کو قبول کر لیا مگر اپنے سامنے آنے سے ہی نہیں بلکہ اسے مدینۂ طیبہ جیسے شہر سے بھی دور کر دیا۔ اس عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس شخص سے کس قدر نفرت تھی۔

حواشی

۱۔ اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ۔ جلد ۱۱۔ ص ۳۹

۲۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۵۲ / نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۔ ص ۵۷۷ مضمون تاریخ یعقوبی: سیرتِ نبویؐ کا ایک اہم ماخذ از ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی / مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۲۰۰

۳۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۲۲۰ / الرحیق المختوم۔ ص ۱۵۲

۴۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۵۲ حاشیہ

۵۔ حضرت عثمانؓ۔ ص ۴

۶۔ ابن حزم ظاہری کے مطابق بھی حکم بن ابی العاص چلنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نقلیں اتارتا تھا۔ اس کی اس حرکت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے فرمایا کہ یہ ایسا ہی ہو جائے۔ چنانچہ یہ اپنے مرنے تک لنگڑا کر چلنے لگا اور اس کی ٹانگوں میں رعشہ طاری ہو گیا۔ (جوامع السیرۃ۔ ص ۳۵) بیہقی کی روایت ہے کہ حکم بن ابی العاص حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مجلس میں بیٹھتا تھا جب آپؐ کلام فرماتے تو اپنا منہ بنا کر نتھنے پھلا کر اور منہ کو پھڑکا کر منافقوں سے آنکھ کا اشارہ کرتا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مذاق اڑاتا تھا۔ اس لیے آپؐ نے اسے بددعا دی تھی اور مرتے دم تک اس کا منہ پھڑکتا رہا۔ (رسولؐ کے تین سو معجزات۔ ص ۴۹ بحوالہ ماہنامہ نعت لاہور۔ فروری ۱۹۹۱۔ ص ۴۱)

محمد سردار احمد لکھتے ہیں کہ ابو جعفر محمد حبیب نے کتاب المحبر میں حکم بن ابی العاص کو استہزا اور تمسخر کرنے والوں میں شمار نہیں کیا بلکہ انہوں نے ایذا و تکلیف پہنچانے والوں میں ذکر کیا ہے۔ ص ۱۵۷ نیز استیعاب، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ اور اصابہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ البتہ بلاذری نے انساب الاشراف میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ یہ شخص حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو عیب لگاتا، طعن و تشنیع کرتا، آپؐ کے پیچھے چل کر طرح طرح کی نقلیں اتارتا تھا۔ (جوامع السیرۃ۔ ص ۳۔ حاشیہ مترجم محمد سردار احمد)

۷۔ اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۳۵۔۳۷

ابن الاصدا ھذلی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمسایوں میں ابن الاصدا ھذلی بھی شامل ہے۔ ابنِ اسحاق کا بیان ہے کہ یہ اس گروہ میں شامل تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر کر اندر اذیت دیا کرتا تھا۔ ان لوگوں کے ستانے کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز پڑھتے تو یہ لوگ گندگی اس طرح پھینکتے کہ وہ ٹھیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جا گرتی یا ہانڈی میں گرتی۔ اس وجہ سے مجبور ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک گھروندا بنا لیا کہ نماز پڑھتے وقت ان سے بچ سکیں۔ بہرحال جب یہ گندگی پھینکی جاتی تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسے

لکڑی سے ہٹاتے اور دروازے پر کھڑے ہو کر صرف اس قدر فرماتے۔ اے بنی عبدِ مناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے۔ پھر اس گندگی کو ایک طرف ڈال دیتے۔ (۱)

ابن سعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کو اذیت اور دشمنی رکھنے اور جھگڑے فساد کے خواہاں ۲۰ افراد کا ذکر کرتے ہیں تو ان افراد میں ابن الاصدا ہذلی کا نام بھی آتا ہے اور یہ بھی کہ یہ وہی ہے جس کو اروی بنتِ عبدالمطلب نے نکال دیا تھا۔ (۲)

باقی تفصیلات نہیں ملتیں۔

حواشی

۱۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۵۲ / مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۲۲۰

۲۔ طبقاتِ ابن سعد۔ اول۔ ص ۲۹۹

عدی بن حمر ثقفی

صفی الرحمٰن مبارک پوری ابن اسحاق کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جو لوگ ہمسائے تھے اور گھر کے اندر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیتیں دیتے تھے، ان ہمسائیوں میں عدی بن حمرا ثقفی بھی شامل ہے۔ (۱)

یاسین مظہر صدیقی یعقوبی کے حوالے سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت دینے والوں میں عدی بن حمرا ثقفی کا نام بھی لیتے ہیں۔ یوں لکھا ہے کہ اعلانِ نبوت کے بعد ایذا دینے والوں (۲) میں "ابولہب، حکم بن ابی العاص، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمراء ثقفی اور عمرو بن طلالہ خزاعی کے ناموں کا ذکر ہے۔ (۳)

حاشیہ میں لکھتے ہیں "یہاں یعقوبی کا اعتدال اور دیانت تاریخی کی داد دینی چاہیے کہ اس نے دشمنانِ رسولؐ میں جہاں خواہ مخواہ دوسرے اموی اشخاص کو نہیں شامل کیا ہے، وہاں ایمانداری سے اعتراف کر لیا ہے کہ سب سے بڑا موذی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چچا ابولہب ہاشمی تھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس فہرست میں ابوجہل مخزومی کا نامِ بدنامی نہیں ہے"۔ (۴)

حواشی

۱۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۵۲ / مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۲۰۰

۲۔ ابن سعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت دینے، دشمن رکھنے اور فساد کرنے والوں میں عدی بن الحمرا ثقفی کے علاوہ ابوجہل بن ہشام، اسود بن عبد یغوث، ولید بن مغیرہ، ابی خلف، عاص بن وائل، منبہ بن الحجاج، سائب بن صیفی بن عابد، عاص بن سعید بن العاص، عقبہ بن ابی معیط، حکم بن ابی العاص، ابولہب، حارث بن قیس، امیہ، ابوقیس بن الفاکہ بن المغیرہ، نضر بن الحارث، زہیر بن ابی امیہ، اسود بن عبدالاسد، عاص بن ہاشم اور الاصدا ہذلی کو شامل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ سب قریش کے ہمسایہ تھے۔ ابوجہل، ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عداوت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب بھی عداوت رکھتے تھے مگر یہ لوگ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بدگوئی نہیں کرتے تھے۔ (طبقاتِ ابن سعد۔ حصہ اول۔ ص ۲۹۸، ۲۹۹)

۳۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۔ ص ۵۷۷ مضمون تاریخِ یعقوبی۔ سیرتِ نبویؐ کا ایک اہم ماخذ از ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی

۴۔ ایضاً۔ ص ۵۷۷

ابولہب

عبدالرؤف دانا پوری (۱) صفی الرحمٰن مبارک پوری (۲) اور پیر محمد کرم شاہ (۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمسایوں میں ابولہب کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ دوسرے ہمسایوں کے ساتھ مل کر آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تنگ کرتا تھا۔ مفتی عزیز الرحمٰن "روضۃ الاحباب" کے ترجمہ "رسالتمآبؐ" میں لکھتے ہیں، حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ میں اپنے دو بدترین ہمسایوں کے درمیان تھا۔ یعنی ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط۔ یہ دونوں گندگی جمع کرتے اور میرے راستے پر پھینک دیتے۔ جب آقا حضور صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم یہ دیکھتے تو نہایت نرمی اور مہربانی سے فرماتے۔ "یہ کیا حقِ ہمسائیگی ہے" اور اسے ہٹا دیتے۔ (۴)

ابولہب نے اپنی لونڈی ثویبہؓ کو اپنے بھتیجے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ پاک کے موقع پر آزاد کر دیا تھا۔ (۵) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ابولہب کے مرنے کے بعد میں نے خواب میں ابولہب کو دیکھا۔ اس نے بتایا کہ جب سے میں مرا ہوں، سخت عذاب میں ہوں مگر دوشنبہ کی رات، جب میں نے ثویبہؓ کو آزاد کیا تھا۔ میرے عذاب میں کمی ہو جاتی ہے۔ (۶)

ہجرتِ مدینہ کی رات جو کفار آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درِ اقدس پر کھڑے اس لیے (۷) پہرہ دے رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت نہ کر سکیں۔ واقدی نے اپنے شیوخ اور اساتذہ کے حوالے سے ان کے نام بیان کیے ہیں۔ ان ۱۲ کفار میں ابولہب بھی شامل تھا۔ (۸) مولانا مودودی ان اشخاص میں حارث بن قیس کا نام بھی لیتے ہیں۔ (۹) اس کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا مگر چونکہ رنگ بہت چمکتا ہوا سرخ و سفید تھا، اس لیے یہ ابولہب یعنی شعلہ رُو مشہور ہوا۔ (۱۰)

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلانِ نبوت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ ابولہب کے دو بیٹوں کے نکاح میں تھیں۔ مگر اعلانِ نبوت اور سورۂ لہب کے نزول کے بعد ابولہب اور اس کی بیوی امِ جمیل نے رخصتی سے پہلے ہی طلاق دلوا دی تھی۔ حضرت عثمانؓ کی شادی پہلے حضرت رقیہؓ سے ہوئی اور ان کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت امِ کلثومؓ کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ (۱۱)

غزوۂ بدر میں کفار قریش قریباً ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ جنگ کے لیے نکلے۔ ان کے پاس ایک سو گھوڑے اور سات سو اونٹ تھے۔ ان میں اس قدر جوش اور اشتعال تھا کہ سوائے ابولہب کے مکہ میں کوئی سردار پیچھے نہ ٹھہرا۔ ابولہب نے اپنی جگہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا تھا۔ قریش کے قبائل میں عدی بن کعب کے سوا سب قبائل نے جنگ میں حصہ لیا۔ (۱۲)

غزوۂ بدر کے سات دن بعد اسے عدسہ یعنی چیچک کی بیماری ہو گئی اور وہ اسی بیماری سے مر گیا۔ چھوت لگنے کے خوف سے اس کے گھر والے بھی اس کی لاش کے قریب نہ گئے اور مزدور حبشیوں سے گڑھا کھدوا کر لکڑیوں سے اس کی لاش گڑھے میں دھکیل دی۔ (۱۳)

ابولہب کی اولاد میں اپنے باپ کی طرح اس کے نامراد بیٹے عتبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بددعا فرمائی تھی اور اسے ایک درندے نے مار ڈالا تھا۔ اس کے علاوہ دو بیٹے عتبہ اور معتب فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گئے تھے۔ (۱۴) یہ دونوں بھائی حضرت عباسؓ کی وساطت سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور ایمان لائے تھے۔ (۱۵) ابولہب کی ایک بیٹی درہؓ نے بھی اسلام قبول کیا تھا۔ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا زاد بھائی نوفل بن حارث کے بیٹے حارث کی بیوی تھیں۔ درہ بنتِ ابولہب نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی۔ (۱۶) درہؓ کے شوہر اور سسر نے غزوۂ خندق سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ (۱۷) جب یہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں تو رافع بن معلی زرقی کے گھر اتریں۔ وہاں بنو زریق کی عورتیں ملنے آئیں اور کہنے لگیں کہ تم کو ہجرت کا کیا ثواب ملے گا کیونکہ تمہارے باپ ابولہب کے بارے میں تو سورہ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ نازل ہوئی تھی۔ یہ اس غم اور پریشانی کے عالم میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی فریاد سنائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں تسلی دی اور بٹھایا۔ پھر لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی اور تھوڑی دیر بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے اور پکارا "لوگو! مجھ کو میرے خاندان کے بارے میں تکلیف دیتے ہو۔ بخدا قیامت کے دن یمن کے قبائل صداء حکم اور سلب کے لوگ بھی (میری شفاعت سے) بہرہ یاب ہوں گے۔ (۱۷ الف) اور فرمایا کہ میرے قرابت داروں پر طعن و تشنیع سے مجھے نہ ستایا جائے"۔ (۱۸)

حواشی

۱۔ اصح السیر۔ ص ۵۴

۲۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۵۲ - ۱۵۴

۳ - ضیاء النبیؐ۔ جلد دوم۔ ص ۴۳۲
۴ - رسالتمآبؐ۔ ص ۴۷
۵ - انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۴۳ / محمد عابدؔ سید۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ ص ۳۹ / عبدالعزیز ہزاروی۔ سیرتِ مصطفیٰؐ۔ ص ۶۰ / معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۰ / نور بخش توکلی۔ سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۴۳
۶ - معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۰، ۱۱۱ / حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۳۱ حاشیہ نمبر ۱
۷ - بیعتِ عقبۂ ثانیہ کے بعد آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا تو صحابہؓ آہستہ آہستہ مکہ سے نکل گئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بدستور مکہ میں مقیم رہے۔ حتیٰ کہ قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں مشورہ کر سکیں۔ دارالندوہ میں قریش اس متفقہ فیصلے پر پہنچے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قتل کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔ جب اندھیرا چھا گیا تو اکٹھے ہو کر آپؐ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے تاکہ اکٹھے ہو کر حملہ کر سکیں۔ حضرت جبریلؑ نے کفار کا سارا منصوبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی چارپائی پر حضرت علیؓ کو سلا دیا اور (انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۷۶ / سیرتِ رسولِ عربیؐ۔ ص ۹۹ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۹۳ / مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۲۸۲، ۲۸۴ / الوفا۔ ص ۲۸۰، ۲۸۱ / شریف التواریخ۔ جلد اول۔ ص ۱۸۵) خود گھر سے باہر تشریف لے آئے اور مشرکین میں سے گزرتے چلے گئے۔ اور ایک مٹھی سنگریزوں والی مٹی ان کفار کے سروں پر ڈالی۔ وہ کافر آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ دیکھ سکے۔ اس موقع پر کوئی مشرک نہ بچا جس کے سر پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مٹی نہ ڈالی ہو۔ اس کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور پھر ان کے مکان سے نکل کر راتوں رات یمن کا رخ کیا اور چند میل پر واقع جبلِ ثور کے ایک غار میں جا پہنچے۔ (الرحیق المختوم۔ ص ۲۷۳/۲ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۹۴ / شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۲۴۵)

سُہیلی نے بعض علمائے سِیَر کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان لوگوں نے دیوار پھاند کر اندر جانے کی کوشش کی تھی مگر اندر سے کسی عورت کے چیخنے کی آواز آئی۔ جسے سن کر وہ دُبک گئے اور انھوں نے آپس میں کہا کہ "واللہ! یہ سارے عرب میں ہمارے لیے سخت بدنامی کی بات ہو گی کہ ہم دیواریں پھاند کر رات کو اپنے ہی ایک رشتہ دار کے گھر میں گھسے اور ہم نے اپنے قبیلے کی بیٹیوں کی عزت و آبرو کا لحاظ بھی نہ کیا"۔ یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ رات بھر باہر بیٹھے رہے۔ اور اس انتظار میں رہے کہ صبح سویرے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اٹھیں گے تو ہم یکبارگی آپؐ پر ٹوٹ پڑیں گے (سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۲۳)
۸ - الوفا۔ ص ۲۸۳
۹ - سیرتِ سرورِ عالمؐ۔ جلد دوم۔ ص ۷۲۳
۱۰ - سرورِ عالمؐ کے سفرِ مبارک۔ ص ۷۱
۱۱ - رہبرِ کامل۔ ص ۷۶ / حیاتِ طیبہ مین پیر کے دن کی اہمیت۔ ص ۴۸ حاشیہ
۱۲ - مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۳۷ / شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ ص ۳۱۴، ۳۱۵
۱۳ - سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفرِ مبارک۔ ص ۷۲
۱۴ - مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۷
۱۵ - سرورِ عالمؐ کے سفرِ مبارک۔ ص ۷۲
۱۶ - اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۰۳
۱۷ - تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۶۵، ۳۶۶
۱۸ (اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۰۳)

عقبہ بن ابی معیط

عقبہ کا نسب (۱) یہ ہے۔ عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی (۲) یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہمسایہ تھا۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط میرے دو

بدترین ہمسائے تھے۔ (۳)

حضرت عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ پیش آنے والا سب سے سخت واقعہ مجھ سے بیان کرو تو انھوں نے بتایا کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیت اللہ اور مسجد حرام کے احاطہ میں تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کندھے مبارک کو پکڑا اور چادر مبارک کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گردن میں لپیٹ کر سخت بل دیا۔ اور آپؐ کی گردن کو سخت دبایا۔ حضرت ابوبکرؓ آپہنچے اور عقبہ کو کندھے سے پکڑ کر پیچھے دھکیل دیا اور فرمایا۔ کیا تم انھیں اس لیے شہید کرنے کے درپے ہو کہ یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیاتِ بینات اور واضح دلائل لائے ہیں۔ (۴)

عقبہ بن ابی معیط جب کبھی سفر سے واپس آتا تو دعوتِ عام کرتا جس میں اہلِ مکہ شریک ہوتے۔ یہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باتیں سنتا اور انھیں پسند کرتا۔ ایک بار وہ سفر سے واپس آیا تو اس نے حسبِ عادت دعوتِ عام کا اہتمام کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی دعوت دی۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جب تک تو مسلمان نہ ہو جائے' میں تیری دعوت قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ اس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ ابی بن خلف سے اس کا بڑا یارانہ تھا۔ اس نے جب عقبہ بن ابی معیط کے اسلام کا سنا تو اس سے کہا کہ سنا ہے کہ تو مرتد ہو گیا ہے۔ عقبہ نے کہا ہرگز نہیں میں نے محض ایک غرض کے لیے اسلام کا اظہار کیا ہے۔ اُبی بن خلف نے کہا اب میں تم اس سے وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک تو ان کے پاس جا کر ایسی ایسی گستاخیاں نہ کر لے۔ عقبہ نے جہنمی دوست کو خوش کرنے کے لیے وہ سب گستاخیاں کیں جن کا خلف نے کہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے رُخِ انور پر تھوک دیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس تھوک کو آگ کا انگارا بنا کر لوٹا دیا جو اس کے اپنے منہ پر آلگا۔ اس سے اس کا منہ جل گیا اور مرتے دم تک گالوں پر داغ رہا۔ عقبہ غزوۂ بدر میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا۔ (۵)

طالب ہاشمی لکھتے ہیں کہ عقبہ کو عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح نے قتل کیا تھا۔ (۶)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور ایک بار ابوجہل کے کہنے پر عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی اوجھڑی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پشت پر رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسی حالت میں رہے حتیٰ کہ حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور اس بوجھ کو اتار پھینکا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس موقع پر دعا فرمائی۔ "اے اللہ قریش کی اس جماعت کو اپنی گرفت میں لے لے' اے اللہ عقبہ بن ابی معیط کو عذاب میں مبتلا فرما۔ اے اللہ شیبہ کو عقاب و عتاب کا نشانہ بنا۔ اے اللہ ابوجہل بن ہشام کو قہر و جلال کا ہدف بنا۔ اے اللہ ابی بن خلف یا امیہ بن خلف پر غیظ نازل فرما"۔ (۷)

عقبہ قریش کے ممتاز آدمیوں میں سے تھا۔ یہ اسلام کا سخت دشمن تھا۔ آغاز اسلام ہی سے عقبہ بن ابی معیط اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جانی دشمن بن گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی مگر اس کے باوجود اس کی بیوی حضرت ارویٰؓ بنتِ کریز اور بیٹی امِ کلثومؓ بنت عقبہ نے نہ صرف اسلام قبول کر لیا' بلکہ اس پر قائم رہیں۔ بعض روایتوں کے مطابق ارویٰؓ بنت کریز نے ابتدائی برسوں میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ (۸)

عقبہ بن ابی معیط کی بیوی ارویٰؓ بنتِ کریز ہیں جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی امِ حکیم بنتِ عبدالمطلب کی بیٹی ہیں اور حضرت عثمانِ غنیؓ کی والدہ ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سمدھن بھی ہیں۔

عقبہ کی بیٹی امِ کلثومؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرتی تھیں۔ جب آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو یہ بھی ہجرت کرنے کے لیے تڑپتی تھیں مگر کنواری تھیں اور باپ اور بھائی ان کی کڑی نگرانی کرتے تھے' اس لیے یہ ایک مدت تک ہجرت نہ کر سکیں۔ غزوۂ بدر میں ان کا باپ عقبہ بن ابی معیط مرگیا مگر بھائیوں نے پہلے سے زیادہ نگرانی شروع کر دی۔ آخر صلحِ حُدَیبیہ کے بعد انھیں گھر سے نکلنے کا موقع مل گیا اور یہ بنی خزاعہ کے ایک شریف آدمی کے ساتھ پیدل ہی مدینہ چل پڑیں اور دن رات کے سفر کے بعد آقا حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئیں۔ (۹)

ان کے بھائیوں عمارہ بن عقبہ اور ولید بن عقبہ نے ان کا تعاقب کیا مگر یہ راستے میں کہیں نہ رکیں۔ یہ دونوں بھائی پیچھا کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اپنی بہن کی واپسی کا مطالبہ کیا کہ صلح نامۂ حدیبیہ کے مطابق اس شرط کو پورا کریں کہ قریش سے آئے ہوئے آدمی کو واپس کر دیں گے۔ حالانکہ صلحِ حدیبیہ میں عورت کی واپسی کا ذکر نہیں تھا۔ ایک طرف حضرت امِ کلثومؓ کے بھائی ان کی واپسی کا مطالبہ کر رہے تھے اور دوسری طرف یہ فریاد کرتی تھیں کہ مجھے واپس نہ بھیجیں کہ آیت نازل ہوئی "اے مومنو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو جانچ لو' اللہ ان کے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر تم کو معلوم ہو کہ وہ ایمان پر ہیں تو ان کو کافروں کے حوالے نہ کرو"۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام کلثومؓ بنتِ عقبہ کو واپس کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت امِ کلثومؓ بنتِ عقبہ کو کفار کے حوالے نہ کیا گیا' وہ ناکام ہو کر چلے گئے۔ اس کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کر دیا۔ (۱۰)

ولید بن عقبہ بن ابی معیط کی والدہ کا نام اروی تھا۔ اس طرح ولید بن عقبہ عثمان غنیؓ کے اخیافی بھائی تھے۔ اور ان کے بھائی فتح مکہ کے دن ایمان لائے تھے۔ ولید کی کنیت ابووہب تھی۔ ولید قریش میں کریم النفس' ظریف الطبع' حلیم' بہادر اور ادیب تھے اور پسندیدہ شعرا میں شمار ہوتے تھے۔ اصمعی' ابوعبیدہ اور کلبی وغیرہ کی رائے ہے کہ ولید بن عقبہ کو شراب پینے کی عادت تھی۔ (۱۱)

ان کے بھائی خالد بن عقبہ بھی اسلام لائے۔ (۱۲) ابنِ اثیر خالد بن عقبہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ مجھے قرآن سنائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آیت پڑھی۔ خالد بن عقبہ نے یہ آیت دوبارہ سنی اور کہا اللہ کی قسم! اس میں شیرینی ہے اور اس پر ایک تازگی ہے۔ اس کا اول سیراب کرنے والا ہے اور آخر پھل دینے والا ہے۔ اور یہ کسی انسان کا کہا ہوا کلام نہیں ہے۔ ان کا تذکرہ ابوعمر نے کیا ہے اور کہا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ خالد عقبہ بن ابی معیط کے بیٹے ہیں یا کوئی اور۔ (۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو بنی المصطلق پر ان کی صدقات کی وصولیابی کے لیے بھیجا۔ جب یہ وہاں پہنچے تو وہ ہتھیار باندھ کر ان کے پاس آئے۔ ولید بن عقبہ کے دل میں ان کے بارے میں خوف تھا اس لیے وہاں سے بھاگ آئے اور آکر اطلاع دی کہ وہ لوگ مرتد ہو گئے ہیں اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترجمہ) "اے ایمان والو! جب تمہارے پاس کوئی نامعتبر شخص خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو"۔ انہوں نے صدقہ کی ادائیگی کے لیے انکار کر دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحقیق کے لیے حضرت خالد بن ولید کو وہاں بھیجا۔ (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۹۹۷) تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ ان کے استقبال کے لیے نکلے تھے مگر یہ ڈر گئے اور واپس بھاگ آئے۔ (۱۴)

حواشی

۱۔ ابو معیط کا نام ابان اور ابوعمرو کا نام ذکوان تھا۔ (اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۳۴۴)
ایک روایت کے مطابق ذکوان بنو امیہ کا غلام تھا۔ (اسد الغابہ۔ جلد ۹۔ ص ۱۵۷)

۲۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۸۱

۳۔ رسالتمآبؐ۔ ص ۴۷

۴۔ الوفا۔ ص ۲۳۶

۵۔ نعت (ماہنامہ) لاہور۔ شہیدانِ ناموسِ رسالتؐ۔ حصہ اول۔ جنوری ۱۹۹۱۔ ص ۶۴' ۶۵ مضمون "توہینِ رسالت کی سزا" از حاجی نواب الدین گولڑوی

۶۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۸۱

۷۔ الوفا۔ ص ۲۳۶' ۲۳۷

۸۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۷۶' ۳۷۷

۹۔ تذکارِ صحابیات۔ ص ۳۸۱' ۳۸۲

۱۰۔ ابنِ عبدالشکور۔ سیرتِ زید بن حارثہ۔ ص ۱۰۱

۱۱۔ اسد الغابہ۔ جلد ۹۔ ص ۱۵۷' ۱۵۸

۱۲ - مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۹۹۷
۱۳ - اسد الغابہ۔ جلد ۳۔ ص ۳۲
۱۴ - اسد الغابہ۔ جلد ۹۔ ص ۱۵۸

ایک پڑوسی

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے مجھ سے حضرت خدیجہؓ کے ایک پڑوسی نے بیان کیا کہ اس نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا۔ آپؐ حضرت خدیجہؓ سے فرما رہے تھے کہ بخدا میں کبھی بھی لات (بت) کی عبادت نہیں کروں گا اور کبھی بھی عزّیٰ کی عبادت نہیں کروں گا۔ (۱)

مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد چند دن بنی ہاشم کے محلّہ میں گزار کر سوقِ عطارین کے پیچھے دارِ خزیمہ میں مستقل قیام کرنے لگے جو حضرت خدیجہؓ کا مکان تھا۔ (۲)

حواشی

۱ - الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص ۲۶۵
۲ - سیرتِ احمدِ مجتبیٰ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۲

ماخذ و مراجع

القرآن الکریم
(سورہ الانبیاء - ۲۱)

حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)
سنن ابی داؤد۔ کتاب الادب

- آسمان ہدایت کے ستر ستارے۔ طالب الہاشمی۔ البدر پبلی کیشنز' لاہور۔ طبع اول ۱۹۸۸
- ازواج مطہرات۔ جلد اول۔ جلد دوم۔ حافظ افروغ حسن۔ مکتبہ اردو ڈائجسٹ۔ لاہور۔ س ن
- اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ۔ ابن اثیر۔ جلد ۱' ۲' ۳' ۴' ۵' ۶' ۷' ۹' ۱۰' ۱۱ (ترجمہ از عبدالشکور لکھنوی و غلام ربانی عزیز)
- اسلام کی بہادر بیٹیاں۔ مسعودہ بیگم' انجمن حمایت اسلام' لاہور۔ جنوری ۱۹۸۰
- اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ سید قاسم محمود۔ مطبوعہ کراچی
- اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی۔ کمیلی ٹرسٹ' کراچی
- اسوہ حسنہ (ابن قیم جوزی کی "ھدی الرسولؐ" کا اردو ترجمہ) اردو ترجمہ از عبدالرزاق ملیح آبادی۔ مجلس نشریات اسلام' کراچی۔ ۱۹۷۹
- اصح السیر۔ عبدالرؤف دانا پوری۔ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی۔ س ن
- اصحابی۔ رحمان علی۔ مکتبہ نبویہ' لاہور۔ جنوری ۱۹۸۵ (یہ حکیم رحمان علی کی مشہور زمانہ کتاب "الشاہد" ہے۔ مصنف کا نام حکیم رحمان علی کے بجائے مولانا رحمان علی لکھ دیا گیا ہے)
- الجامعہ (ماہنامہ) جامعہ محمدی شریف جھنگ۔ ربیع الثانی۔ جلد ۳۲۔ شمارہ ۴
- الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول و دوم۔ علامہ جلال الدین سیوطی۔ اردو ترجمہ از راجا رشید محمود و سید حامد لطیف۔ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
- الرحیق المختوم۔ صفی الرحمان مبارکپوری۔ المکتبہ السلفیہ' لاہور۔ اپریل ۱۹۹۰
- الرسول۔ آر وی سی باڈلے۔ اردو ترجمہ از ڈاکٹر ایم ایس ناز۔ مکتبہ عالیہ' لاہور
- الشاہد۔ حکیم رحمان علی۔ منشی نو لکشور لکھنؤ۔ اگست ۱۹۰۶
- النبی الاطہرؐ۔ عبدالرحمان ابن جوزی۔ اردو ترجمہ مفتی علیم الدین نقشبندی۔ مکتبہ مجددیہ۔

سلطانیہ، جہلم۔ بار اول ۱۹۸۹

- الوارث (ماہنامہ) کراچی۔ ضمیمہ رسول کریمؐ نمبر
- الوارث۔ (ماہنامہ) کراچی۔ اپریل ۱۹۹۱
- الوفا باحوال المصطفیٰؐ۔ عبدالرحمان ابن جوزی۔ اردو ترجمہ از محمد اشرف سیالوی۔ فرید بک سٹال۔ لاہور۔ س ن
- ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ۔ نیر ندیم۔ مطبوعہ کراچی
- انوار محمدیہؐ (علامہ قسطلانی کی کتاب "المواہب اللدنیہ" کی تلخیص از علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی بعنوان "الانوار المحمدیہ" کا اردو ترجمہ از غلام ربانی عزیز) مکتبہ نبویہ، لاہور
- تاجدار حرم۔ اثر فاضلی۔ ادارہ فکر و نظر، کراچی۔ اشاعت اول۔ ۱۹۹۱
- برکات آل رسولؐ۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی۔ اردو ترجمہ از عبدالحکیم شرف قادری۔ رضا پبلی کیشنز، لاہور۔ ص ۱۹۸۰
- بلال۔ عصمت اللہ شمس الدین۔ مکتبہ عالیہ، لاہور۔ اشاعت اول ۱۹۸۹
- تاریخ ابن خلدون۔ جلد اول۔ عہد اسلام۔ اردو ترجمہ از ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ۔ محمد شمس الدین تاجر کتب لاہور۔ طبع اول۔ ص ۱۹۹۰
- تاریخ محمدؐ۔ ایم ڈی فاروق۔ ادارہ اشاعت قرآن و تاریخ اسلام، لاہور ۱۹۹۳
- تاریخ مدینہ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب "جذب القلوب الی دیار المحبوبؐ" کا اردو ترجمہ)
- تذکار صحابیات۔ طالب الہاشمی۔ البدر پبلی کیشنز، لاہور۔ چودھواں ایڈیشن ۱۹۹۲
- ترجمان الحدیث (ماہنامہ) لاہور۔ مارچ ۱۹۸۲
- تواریخ حبیبؐ الہ۔ مفتی عنایت احمد کاکوروی۔ مکتبہ مہریہ رضویہ، ڈسکہ۔ س ن (بیرونی سرورق پر نام "سیرت رسول اعظمؐ" لکھا ہے)
- جرنیل صحابہ۔ نواز رومانی۔ مکتبہ نبویہ، لاہور۔ جولائی ۱۹۹۰
- جوامع السیرۃ۔ ابن حزم ظاہری۔ مجلس نشریات اسلام، کراچی۔ ص ۱۹۹۰
- حبیبؐ خدا۔ اشرف علی تھانوی (کتاب کا اصل نام "نشر الطیب فی ذکر النبیؐ الحبیبؐ" ہے) مکتبہ عالیہ، لاہور۔ ۱۹۷۸
- حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ محمد حسین ہیکل۔ مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی۔ مکتبہ میری لائبریری، لاہور۔ دوسری بار۔ ۱۹۸۳
- حضرت محمد ولادت سے نزول وحی تک۔ حصہ اول۔ علی اصغر چودھری۔ اسلامک پبلی کیشنز، لاہور۔ چوتھی اشاعت ۱۹۸۹
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بچے۔ راجا رشید محمود۔ اختر کتاب گھر، لاہور ۱۹۹۳
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن۔ شہناز کوثر۔ اختر کتاب گھر، لاہور۔ ۱۹۹۲
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ دار خواتین۔ شہناز کوثر۔ اختر کتاب گھر، لاہور۔ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیاہ فام رفقاء۔ اظہر محمود۔ اختر کتاب گھر، لاہور۔ ۱۹۹۳
- حیات الصحابہ۔ جلد اول۔ مشتمل بر حصہ اول دوم و سوم۔ محمد یوسف کاندھلوی
- حیات الصحابہ۔ جلد سوم۔ مشتمل بر حصہ ہشتم، نہم، دہم۔ محمد یوسف کاندھلوی۔ ناشران قرآن، لاہور۔ س ن
- حیات رسالتمابؐ۔ راجا محمد شریف۔ انصار بک سٹال سرگودھا۔ مارچ ۱۹۸۸
- حیات صحابہ کے درخشاں پہلو۔ محمود احمد غضنفر۔ نعمانی کتب خانہ، لاہور۔ ایڈیشن دوم ۱۹۹۲
- حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت۔ شہناز کوثر۔ اختر کتاب گھر، لاہور ۱۹۹۱
- حیات محمدؐ۔ محمد حسین ہیکل۔ اردو ترجمہ از ابویحییٰ امام خان نوشہروی۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔
- خاتون پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسولؐ نمبر حصہ دوم
- خطبات جمعہ۔ شعبہ تحقیق و مراجع۔ وزارت مذہبی امور، اسلام آباد۔ س ن
- خلفائے رسولؐ۔ سید خضر حسین چشتی سیالوی۔ مکتبہ چشتیہ قادریہ، گوجرانوالہ۔ ۱۹۹۰
- خواتین رسولؐ اکرم کی نظر میں۔ ام فاروق۔ اسلامک بک سروس۔ نئی دہلی۔ ۱۹۸۸
- خیر البشرؐ کے چالیس جانثار۔ طالب الہاشمی۔ البدر پبلی کیشنز، لاہور۔ بار دہم۔ مئی ۱۹۹۰
- رحمت دارینؐ کے سو شیدائی۔ طالب الہاشمی۔ البدر پبلی کیشنز، لاہور۔ بار چہارم ۱۹۸۸
- رحمت عالم۔ سید سلیمان ندوی۔ محمد سعید اینڈ سنز۔ کراچی۔ س ن
- رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد اول و دوم۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ س ن
- رحمۃ للعالمینؐ۔ سید محمد عابد۔ محمد سعید اینڈ سنز کراچی۔ س ن
- رسالتمابؐ (سید جمال حسینی کی "روضۃ الاحباب" کا اردو ترجمہ) از مفتی عزیز الرحمان۔ شہزاد پبلشرز، لاہور۔ ۱۹۷۶
- رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ دارالاشاعت، کراچی۔ بار ہفتم ۱۹۸۷
- رسول رحمتؐ۔ ابوالکلام آزاد و غلام رسول مہر۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ س ن

- رسول عربیؐ۔ عمر ابو النصر۔ مقبول اکیڈمی' لاہور۔ س ن
- رسول کائناتؐ۔ عبدالکریم ثمر۔ آئینہ ادب' لاہور۔ بار اول ۱۹۸۳
- روحانی ڈائجسٹ (ماہنامہ) کراچی۔ اکتوبر ۱۹۸۳
- رہبر کامل۔ عبدالاحد خاں۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔ دہلی۔ ۱۹۹۰
- سراپائے اقدس۔ حکیم غلام نبی۔ مکتبہ انوار طیبہ' لاہور۔ بار اول۔ س ن
- سرور عالمؐ کے سفر مبارک۔ محمد کلیم ارائیں۔ مکتبہ تعمیر انسانیت' لاہور۔ اشاعت اول۔ مئی ۱۹۷۸
- سرور کائنات۔ سید امیر علی۔ قومی کتب خانہ' لاہور ۱۹۸۵
- سوانح عبدالمطلبؓ۔ محمد رحیم دہلوی۔ مکتبہ رضیہ' کراچی
- سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد اول
- سیاسی وثیقہ جات۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی۔ اردو ترجمہ از ابو یحیی امام خاں نوشہروی۔ مجلس ترقی ادب' لاہور۔ طبع اول۔ ۱۹۶۰
- سیدنا صدیق اکبر۔ سعید احمد اکبر آبادی۔ کتب خانہ انجمن حمایت اسلام' لاہور۔ بار اول۔ ۱۹۸۰
- سیر الصحابہ۔ جلد اول' جلد دوم' مہاجرین حصہ اول' جلد چہارم۔ حصہ ہفتم' جلد پنجم۔ اسوہ حسنہ۔ حصہ اول۔ جلد پنجم۔ حصہ ہشتم و نہم' جلد پنجم۔ حصہ ہفتم' جلد ششم (ادارہ اسلامیات' لاہور۔ س ن)
- سیر الصحابیات مع اسوہ صحابیات۔ سعید احمد انصاری' عبدالسلام ندوی۔ دارالاشاعت' کراچی۔ س ن
- سیرت ابن اسحاق۔ اردو ترجمہ از رفیع اللہ شہاب۔ مقبول اکیڈمی' لاہور۔ ۱۹۹۳
- سیرت احمد مجتبیٰؐ۔ جلد اول۔ شاہ مصباح الدین شکیل۔ پاکستان اسٹیٹ آئل' کراچی۔ ستمبر ۱۹۸۶
- سیرت احمد مجتبیٰؐ۔ جلد دوم۔ شاہ مصباح الدین شکیل۔ پاکستان اسٹیٹ آئل' کراچی۔ ستمبر ۱۹۹۰
- سیرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب۔ فضل اللہ بہاری عظیم آبادی۔
- سیرت الرسولؐ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ المکتبہ الاشرفیہ' لاہور۔ س ن
- سیرت الرسولؐ من القرآن۔ سید محمد رضوان و انتظام اللہ شہابی۔ سعید کمپنی' کراچی۔ ۱۹۶۳
- سیرت المختار۔ مصطفیٰ غلامی۔ اردو ترجمہ ملک غلام علی۔ مکتبہ تعمیر انسانیت' لاہور۔ طبع

چہارم۔ س ن
- سیرت المصطفیٰؐ۔ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ مکتبہ اہل حدیث' سیالکوٹ۔ جون ۱۹۷۳
- سیرت المصطفیٰؐ۔ جلد اول' دوم' سوم۔ محمد ادریس کاندھلوی۔ مکتبہ عثمانیہ' لاہور۔ ۱۹۸۵
- سیرۃ النبیؐ۔ جلد اول۔ شبلی نعمانی
- سیرت النبیؐ کامل مرتبہ ابن ہشام۔ جلد اول و جلد دوم۔ اردو ترجمہ از عبدالجلیل صدیقی۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ س ن
- سیرت خاتم الانبیاءؐ۔ مفتی محمد شفیع۔ بیگم عائشہ باوانی وقف' کراچی۔ ۱۴۰۲ھ
- سیرت دحلانیہ۔ احمد زینی دحلان مکی۔ اردو ترجمہ از صائم چشتی (سرورق پر مصنف کا نام غلطی سے "احمد بن زین دحلان" لکھا ہے) چشتی کتب خانہ فیصل آباد۔ اکتوبر ۱۹۸۶
- سیرت رسولؐ۔ ساجد الرحمان۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن' لاہور ۱۹۸۴
- سیرت رسول اکرمؐ۔ اشرف علی تھانوی۔ نذیر سنز پبلشرز' لاہور ۱۹۸۸ (کتاب کا اصل نام "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" ہے)
- سیرت رسولؐ عربی۔ نور بخش توکلی۔ تاج کمپنی لمیٹڈ۔ س ن
- سیرت زید بن حارثہ۔ ابن عبدالشکور۔ مکتبہ تعمیر انسانیت' لاہور۔ اشاعت دوم ۱۹۹۰
- سیرت سرور عالمؐ۔ جلد اول۔ جلد دوم۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ ادارہ ترجمان القرآن۔ ۱۹۷۸۔ اگست ۱۹۷۹
- سیرت سید الشہدا حضرت حمزہؓ۔ ابن عبدالشکور۔ مکتبہ تعمیر انسانیت' لاہور۔ طبع اول ۱۹۹۰
- سیرت سید المرسلینؐ۔ عبدالمصطفیٰ محمد اشرف۔ جلد اول۔ جلد دوم۔ مکتبہ اسلامیہ' لاہور۔ بار اول۔ ۱۹۸۸
- سیرت طیبہ۔ امیر الدین۔ مکتبہ امدادیہ' ملتان۔ س ن
- سیرت طیبہ۔ جلد اول۔ غلام ربانی عزیز' مکتبہ تعمیر انسانیت' لاہور۔ ۱۹۹۰
- سیرت طیبہ۔ شبلی نعمانی۔ ترجمہ میمونہ سلطان شاہ بانو۔ یونیورسل بکس لاہور۔ بار سوم ۱۹۸۸
- سیرت طیبہ محمد رسول اللہؐ۔ عبدالقدیر فاضل فتحپوری۔ الفیصل' لاہور۔ بار اول۔ ۱۹۸۹
- سیرت محمدیہ۔ ترجمہ المواہب اللدنیہ از علامہ قسطلانی۔ اردو ترجمہ از عبدالجبار آصفی۔ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب' کراچی۔ س ن
- سیرت مصطفیٰؐ۔ عبدالعزیز ہزاروی۔ مطبوعہ کراچی۔ بار سوم۔ ۱۹۷۹
- سیرت منظوم۔ راجا رشید محمود۔ اختر کتاب گھر' لاہور۔ ۱۹۹۲

- شام و سحر (ماہنامہ) لاہور۔ نعت نمبر ا۔ ۱۹۸۱
- شریف التواریخ۔ جلد اول۔ شریف احمد شرافت نوشاہی۔ ادارہ معارف نوشاہیہ۔ ساہن پال گجرات۔ س ن
- شمس الاسلام (ماہنامہ) بھیرہ۔ جولائی ۱۹۷۸
- شمس الاسلام (ماہنامہ) بھیرہ۔ دسمبر ۱۹۸۲
- شواہد النبوت۔ علامہ عبدالرحمان جامی۔ اردو ترجمہ از بشیر حسین ناظم۔ مکتبہ نبویہ' لاہور۔ بار دوم ۱۹۷۵
- شہدائے عہد نبوی۔ راجا محمد شریف۔ زاہد اکیڈمی' جوہر آباد۔ طبع دوم۔ ۱۹۸۸
- صحابیات۔ نیاز فتح پوری۔ نفیس اکیڈمی' کراچی۔ طبع ہفتم اپریل ۱۹۸۱
- ضیاء النبیؐ۔ جلد دوم۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور۔ ۱۴۱۳ھ
- ضیائے حرم (ماہنامہ) لاہور۔ میلاد النبیؐ نمبر۔ نومبر دسمبر ۱۹۸۹
- طبقات ابن سعد۔ حصہ اول۔ اخبار النبیؐ۔ از محمد ابن سعد۔ اردو ترجمہ از عبداللہ العمادی۔ مطبوعہ کراچی۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۴۴
- عرب کا چاند۔ سوامی لکشمن پرشاد۔ مکتبہ تعمیر انسانیت' لاہور۔ طبع سوم۔ س ن
- عہد نبویؐ کے غزوات و سرایا۔ رؤفہ اقبال۔ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ' لاہور۔ اشاعت اول۔ ۱۹۸۴
- عہد نبویؐ کے نادر واقعات۔ علی اصغر چودھری۔ القمر انٹرپرائزز' لاہور۔ س ن
- غزوات رسول اللہؐ۔ بریگیڈیر گلزار احمد۔ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ' لاہور۔ اشاعت اول۔ مئی ۱۹۸۲
- غزوات نبویؐ۔ مصطفیٰ خاں بی اے۔ بیت العلوم' لاہور۔ س ن
- غلامان اسلام۔ سعید احمد۔ مکتبہ القریش' لاہور۔ بار اول ۱۹۸۷
- غلامان محمدؐ۔ محمد احمد پانی پتی۔ مکتبہ کارواں' لاہور۔ بار اول ۱۹۶۱
- فاران (ماہنامہ) کراچی۔ سیرت نمبر ۱۹۵۶
- فکر و نظر (ماہنامہ) اسلام آباد۔ جون ۱۹۷۸ / مارچ ۱۹۸۴
- قوس قزح۔ شہناز کوثر۔ اختر کتاب گھر' لاہور۔ ۱۹۹۰
- قومی ڈائجسٹ۔ صحابہ کرام نمبر۔ جلد اول۔ جلد دوم
- کتاب المعارف۔ ابن قتیبہ۔ اردو ترجمہ از سلام اللہ صدیقی۔ اظہر برادرز' لاہور۔ س ن

(انڈیا سے یہ کتاب "سیر انبیا و صحابہ و تابعین" کے نام سے چھپی)

- محدث۔ رسول مقبولؐ نمبر۔ حصہ اول
- محفل۔ خیر البشرؐ نمبر۔ مارچ ۱۹۸۱
- محمد رسول اللہؐ۔ شیخ محمد رضا مصری۔ اردو ترجمہ از محمد عادل قدوسی۔ تاج کمپنی لمیٹڈ۔ س ن
- محمد رسول اللہؐ۔ عبدالصمد صارم۔ مکتبہ معین الادب' لاہور۔ س ن
- محمد رسول اللہ۔ قرآن اور تاریخ کے آئینہ میں۔ سید محمد میاں۔ مکتبہ محمودیہ' لاہور۔ جون ۱۹۸۶
- مختصر سیرت الرسولؐ۔ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب۔ اردو ترجمہ حافظ محمد اسحاق۔ جامعہ العلوم الاثریہ' جہلم۔ طبع اول ۱۹۹۰
- مخزن نعت۔ محمد اقبال جاوید۔ علمی کتاب خانہ' لاہور
- مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ اردو ترجمہ از غلام معین الدین نعیمی۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی۔ س ن
- مدینۃ الرسولؐ۔ ابوالنصر منظور احمد شاہ۔ مکتبہ نظامیہ' ساہیوال۔ بار اول۔ ۱۹۸۴
- معارج النبوت فی مدارج الفتوت۔ جلد اول۔ بار دوم۔ ۱۹۸۹۔ / دوم۔ ۱۹۷۸۔ مکتبہ نبویہ' لاہور۔ اردو ترجمہ از اقبال احمد فاروقی و محمد اظہر نعیمی
- مغازی الرسولؐ۔ واقدی۔ اردو ترجمہ از بشارت علی خاں۔ ادبیات' لاہور۔ ۱۹۸۸
- مقام حضرت ابوطالب۔ ڈاکٹر عزیز علی۔ مطبوعہ لاہور
- مولوی (ماہنامہ) دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ صفر و ربیع الاول۔ ۱۳۵۱ھ
- مہک (مجلّہ) گوجرانوالہ۔ خاص سیرت و نعت نمبر۔
- نبی اکرمؐ کاشانہ نبویؐ میں۔ علی اصغر چودھری۔ مکتبہ تعمیر انسانیت۔ طبع دوم۔ ۱۹۸۸
- نبی رحمتؐ۔ سید ابوالحسن علی ندوی۔ مجلس نشریات اسلام' کراچی۔ بار دوم۔ ۱۹۸۱
- نبی کریمؐ کی معاشی زندگی۔ پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری۔ مکتبہ ابوذر غفاری' اسلام آباد۔ طبع دوم۔ ۱۹۹۰
- نعت (ماہنامہ) لاہور۔ شہیدان ناموس رسالت۔ حصہ اول۔ جنوری ۱۹۹۱
- نعت (ماہنامہ) لاہور۔ شہیدان ناموس رسالت۔ حصہ دوم
- نعت (ماہنامہ) لاہور۔ اکتوبر ۱۹۹۲۔ سراپائے سرکارؐ
- نعت کائنات۔ راجا رشید محمود۔ جنگ پبلشرز۔ ۱۹۹۳
- نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۔ جلد ۲۔ ۴۔ ۷۔ ۱۱

- نوادرات۔ اسلم جیراجپوری۔ طلوع اسلام ٹرسٹ' لاہور۔ ایڈیشن دوم۔ ۱۹۸۹
- نور اسلام (ماہنامہ) شرقپور شریف۔ نومبر ۱۹۹۲
- ہادی اعظمؐ۔ سید فضل الرحمان۔ ادارہ مجددیہ' کراچی۔ ۱۹۹۱
- ہادی کونینؐ۔ حکیم اسماعیل ظفر آبادی۔ ملک سنز' فیصل آباد۔ س ن
- ہلال (ہفت روزہ) راولپنڈی۔ ۱۲ مارچ ۱۹۷۶
- ہمارے پیارے نبیؐ۔ سید آل احمد رضوی۔ ماڈرن بک ڈپو' اسلام آباد۔ ۱۹۸۵
- ہمارے حضورؐ۔ عرفان خلیلی۔ مرکزی مکتبہ اسلامی' دہلی۔ بار سوم۔ ۱۹۸۹

دُنیا میں "نعت" کے موضوع پر پہلا علمی و تحقیقی مجلہ

ماہنامہ نعت لاہور

جس کا ہر شمارہ "خاص نمبر" ہوتا ہے

ایڈیٹر: راجا رشید محمود

پانچ برسوں میں مندرجہ ذیل موضوعات پر "خاص نمبر" شائع ہو چکے ہیں

حمدِ باری تعالیٰ۔ نعت کیا ہے۔ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (دو شمارے) اُردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (چار شمارے) غیر مسلموں کی نعت (چار شمارے) نعتِ قدسی رسول نمبروں کا تعارف (تین شمارے) میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (چار شمارے) سیرتِ منظوم معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (دو شمارے) کلامِ ضیاؔ القادری (دو شمارے) لاکھوں سلام (دو شمارے) درود و سلام (آٹھ شمارے) وارثیوں کی نعت۔ حسن رضا بریلوی کی نعت۔ آزاد بیکانیری کی نعت (دو شمارے) اقبالؔ کی نعت۔ شہیدانِ ناموسِ رسالت (پانچ شمارے) غریب سہارنپوری کی نعت۔ فیضانِ رضا۔ نعتیہ مسدس۔ نعتیہ رباعیات۔ آزاد نعتیہ نظم سراپائے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (دو شمارے) عربی ادب میں ذکرِ میلاد۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت (تین شمارے) سفرِ سعادت منزلِ محبت (دو شمارے) نعت کے سائے میں۔

○ ہر شمارہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ پاک کے مختلف گوشوں اور آپ کی محبت و مدحت کے موضوع پر نظم و نثر کا گرانقدر مجموعہ

جنوری ۱۹۸۸ء سے ہر ماہ پابندیٔ وقت کے ساتھ شائع ہوتا ہے

آفسٹ پیپر۔ چار رنگا دیدہ زیب سرورق۔ عمدہ طباعت

---

۱۱۲ صفحات۔ قیمت ۱۵ روپے۔ سالانہ ۱۶۰ روپے

اظہر محمود منیجر ماہنامہ "نعت" اظہر منزل۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ

فون: ۷۴۶۳۶۸۴ ○ لاہور کوڈ نمبر: ۵۴۵۰۰ (منتظم)